رسالہ
مؤلفہ و مرتبہ
متکلم و مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب مصنف
جام جہان نما۔ شرح کنز مکتوم۔ ذو عداد کلثوم۔ مشعل ہدایت۔ آفتاب خلافت
تقریر دلپذیر۔ سرمہ خاموشی۔ عطر ایمان۔ الہادی۔ صراط مستقیم۔ رسالہ ہدایہ
تقریر غالب و مغلوب وغیرہ
سنہ ۱۹۲۳
مطبع مقبول پریس دہلی حلیۂ طبع سے آراستہ ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد خدا و نعت سید الانبیاء و منقبت سردار اوصیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بندہ ناچیز
سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم متوطن بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر مومنین بایقین
کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ سنّی و شیعہ میں درباب مذہب اسدرجہ اختلاف
ہے کہ جس کا احصا ممکن نہیں مگر اصل تنازعہ مسئلۂ امامت کا ہے اسی امر کی
مخالفت نے ایک اسلام کے تہتر ٹکڑے کر دئے شیعہ کہتے ہیں کہ بعد نبیؐ امام امت
وہ ہو سکتا ہے جس کی امامت کا اشارہ قرآن پاک میں ہو اور رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ نے بہ الفاظِ صاف و روشن اُس کا اعلان کر کے اُمت کو امر بہ اطاعت
فرمایا ہو نیز وہ شخص کل امت سے بہ اعتبار علم و فضل و کمالات نفسانی و قوتِ
روحانی اعلیٰ و افضل تسلیم کیا گیا ہو مزید برآں تمامی ارجاس و ادناس سے مثل
پاک و طاہر و معصوم ہو۔ حضراتِ اہلسنّت بہ مقابلۂ عقیدۂ شیعہ مخالفانہ راہ
اختیار کر کے فرماتے ہیں کہ تقرر امامت میں خدا و رسولؐ کو کوئی دخل نہیں۔ بلکہ
امت اختیار رکھتی ہے جسکو لایق و قابل انتظام مملکت سمجھے اپنے لئے بنا بر اجرائے
حدود شرعی اجماع کر کے امام مقرر کر لیں اُس کے لئے افضلیت و علمیت و طہارت

وعصمت ضروری نہیں ہر فاسق و جاہل امام ہو سکتا ہے بہ ثبوت عدم عصمت و افضلیت
وغیرہا مذکورہ بالا جناب شاہ صاحب کا بیان پیش کرتا ہوں صاحب ممدوح تحفہ مطبوعہ
مطبع نول کشور کے صفحہ (۴۲۳) پر ارشاد فرماتے ہیں (عصمت در امامت شرط نیست
بلکہ ضروری عدالت است و از ارتکاب یک دو گناہ صغیرہ عدالت ہم برہم نمی شود)
باب چہارم میں حضرت ممدوح تحریر فرماتے ہیں (خلفائے ثلاثہ نہ معصوم اند و نہ منصوص
و در افضلیت ہم بحث بسیار است) یعنی خلفائے ثلاثہ معصوم نہ تھے اور اُن کی خلافت کیلئے
کوئی آیۂ قرآن شہادت دینے کے لئے موجود نہیں اور نہ وہ افضل الصحابہ تھے۔
باب ہفتم میں اپنے مذہبی عقائد کا حال بہ ایں الفاظ تحریر فرمایا ہے (عقیدۂ چہارم
امام را لازم نیست کہ منصوص باشد از جانب خدا زیرا کہ نصب او بر مکلفین واجب است
امامیہ گویند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس می باید کہ منصوص باشد از جانب خدا
بعد ازیں اُسی باب میں لکھتے ہیں (اگر بتامل نظر کنیم نصب امام از جانب خدا متضمن مفاسد
بسیار است) مطلب یہ ہوا کہ مقرر کردۂ خدا سے فساد لازم آجائے اور جس کو
چار پنچ ملکر مسند امامت پر بٹھا دیویں اُس سے اصلاح حال اُمت ہو (پس اصلح
در حق مکلفین ہمین است کہ تعینِ رئیس را بعقل ایشان واگذارند) علاوہ بریں علامہ
تفتازانی جو کہ محققینِ اہل جماعت میں اعلیٰ درجہ کے نمبر پر ہیں کتاب مواقف کے
مقصد چہارم میں لکھتے ہیں (المقصد الرابع فی الامام الحق بعد الرسول وھو
عندنا ابو بکر و عند الشیعہ علیؑ ابن ابیطالبؑ) اس کے آگے فرماتے ہیں
امام دو وجہ سے ہوتا ہے اول نص دوم اجماع۔ نصِ قرآن کسی کے لئے نہیں
رہا اجماع وہ ابو بکر کے لئے متحقق ہو چکا ہے۔ جناب مولوی خلیل احمد صاحب
مطرقۃ الکرامہ کے صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ پر ارقام فرماتے ہیں کہ (خدا نے امامت کا قرآن
میں مطلق ذکر نہیں کیا اور نہ وہ اصولی اعتقادی ہے کہ جس کے انکار سے کفر
لازم آجائے بلکہ وہ ایک فروعی چیز ہے۔ خدا نے ادنےٰ ادنےٰ باتوں کا قرآن
میں ذکر فرمایا ہے۔ مگر امامت کی بابت ایک کلمہ وارد نہیں ہوا) سوائے اُنکے

زمانۂ حال کے محققِ کامل مرزا حیرت جنہوں نے انکارِ شہادت امام حسین علیہ السلام
ہی کے اپنے تمام دفاتر مذہبی کو آگ لگا دی۔ اپنے رسالۂ خلافتِ شیخین کے
صفحہ اول پر لکھتے ہیں (قرآن مجید نے کوئی فیصلہ خلافت کے متعلق نہیں کیا۔ شیعوں نے
قوت ذہنی و زور منطق سے بعض آیات بشر بہ امامت قرآن سے مستخرج کی
ہیں الغرض محققین و علمائے دینِ فرقہ سُنیہ کو بصد تحتم اس کا اقرار ہے کہ ذکرِ خلافت
سے اوراق قرآن سادہ نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک خلافت چار طرح سے
ہوتی ہے۔ اجماع و استخلاف و شوریٰ و غلبہ بتاکید قولِ خود شرح مقاصد کی
عبارت پیش کرتا ہوں (وتنعقد الامامة بطرق احدہا بیعة اہل الحل
والعقد الثانی استخلاف الامام وعہدہ وجعلہ الامر شوریٰ بمنزلة
الاستخلاف والثالث القہر والاستیلاء الی اخرہٖ) یعنی امامت
منعقد ہوتی ہے کئی طریقہ سے ازانجملہ ایک بیعت حل و عقد ہے۔ یعنی چند معزز آدمی
متفق ہو کر کسی کو امام بنا دیں۔ دوم استخلاف یعنی ایک خلیفہ دوسرے کو اپنا
جانشین کرے۔ اور شوریٰ بھی بمنزلۂ استخلاف ہے سوم قہر و غلبہ) تو نتیجاً عرض کیا جاتا
ہے کہ عند السنیہ اجماع سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔
استخلاف سے جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جلوہ افروزِ تخت خلافت ہوئے
صدیق اکبر نے ان کے باب میں استخلاف کیا۔ مجلس شوریٰ میں حضرت
عبد الرحمن ابن عوف نے ذو النورین کے سر اقدس پر تاجِ خلافت رکھا
قہر و غلبہ کی شرط کو حضرت معاویہ و جناب یزید علیہ الرحمة و ولید و عبد الملک رضوان اللہ
علیہم نے درجۂ صداقت پر پہنچایا۔ مگر بخلاف علمائے مذہبِ خود دریبولا شیخ
نور حسن ولد مدار اللہ صاحب ساکن صدر شہر میرٹھ نے ایک رسالہ لکھا ہے جسکا
نام (تنویر العینین والجنان فی اثبات خلافتِ شیخین من القرآن) رکھا گیا اور مطبع خیر المطابع
شہر میرٹھ میں چھپوایا۔ شیخ صاحب پہلی بار گماشتری میں سب اوورسیر تھے پنشن لیکر
دولت سرائے پر تشریف لائے طبیعت میں کچھ شوخی معلوم ہوتی ہے بیکار بیٹھنا پسند نہ آیا

فرد متکلمین میں چہرہ لکھانے کی غرض سے داد دیے مذہب کی پیمایش کے لیے فیتہ
جیب سے نکالکر ناپ تول شروع کردی۔ حضرت کو کہیں سے شاہ عبدالعزیز صاحب
کی وسیلۃ النجات مل گئی اُس کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کردیا چنانچہ تنویر کی لوح پر
سب اوورسیر صاحب نے یہ عبارت لکھی ہے (ترجمہ رسالہ وسیلۃ النجات مولانا
فخر المحدثین مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب رح دہلوی کا و مباحثہ و سوال و جواب از
شیعیان لکھنؤ و اثبات خلافت اصحاب ثلاثہ از روے قرآن مجید و اجماع عقلاء
نقلاء و رد کتاب انوار الہدی میاں شیخ احمد صاحب شیعی جدید الی آخرہ) شاہ صاحب
نے وہ جملہ آیات جو کہ صحابۂ اخیار و ابرار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ثلاثہ کا مملوکہ و مقبوضہ
سمجھکر دو چار ورق سیاہ کر ڈالے اور غل مچادیا کہ ہم نے خلافت شیخین کو قرآن سے
ثابت کردیا۔ سب اوورسیر صاحب نے مال مفت سمجھکر ترجمہ کر ڈالا۔ چونکہ مخاطب جلیل الشان
کو پہلی پہل امور مذہبی میں تالیف کا اتفاق ہوا ہے۔ لہٰذا بوجہ ناتجربہ کاری کتاب کا نام
بھی ایسا تجویز کیا جو کہ طول عبارت سے بعد مشکل ڈیڑھ فرلانگ میں آتا ہے۔ مجھکو
ذی عقل مخاطب کی کوتاہ نظری پر تاسف ہوتا ہے علماے موصوفین بالا جن کے
اقوال اول ہدیہ نظر کیے گئے بہ الفاظ صاف و صریح خلافت کا غیر منصوص ہونا
تحریر فرمائیں طرہ برآں یہ کہ خود شاہ صاحب بلا خوف الزام تناقض کلامی امام کا
منجانب خدا قایم ہونا باعث فساد بتلائیں نصوص و احادیث فضائل سے بحق ثلاثہ
انکار کریں اور پھر حافظہ نباشد کے مصداق ہو کر لگاتار آیات وسیلۃ النجات
میں مبشر بخلافت ثلاثہ لکھتے جائیں افسوس ہے ایسے متکلمین پر جن کو اپنی مذہبی
کتابوں پر اطلاع نہو اور قلم لیکر بہ مخالفت اسلاف خود زبردستی صاحب تصنیف
بننا چاہیں۔ اِس سے زیادہ تعجب مجھکو نواب امارت علی خاں صاحب رئیس
میرٹھ کی پرانی اور بوڑھی عقل پر آتا ہے کہ اُنھوں نے بزور شاعری ایسی بے تکی
کتاب کی تقریظ لکھدی سال خوردہ بزرگ کو باوصف علم و دانش و صحبت علماء آجتک
یہ خبر نہ ہوئی کہ منصب خلافت ایسا کمزور و بے وقار ہے کہ ادنے فروع سے بھی

اُس کا کم رُتبہ ہے اور بقول مولوی خلیل احمد صاحب مؤلفِ مطرقہ بجدے بے عزت کہ خدا نے نا قابل الذکر سمجھکر قرآن میں اُس کا تذکرہ نہیں کیا تعجب ہے کہ ایسی بے حقیقت چیز پر اہل سنّت کیوں شیفتہ ہیں جس کو دیکھو شیخین کے نام پر فدا ہونے کو موجود ہے نواب صاحب موصوف نے اشعار تقریظ میں لکھا ہے

ابو بکر و عمر عثمان و حیدر	خلافت کے ہیں ارکانِ مقدس
اِسی صورت سے ہے اِنکی خلافت	ہے شاہد اُن کا فرقانِ مقدّس

ہرگاہ علمائے موصوف الصدر فرماتے ہیں کہ خلافت منصوص من اللہ نہیں اور خدا نے قرآن میں اُس کو بیان نہیں فرمایا تو نواب ممدوح کی نظر سے وہ کون فرقان مقدس گزرا جس کو وہ شاہد خلافت بتلاتے ہیں ہم نہایت مشتاقانہ نظر سے اُس کے دیکھنے کے شایق ہیں کسی امر کے متعلق تاریخی مادہ نکالنا جس میں نواب صاحب معروف ہیں اور بات ہے اور یہ بھی امور دوسرے ہیں مجھکو افسوس ہے کہ پیرانہ سالی میں نواب صاحب پہ ایسا الزام لگا ہے جس کی شہادت وہ قرآن موجود سے اگر دیں گے تو علمائے اول الذکر خلاف گو کہے جائیں گے حاصل کلام حسبِ وقت کہ یہ تنویر تجلی بخشِ عیون سنّیہ ہوئی - چند حضرات شیعہ سکنائے میرٹھ نے حقیر کو بہت زور سے حکم دیا کہ سبا اور سیر صاحب کو اچھوتا نہ چھوڑا جائے ایک آدھا لقمہ اُن کے مُنہ میں دیکر گلوگرفتہ کردیا جائے - ورنہ کل کو انجیل و وید سے خلافت شیخین ثابت کرنے کی اُن کو جرأت ہوگی - مناسب ہے کہ تنویر العینین میں پُھلکہ یا جالا ڈالکر بے نور کردیا جائے تاکہ سبا و رسیر صاحب کی آنکھیں چکاچوند ہوجائیں اور پھر کسی سُنّی کو بہ ثبوت خلافت قرآن کھولنے کا حوصلہ نہو - لہذا حقیر و ذلیل نے اُن آیات کی توضیح مناسب سمجھی جن کو سبا و رسیر صاحب نے وسیلۃ النجات شاہ صاحب سے نقل کرکے بتائید دعوائے خود پیش فرمایا ہے - یوں تو جناب شاہ صاحب نے چند آیات قرآن لکھ ڈالی ہیں جو کہ عموم صحابہ کی تعریف میں ہیں جن سے جہلا کو دہوکا ہوجاتا ہے کہ اوہو اسقدر آیات قرآن میں بہ شان ثلاثہ وارد ہوئی ہیں

قرآن داں لوگ جانتے ہیں کہ کلام پاک
مدحت دونوں قسم کی موجود ہیں تعریفی آیت
یہاں تک کہ ایک پورا سورہ منافقوں کی
تمام کلام اللہ پر من اولہ الی آخرہ ایمان رکھے
دل معتقد ہیں۔ جو اصحاب کہ مرتے دم تک
لڑائیوں میں حضرتؐ کے زیر رکاب درجۂ شہا
کے بارے میں مشکوک نہ ہوئے۔ اہلبیتؑ
پیشوا جانا وہ اُن جملہ آیاتِ قرآن کا تا
ہیں جو کہ برسبیل تعریف زیب دہِ اوراق
خلاف راہ چلے اُن کے گلے ہیں وہ آیتیں
شدید ہیں۔ مابین سُنّی و شیعہ درباب ثلاثہؓ کرا
ومقدس و تابع احکام نبوی کہتے ہیں۔ شیعہ اُنہیں
کرتے ہیں۔ سنّی و شیعہ میں بعض آیات نزاعی ہیں
کہ وہ آیتیں بالخصوص خلفاء ثلاثہ کے باب میں
نے وسیلۃ النجات میں تین آیتیں ثلاثہ کی شان
(والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار
فی الارض من ولی ولا نصیر) چونکہ موصوف ال
پاک کا۔ لہٰذا تین آیات مصرحۂ بالا پر میں دو
جواب دیتا ہوں اُن میں ایک آیہ معروف بہ بیعتِ
اور ہر دو آیات بڑی معرکۃ الآراء اور تمام
شاہ صاحب نے وسیلہ میں اُن کا ذکر نہیں
فرماکر مثبت خلافت ہوئے ہیں۔ نیز سب
آیۂ استخلاف پر بڑا زور دیا ہے میں امید کرتا ہوں

وہ ہو کر ایسا مسکت جواب پا چکے ہیں
ت پیش کردہ سب او ور سیر صاحب بھی
تین کو ملاحظہ فرمایا ہے وہ فیصلہ صادر
ب بھی یہ آیتیں زیر بحث آچکی ہیں سوائے
گزر رہے ہیں۔ تحفۂ اثنا عشریہ میں
کو پیش فرمایا ہے۔ آیاتِ بیّنات
لکھ چکے ہیں۔ حضراتِ اہلسنّت اگر اپنے
واجب تھا کہ جو کتابیں رد شدہ ہیں اُنکے
مگر سخت افسوس سے کہا جاتا ہے
رد دیا جس سے عام نگاہوں میں آشنا
۔ سنّی تو اس سہل انکاری کا عموماً یہ
اہل سنّت کے رد میں لکھی ہیں وہ محض
ں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ میں بخاطر داشت
ں کہ شیعہ نے جو سنّیوں کے جواب
کے مصداق ہیں بلکہ سنیوں کا مطلب
سنّیوں کو دی ہیں۔ لغو و مہمل کتابوں کی
نسبت تحریر فرما دیتے کہ فلاں فلاں
لیوں کے جواب میں اُن سے
کر لکھ دیتے۔ اگر کسی سے یہ بار عظیم
مگر وہ تو سنّت قدیم پڑھتے ہوئے
ے ازبس محبت ہے۔ لہٰذا شیعہ
ن سے بے تعداد طعن کئے ہیں اور
دیا ہے اُس کو رد کیا ہے اُسی کا

جواب دیتے۔ مگر افسوس اُنھوں نے کچھ نہ کیا فارسی کتاب کا اُردو میں ترجمہ کر دیا
ابتدائے مناظرہ سے اِس وقت تک جسقدر مشہور کتابیں بہ زبان فارسی و اُردو
منجانب اہل سنت لکھی گئی ہیں اُن سب کے نام معہ اسمائے مصنفین حقیر نے رسالہ
مجاز داؤدی میں جو کہ جواب عطرقہ لکھا گیا ہے بطور فہرست لکھدیئے ہیں اور ساتھ ہی
یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ شیعہ نے ان کتابوں کے یہ یہ جواب دیئے ہیں۔ فہرست مذکور
میں صرف ایک تحفہ کے جواب (٦٥) ہیں جو کہ بفضلہ مدت ہائے مدید سے چھپکر
اطراف عالم میں روشنی بخش چشم خلائق ہو رہے ہیں سب اوورسیر صاحب نے امرِ ضروری
سے چشم پوشی کر کے وسیلۃ کا ترجمہ بہ ایں خلاصہ کرنا شروع کیا کہ جناب شاہ صاحب سے
ایک شخص نے پوچھا کہ حضور سنی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب سچا ہے شیعہ کہتے ہیں کہ ہم
برسر راستی ہیں ہمارا مذہب قرآن ہی اور ہمارا طریقہ طریقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کا ہے آپ آیات قرآنی سے کوئی ایسا شافی جواب دیں کہ جائے دم زدن نہ رہے
تاکہ طالبان راہِ حق اُس پر عامل ہو کر مذہب باطل سے قطع تعلق کریں۔ ترجمہ وسیلۃ النجات
صفحہ ۲۔ سطر ۴ تا سطر ۲۲۔

جواب شاہ صاحب

سب اوورسیر صاحب شاہ صاحب کا جواب بہ ایں خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے
سائل کو جواب دیا کہ بھائی فریقین کی کتابیں تو طاق میں رکھو۔ تم کو لازم ہے کہ ہر دو
مذہب کی بنا کو قرآن سے جانچو جس کو موافق کتاب اللہ پاؤ اُس پر قایم ہو اور جو فرقہ
خلاف قرآن دیکھو اُس کو شیطانی مذہب سمجھو جملہ وہ سب کتابیں جن کو مغائر کلام مجید
پاؤ چیر پھاڑ کر دریا برد کر دو۔ ہمارے مذہب کی بنا یہ ہے کہ ہر چہار خلیفہ و دیگر مہاجرین
و انصار و سوائے اُن کے کہ جسقدر صحابۂ رسول تھے وہ سب راستباز و تقوی شعار
تھے ان میں اعلیٰ درجہ کا اتحاد تھا وہ سب دوستدار اہل بیتؑ اور اُن کے خدمت گزار
تھے علیٰ ہذا حضرت امیرؑ بھی اُن کے ساتھ متحدانہ برتاؤ رکھتے تھے باہم ایک جگہ اُٹھتے
بیٹھتے تھے خلفاء کے ساتھ لڑائیوں میں جاتے تھے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کامل الایمان

تھے اُن کے جملہ افعال ۔ لباس ریا سے آراستہ تھے اُنھوں نے اہل بیت کو اذیت
پہنچائی اور زبردستی اُن کے حقوق پر متصرف ہو گئے ۔ حضرت علیؓ نے جو اُن سے میل
جول رکھا اور اُن کی اطاعت کی اور عمرؓ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا وہ سب ازراہ تقیہ تھا ۔
پس آگاہ ہونا چاہیے کہ ہمارے مذہب کی تائید آیاتِ کثیرہ سے ہوتی ہے مختصراً چند آیات
بیان کی جاتی ہیں ۔ گیارہویں پارے سورۂ توبہ کے تیرھویں رکوع میں خدا فرماتا ہے ۔
(وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ)

ترجمہ جو کہ سب ادو پیر صاحب نے کیا ہے

و سابقین جو کہ اولین ہیں انصار اور مہاجرین سے ہیں اور جن لوگوں نے سابقین کی پیروی
اور متابعت کی نیکی سے یعنی ایمان اور طاعت سے خدا اُن سے راضی ہوا ۔ اور وے لوگ
خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے اُن کے لئے تیار کیا بہشتوں کو جن کے مکانوں اور
درختوں کے نیچے ندیاں اور نہریں بہتی ہیں یہ تمام مہاجرین و انصار اور کل اُن کے تابع
ہمیشہ اُن میں رہیں گے ۔ ابدالآباد یہ آیت برملا پکار رہی ہے کہ مہاجرین و انصار سابقین
سب بہشتی ہیں اور اُن کے پیرو جو کہ بعد میں ہوئے اور اِن کا طریقہ اختیار کیا وے لوگ
بھی بہشتی ہیں اور ابوبکر کے مہاجرین اوّلین ہونے میں شک نہیں ۔ کیونکہ بوقت ہجرت آپ
ہمراہ سرور کائنات صلعم کے تھے اسی طرح عمر الفاروق اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰؓ اور بہت سے
صحابہ رضی اللہ از زمرۂ مہاجرین اوّلین ہیں ۔ پس جو شخص کہ ابوبکر کو مہاجرین اوّلین سے نہ جانے
بوجہ انکار اِس آیت کریمہ کے وہ کافر ہے) از صفحہ ۴ سطر ۲۳ تا صفحہ ۵ سطر ۸ ترجمہ وسیلۃ النجات

لمؤلفہ

شاہ صاحب نے جو طالب مذہب حق کو ہدایت فرمائی یہ ہی تو وہ نزاعی باتیں ہیں جو کہ
سُنّی و شیعہ کے یہاں معرض بحث میں ہیں اِنھیں امورات کے متعلق صدہا کتابیں منجانب
فریقین لکھی گئی ہیں یہ ہی معاملات ہیں جن کو سُنّی صاحب پیش فرما کر شیعہ سے ایسا مسکت
جواب پاتے رہے ہیں کہ اِس وقت تک یاراے جواب نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ قیامت تک

پر گوانسوس ہے کہ سبا اودھ میر صاحب نے وسیلۃ النجات سے وہ مضمون نکالا جو کہ
بچہ بچہ کی زبان پر ہے وہی معمولی باتیں ہیں جو ہر شخص کو حفظ ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شیعہ
صحابہ کو منافق بتلاتے ہیں اور سُنّی مومن کہتے ہیں یہی نزاع ایمان و نفاق ایک ایسا فیصلہ کن
ہے کہ جس کے بعد کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ ہمارے علماء قدیماً و جدیداً ثلاثہ کا نفاق ثابت
کرتے رہے ہیں۔ اگر حضرات سنیہ اُن کا مومن ہونا بردِّ توجیہات شیعہ پایۂ ثبوت کو پہنچا دیتے
تو پھر اُن کی مومنیت میں کوئی جھگڑا ہی نہ تھا گو خلافت پھر بھی غیر ثابت رہتی۔ اسوقت ۱۳۲۶ھ
میں قریب نوے سال کے ہوتے ہیں کہ بمقابلہ شاہ صاحب رسالہ نفاق الشیخین بحکم صحیحین
مفتی محمد قلی صاحب کنتوری نے تحریر فرمایا ہے اگر سُنّی اپنے پیشوایان دین کو مومن اعتقاد
کرتے ہیں تو بخاری و مسلم شریف سے جو اُن کا نفاق دکھلایا گیا ہے آج تک کیوں رسالۂ
مذکور کو رد کر کے ثبوت ایمان میں کوتاہ قلمی کی۔ حقیر نے بھی رسالہ سجادیہ میں مبسوط بحث
کر کے بدلائل قویہ ثلاثہ کا نا مسلمان ہونا کتب اہل سنت سے ظاہر کیا ہے رسالۂ مذکورہ اردو
زبان میں ہے جس کو ادنیٰ پڑھا لکھا بہ آسانی سمجھ سکتا ہے سادات امروہہ نے بذریعہ رسالہ
ہت الایمان مشتہر کیا ہے۔ جو شخص اُس کا جواب دیگا ایک لاکھ روپیہ انعام پائیگا۔
اگر سُنّیوں میں کچھ طاقت ہوتی تو باوصف اشتہار انعام کثیر خاموش نہ رہتے جواب دیکر
شیخین کو ایمانداروں کی جماعت میں بٹھاتے اور پوری رقم لیکر مدرسہ دیوبند کو درجۂ رفیع پر
پہنچاتے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جو لوگ خلفاء کو ایماندار جانکر ہم کو اُن کے با ایمان جاننے پر
مجبور کرتے ہیں وہ رسائل مذکور کو کیوں باطل نہیں فرماتے۔ اگر سُنّیوں کے علماء تکلیف
گوارا کر کے شیعہ کے استدلال کو اُٹھا دیتے تو ہزارہا شیعہ سُنّی بنکر ثلاثہ کے با ایمان ہونیکا
اعتقاد کر لیتے۔ مجھکو تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے فریقین کی کتابوں کے طاق پر رکھنے کا کیوں حکم
دیا شیعہ کی کتب کے لئے ایسا فتویٰ دیتے تو حق بجانب تھا۔ کیا بخاری و مسلم و دیگر صحاح
کی نسبت بھی حضرت ممدوح ایسا حکم ہے؟ نہیں نہیں گو کہ اُنہوں نے فریقین کی کتابوں کو
طاق پر رکھنے کا حکم دیا ہے مگر اصل مطلب یہی ہے کہ شیعہ کی کتابوں کو چیر پھاڑ کر دریا میں ڈالدو
اور ان کو شیطانی مذہب سمجھو۔ واہ سبحان اللہ سنیوں کا ایسا معتمد عالم کیا ہی با تہذیب ہے

جو کہ شیعوں کو شیطان کہتا ہے اگر شیعہ انکی نسبت لب کشا ہوں تو عامیانہ مناظرہ کے
جرم میں قابل ماخوذی سمجھے جائیں اور سُنی اعلیٰ درجہ کے لئیق لوگوں میں شمار ہوں۔ بہرحال
شاہ صاحب کے ارشاد سے سنیوں کی کتابیں موافق کلام اللہ ہیں اور شیعہ کی مخالف ہے
نہیں کُتب سے جو کہ حسب بیان شاہ صاحب عین مطابق قرآن ہیں خلفاء کا سردار منافقین
ہونا ثابت کیا ہے جس کا سُنی جواب نہیں دے سکے۔ جب او درسر صاحب اگر مناسب
سمجھیں تو اُن سب کتابوں کو دھوبیوں کی بھٹی میں جھنکوا دیں یا گنگا جل بلوانے کے لیے ہردوار
کے برہمنوں کو دیدیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سنیوں کی تمام کتابیں غلط ہیں اور خصوص مسلم و بخاری
تو ایسی بے اعتبار ہیں کہ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نے تنگ ہو کر ازالۃ الغین میں
لکھدیا کہ صحیحین کی دو سو دس حدیثیں لغو و بے معنی ہیں سنہ... کی اور اسی بخاری کی اڈریشن باقی
میں دونوں مشترک حصہ رکھتی ہیں زمانۂ حال میں مرزا حیرت دہلوی نے پیران پیر غوث الاعظم
کی مدد سے معلوم کیا کہ امام حسین علیہ السلام شہید نہیں ہوسے۔ چونکہ اس واقعہ کی صحت سے
سنیوں کی جملہ کتب بھری ہوئی ہیں۔ لہٰذا مرزا نے زچ ہو کر لکھدیا کہ جس جس کتاب میں
ذکر شہادت ہے ہم اُن کو جلا کر پامال کر ڈالیں گے وہ کسی طرح قابل اعتبار نہیں واقع میں سنیوں کا
کتب خانہ یہی قابلیت رکھتا ہے کہ حضرت عثمان کی اولاد کے حوالہ کر دیا جائے۔ کیونکہ اُن کے
جد امجد کتب سوزی میں ید طولےٰ رکھتے تھے چند قرآن جو کہ مشتمل بہ اغلاط تھے اُن کے اہتمام
سے دیا سلائی کی ہوا کھا چکے ہیں۔ بھلا ایسی کتابیں جن میں بالکل جھوٹ معاملات درج ہوں
کیونکر دفتر اسلام میں رکھنے کے قابل ہیں حضرات اہل سنت کو لازم ہے کہ ترتیب دفتر کے لئے
دس بیس محرر نوکر رکھکر سب کتابوں کی پڑتال کریں جن میں جو مضمون غلط ہیں فوراً شیرازہ
کاٹکر ورق نکال ڈالیں مگر۔ دل کی تنخواہ کا بار نہ اُٹھائیں ردیات کی بکری سے اس گھاٹے کو
پورا کریں۔ سر سری طور پر میں ایک فہرست دیئے دیتا ہوں ان مضامین کو ضرور نکال ڈالیں
جناب شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خلفاء و اہلبیتؑ میں دوستی تھی۔ امام مسلم و بخاری ناقل
ہیں کہ ہرگز نہیں بلکہ علی شیخین کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانتے تھے۔ جھوٹا۔ بے ایمان۔
دغا باز۔ گنہگار۔ جناب فاطمہؑ نے مرتے دم تک نہ اُن کی صورت دیکھی نہ ہم کلام ہوئیں جنازہ میں

حاضر ہونے کا حکم دیا علیؑ نے صحابہ کی کج رخی دیکھکر بکراہت و بیدلی مضطربانہ حالت میں بیعت کی۔ اہل سنت جہلا کو غلطی میں ڈالے ہوئے ہیں کہ خلفاء محبان اہلبیتؑ تھے یہ دعوی قطعی باطل ہے بلکہ اُن میں سخت مخالفت تھی۔ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں امام غزالی کا قول بایں الفاظ نقل کیا۔ (وَیحرُمُ علی الواعظِ ذکرُ مقتل الحسن والحسین و ماجری بین الصحابة من المشاجرات والمنازعات لانہ یجر الی بغض الصحابة یعنی واعظ پر حرام ہے واقعات شہادت حسنینؑ کا بیان کرنا نیز اُن لڑائی جھگڑوں کا جو کہ باہم اصحاب میں واقع ہوئے کیونکہ اُن باتوں کے سننے سے بغض اصحاب پیدا ہوتا ہے) سب اور سیر صاحب غور فرمائیں اگر اُن لوگوں میں بقول شاہ صاحب اتحاد تھا تو منازعات و مشاجرات کس سے ہوئے۔ کیا دوستوں میں منازعت و مخاصمت بھی ہوا کرتی ہے اُن واقعات کا سننا منجر بہ بغض صحابہ کیوں تجویز کیا گیا ہے۔ عداوت اُسی شخص سے ہوتی ہے جو کہ انصافاً قصوروار ہو اگر صحابہ ممدوحین اہل سنت جرائم سنگین کے مرتکب نہوتے تو اُن کے کرتوتوں کے سننے سے بغض کیوں لازم آتا صاف ظاہر ہے کہ اُنہوں نے اپنے اوقات حکومت میں وہ ظلم کئے تھے کہ اگر واعظ لوگ اُن کا ذکر کریں تو عام نگاہوں سے گر جائیں۔ یقین نہو تو آزما لو کسی دن جمعہ کی نماز کے بعد کہو کہ حضرت علیؑ خلفاء کو جھوٹا بے ایمان۔ دغاباز۔ جانتے تھے۔ عمر کی صورت دیکھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ سیدہؑ شیخین سے ناراض گئیں جنازہ پر آنے کی اجازت نہ دی وغیرہ وغیرہ پھر دیکھو کتنے سنی جوتے چھوڑ کے مسجد سے نکلتے ہیں لیکن بہ اتباع امام غزالی کیا ممکن کہ کسی واعظ کی زبان پر بھی یہ کلمات آئیں یہی حال شہادت کا ہے سب سے زیادہ سرگرمی اسی میں ہوتی ہے کہ کوئی بھولے سے بھی اس واقعہ کو یاد نہ کرے کیونکہ گہری نگاہ جب سبب شہادت پر ڈالی جائیگی تو کھل جائے گا کہ حکومت اسلام کا خاندان نبوت سے نکل کر ابوبکر و عمر کے قبضہ میں جانا وقوع شہادت کا باعث ہو گیا۔ اسی واسطے ایک شاعر نے کہا ہے۔ **بیت**۔

بدکردنِ شمر ہم ز بدکردنِ دست   خونِ شہدا تمام بر گردن اوست

مرزا حیرت نے اسی اندیشہ سے کہ واقعہ کربلا خلفا کا آبرو ریز ہے۔ شہادت ہی سے قطعی انکار کر دیا۔ شاہ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ شیخین بڑے راستباز و تقویٰ شعار تھے امام بخاری فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ عنقریب تم لوگ حرص امارت کروگے اور وہ قیامت میں تم کو ندامت دینے والی ہوگی صحیح مسلم و مشکوٰۃ والے کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حذیفہؓ و ابوذرؓ سے فرمایا تھا کہ بعد میری وفات کے ایسے لوگ فرمانروا ہوں گے جن کے دل شیطان کے ہوں گے اور صورت انسان کی وہ راہ خدا سے لوگوں کو بہکائیں گے۔ صحیح مسلم جلد ۲ مطبوعہ مطبع انصاری صفحہ (۱۲۰) مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن فصل اوّل صفحہ (۴۶۲) کنز العمال کی جلد ششم میں صفحہ (۶۹) پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیرؑ سے فرمایا یا علیؑ جب لوگ دنیا کو لپٹ جائیں گے اور دین سے پشت پھرا لیں گے اُسوقت تم کیا کروگے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں چھوڑ دوں گا اُن کو اور اُس چیز کو جس سے وہ رغبت کریں گے اور رجوع بخدا رہوں گا آنحضرتؐ نے دعا دی کہ خدایا علیؑ کو توفیق دے کہ وہ اُس وقت پر آشوب میں ایسا ہی کرے۔ حقیر نے رسالہ مشعل ہدایت میں بدلائل عقلی و نقلی ثابت کر دیا ہے کہ وہ ثلاثہ تھے جنہوں نے خلقت کو بہکایا۔ علیٰ ہذا ہزارہا معاملات کتب اہل سنت میں ایسے درج ہیں جو کہ خلفاء کی حالت اصلی کو ظاہر کرتے ہیں اگر اُن جملہ معاملات کو بیان کروں تو ایک طویل کتاب ہو جائے۔ محرران ترتیب کو لازم ہے کہ جسوقت تو مآثم و معائب ثلاثہ کے مضامین کتب سے علیحدہ کریں تو محافظ دفتر شیعہ سے تشئید المطاعن و استقصاء الافحام ذریعہ منگالیں اُن کتابوں کے معائنہ سے قوتِ نظری گھٹانی نہ پڑے گی کتب موصوفہ میں فرد جرائم جو ثلاثہ پر لگائے گئے ہیں دیکھکر وہ تمام مضامین نکال ڈالیں جب محرران مذکورین ایسا کریں گے سوائے سرورق کے کچھ باقی نہ رہے گا تمام تاریخ صحابہ کتب سے محو ہو جائے گی تب اہل سنت گردن افراشتہ ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ ثلاثہ و اہل بیت میں دوستانہ ارتباط تھا اور وہ بزرگوار پرہیزگار و نیکوکار تھے۔ سب اور سید صاحب کو یقین کر لینا ہے کہ اپنے علماء کی غلطی کو جبتک کتابوں سے دور نہ کرائیں گے فائز المرام نہ ہوں گے۔ جس وقت کہ اپنی کتابوں سے

فارغ ہو لیں قرآن کو ٹٹولیں کہ کس کس جگہ سے لایق ترمیم ہے۔ یہ سب پتہ وہی کتابیں (جو کہ دفتر شیعہ سے مستعار منگائی جائیں گی) دے دیں گی کہ فلاں فلاں آیہ مذمت خلفا کے لئے مجزدان سے سر نکالے ہوئے ہے۔ سورہ محمدؐ میں خدا فرماتا ہے کہ اے مسلمانوں تم عنقریب حاکم اسلام ہو کر زمین خدا میں مفسدہ پیدا کر کے قطع رحم کرو گے خدا کی لعنت اُس پر جو ایسا کرے۔ محرر لوگ اس آیت کو ضرور نکال ڈالیں کیونکہ بعد وفات ختمی مرتبت فوراً سے بھی جلد تر حضرت ابوبکر جلوہ افروز تخت حکومت ہوئے تھے قاریان قرآن کو اُنہیں کی نسبت خیال کرنے کی گنجائش مل جاتی ہے۔ اور ہاں سورہ توبہ میں جو ثم ولیتم مدبرین ہے اُس کو بھی محو کر دیں۔ کیونکہ جنگ حُنین سے جو بھاگ گئے تھے یہ انعام اُن کو دیا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرات خلفا اُن پشت بہ میدان ہونے والوں کے آگے آگے بصد تیز قدمی چل رہے تھے۔ غرضکہ جتنی آیات مذمت و عتاب ہیں مع سورہ منافقون سب علیحدہ کر کے حضرت عثمان کی قبر پر چڑھائی چاہئیں جبکہ یہ میدان بھی خالی ہو جائیگا تب آیات توصیف و بشارت کیا شراکت احدے ثلاثہ اور اُن کے ہوا خواہ حصہ دار بن جائیں گے۔ غرضکہ شاہ صاحب نے جو باتیں اپنے مرید کو بتلائیں تھیں اُن سب کے جواب ہیں متعدد رسائل حسب توضیح صدر لکھے گئے ہیں۔ بعد ازیں میں قرآن کی حقیقت پر سب اور سید صاحب کو مطلع کرتا ہوں کیونکہ شاہ صاحب نے اُسی پر مدار تحقیقات قرار دیا ہے شاہ صاحب جو ہدایت کرتے ہیں کہ کتابیں چھوڑ کر قرآن سے جانچ کرو اُن کا یہ کہنا ہی صحیح نہیں اگر صرف قرآن مسلمانوں کی ضروریات دینی و دنیاوی کے لئے کافی ہوتا تو اُس کی تفاسیر کیوں لکھی جاتیں خود آنحضرتؐ کیوں تفسیر آیات کرتے شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں اکثر صحابہ کے پاس ایسے قرآن تھے جن میں وہ الفاظ بھی ملے ہوئے تھے جو کہ آنحضرتؐ نے بطور تفسیر فرمائے تھے تنزیل آسمانی و تفسیر رسول ربانی ایسی خلط ملط تھی کہ امتیاز بھی مشکل ہو گئی تھی۔ عثمان نے سب قرآن جمع کر کے تفسیر سے تنزیل کو الگ کر دیا خبر کیا ہے کہ قرآن زبان خدا ہے ہر شخص اُس کے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ آدمی کے کلام

کو آدمی نہیں سمجھ سکتا دیکھو ہزارہا معلموں نے طالب علموں کو گلستاں پڑہائی - مگر بالآخر یہی کہتے سُنا کہ مطلب سعدی دیگر است قرآن میں چند طرح کی آیات ہیں محکم و متشابہ و ناسخ و منسوخ و ماؤل و غیر ماؤل وغیرہا تا وقتیکہ اُن کا کوئی سمجھانے بتلانے والا نہو کیونکر وقت فہم ہو سکتی ہیں اگر قرآن دانی میں سب کی سمجھ ایک نوع کی ہوتی تو حضرت قدیر یہ نہ فرماتا کہ (یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا) یعنی بہت لوگ اس قرآن سے ہدایت پا جائیں گے اور بہت چاہ ضلالت میں گر کر تحت الثریٰ پر پہونچ جائیں گے - دوسری جگہ ارشاد باری ہوا ہے (وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم) ہمارے کلام کی تاویل یعنی حقیقی معنی کوئی نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں یا وہ کہ جن کا علم محکم و مضبوط ہے اہل عقل غور فرمائیں کہ ایک معمولی سائل قرآن کے حقائق و نکات غریبہ کیونکر سمجھ سکتا تھا جس کے گلے میں شاہ جی نے قرآن کو ڈالدیا - حضور ممدوح پر لازم تھا کہ جس وقت سائل نے پوچھا تھا کہ مذہب صحیح پر ہم ہیں یا شیعہ اور طریقہ اہل بیت پر وہ چل رہے ہیں یا ہم تو جواب دیتے کہ بھائی ہم محمدی ہیں جو نبی کا ارشاد ہے اُس کے پابند ہیں ہم نے تحفہ میں صاف لکھدیا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ بھائی میں تو اب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونیوالا ہوں تمہاری ہدایت کے لئے دو چیزیں جو کہ بہت بھاری ہیں چھوڑتا ہوں ایک اُن میں کلام پاک ہے اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں اگر اُن کی متابعت کروگے آنکھ بند کئے جنت میں چلے جاؤگے - جو شخص اُن دونوں سے انحراف کرے گا اُس کا مذہب شرعاً و عقلاً باطل ہے (دیکھو تحفہ کا صفحہ (۱۳۹)) مگر افسوس ہے کہ عالم موصوف نے یہ جواب نہ دیا بلکہ قرآن پر محول کردیا اگر تنہا قرآن کافی ہوتا تو حضرت اہل بیت کو اُس کے ساتھ شیرازہ بند نفرماتے اصلیت یہ ہے کہ قرآن خاموش و بے زبان ہے اُس سے حسب استعداد فہم و دانش ضلالت و ہدایت دونوں حاصل ہو سکتے ہیں چنانچہ اُس کا اثر موجود ہے دنیا میں جسقدر فرقہائے اسلام ہیں سب کا عمل قرآن پر ہے مگر جس کو دیکھو باہمدیگر اختلاف عظیم رکھتا ہے - تہتر فرقوں میں صرف ایک ناجی تسلیم کیا گیا ہے اگر رفع اختلاف کے لئے کتاب اللہ کافی ہوتی تو ایک اسلام کے اتنے ٹکڑے

ہوتے اسی واسطے بہترین عالم نے ازراہ شفقت بحال است فرمایا تھا کہ قرآن خود
نہیں کہہ سکتا کہ مجھکو کیونکر سمجھو لہٰذا ہم اُس بے زبان کے ایک زبان لگائے دیتے ہیں
تم کو جو وہ علم دین ہدایت کریں سمجھو کہ کتاب خدا بول رہی ہے۔ شاہ صاحب نے
جو ایک تحقیق کرنیوالے کو محض قرآن کا حوالہ دیا یہ پیروی حضرت عمرؓ کی گئی۔ حضرت نے
جو بہ روایات مسلم و بخاری وغیرہ ہنگام رحلت دوات و قلم مانگا تھا تو خلیفہ دوم نے نہ دیا
اُس وقت بھی خلیفہ صاحب نے صرف حسبنا کتاب اللہ فرمایا تھا یعنی ہم کو
کتاب خدا کافی ہے چونکہ آنحضرتؐ اکثر اُمت کو ہدایت بہ متابعت قرآن و اہل بیت کر چکے
تھے اور اسوقت عمرؓ نے محض کتاب اللہ کا ذکر کرکے اہل بیتؑ کو چھوڑا لہٰذا حضرتؐ نے یہ جواب
ناصواب خلاف ارشاد خود سماعت فرماکر غصہ سے فرمایا کہ (قوموا عنی) تم میرے پاس
سے اُٹھ جاؤ۔ اگر جناب دوم اُسوقت دست ادب باندھکر یہ عرض کرتے کہ حضور کو
بیماری میں لکھنے لکھانے کی تکلیف ہوگی آپ بارہا فرما چکے ہیں کہ قرآن و اہل بیت کی
اطاعت کروگے تو گمراہ نہوگے ما بندگان نے وہ بات گرہ میں باندھلی ہے جناب اطمینان
فرمائیں جیسا کہ ہم آپ کو اپنا ہادی جانتے ہیں ویسا ہی بعد آپ کے اہلبیتؑ کو سمجھیں گے
جس راہ وہ چلائیں گے بے عذر چلیں گے۔ کلام پاک کے جو معنی وہ بتلائیں گے اُس پر
ویسا یقین کریں گے جیسا کہ حضور کے ارشاد پر رکھتے ہیں۔ حاصل کلام شاہ صاحب مذہب حق
کی معیار و شناخت یہ بتلاتے کہ بھائی ہمارا مذہب عین مذہب اہل بیت ہے ہم اُس مذہب
کو باطل جانتے ہیں کہ جو خلاف خاندان رسالت ہے۔ اگر شاہ صاحب ایسا جواب دیتے
تو سائل مذکور فوراً کہدیتا کہ حضور بخاری شریف میں تو ایک حدیث بھی ائمہ اہل بیتؑ
سے نہیں لی گئی ہزارہا احادیث مندرجہ بخاری سے ایک ہی دکھلا دیجئے جو کہ امام
جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہو آپ کے والد ماجد تو قرۃ العینین میں یہ فرما گئے
ہیں کہ عجب بات ہے کہ ابوہریرہ کا نمبر فقہ وغیرہ جمیع علوم میں حضرت علیؑ سے گھٹا ہوا
تھا اُس سے پانچہزار حدیثیں ہمارے علمائے متقدمین نے نقل کیں اور علیؑ سے جبتک
مدینہ میں رہے ایک حدیث کا پتہ نہیں چلتا البتہ جب وہ کوفہ میں گئے صرف پانچ سو

حدیثیں بیان کی جاتی ہیں مگر وہ بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچیں جن سے کوئی مسئلہ نکالا جاتا اُسی کتاب کے صفحہ (۲۰۹) پر گہر ریز ہوئے ہیں (کہ از ذریت مرتضیٰ فرقہ ضالہ برآمدند کہ ہیچ تقصیر نکردند در برہم زدن دین محمدی اگر حفظ او تعالےٰ شامل حال ایں ملت نبودے) پھر صفحہ (۲۱۲) پر لکھتے ہیں (در تاریخ قریب صد علوی را تواں یافت کہ خروج کردہ عالمے را بباد دادہ اند وآخر ہمہ خود نیز برباد رفتند) خلاصہ یہ ہوا کہ علیؑ کی اولاد نے گمراہی پھیلانے میں کمی نہیں کی اگر فضل خدا شامل حال نہوتا تو دین کی بربادی وہ پورے طور پر کر چکے تھے۔ معائنہ تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ قریب سو علوی لوگوں کے مدعی خلافت ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود برباد ہوئے اور لوگوں کو پریشان کیا۔ ولی اللہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں (ہمارے کل اصول شیخین کے احکام سے وابستہ ہیں امام شافعی نے ابو بکر و عمر کی سیرت سے بنیاد مذہب کو قائم کیا ہے) اس سے آگے فرماتے ہیں (ایں فقیر تا حال مطلع نہ شدہ است بر مسئلہ اصولیہ کہ ماخوذ باشد از کلام مرتضیٰ یا مستخرج باشد از افادات شاں) یہ بھی اُنہیں کا ارشاد ہے (در ہیچ فنے از فنون شریعت اعتماد کلی بر آثار مرتضیٰ نیست) میرے نزدیک ممکن نہ تھا کہ عبدالعزیز صاحب سائل کے سامنے اپنے باپ کے اقوال کی تکذیب کرتے۔ اگر بضرورت ایسا کرتے تو وہ تحفہ سے باب مکائد میں دکھلا دیتا کہ جناب نے خود تحریر فرمایا ہے کہ (ابو حنیفہ وغیرہ نے ائمہ اہلبیتؑ سے اکثر مسائل میں راہ اختلاف اختیار کی ہے) سوائے ازیں وہ اور بھی علمائے سابقین کے اقوال دکھلا سکتا تھا جنہوں نے ائمہ اہل بیتؑ کو معاذ اللہ پناہ بخدا الفاظ نالائق سے یاد کیا ہے۔ حقیر نے اعجاز داؤدی و تقریر دلپذیر میں بوجوہات شافیہ ثابت کر دیا ہے کہ علمائے اہل سنت نے توہین آل طاہرین کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا اور اپنے مذہب کو اُن سے بالکل بے تعلق ثابت کر دکھایا ہے۔ اکابر سنیہ کے نزدیک حضرت امیرؑ کا کوئی قول قابل اعتبار نہ تھا چنانچہ ترجمہ صحیح مسلم جلد اوّل مطبوعہ احمدی لاہور کے صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے (ابو بکر بن عیاش سے روایت ہے کہ میں نے مغیرہ سے سنا وہ کہتے تھے حضرت علیؑ سے جو روایت لوگ

کرتے تھے وہ نہ مانی جاتی تھی جب تک عبد اللہ ابن مسعود کے ساتھی اُسکی تصدیق
نہ کرتے تھے شاہ صاحب کو سائل کے سامنے اہل بیتؑ کو مرجع مذہب بتلانے
میں بڑے کھٹکے اور سخت دور اندیشیاں تھیں اگر وہ کسی کتاب یا عالم کا نام نہ لیتا
اور محض یہ کہہ بیٹھتا کہ جناب ہرگاہ نبی نے اُمّت کو قرآن و اہل بیتؑ کے حوالہ
کیا تھا تو حضرات ثلاثہ پر واجب تھا کہ اُن کی اطاعت کرتے خود خدمت گزار ہوتے
اور اُن کو آقائے نامدار جانتے۔ مگر قضیہ بالعکس ہے بعد نبی ثلاثہ حاکم اُمت
ہوئے اور اہل بیتؑ مثل دیگر خلائق رعیت حدیث ثقلین کی تو اول مخالفت شیخین
نے کی اگر اُن کو ہم ارشاد نبیؐ کا نہ ماننے والا سمجھیں جیسا کہ شیعہ جانتے ہیں اور بجرم
عدم متابعت نبیؐ اُن کی شان میں وہ خاص الفاظ بھی کہیں جو کہ شعار شیعہ ہے تو
کیا قباحت لازم آتی ہے معلوم ہوتا ہی کہ شاہ صاحب سائل سے ڈر گئے ہوں
کہ اگر ہم اطاعت اہل بیتؑ کو پیش کرتے ہیں تو یہ گھر کا بھیدی ہے ہمارے
مذہب میں جو آل رسولؐ سے علاقہ ہے اُس کو خوب جانتا ہے کہ کسی کو اُن کے
نام تک صحت سے یاد نہیں اس کے کان کھڑے ہو جائیں گے کہ ہیں یہ کیا!
لہٰذا اُنھوں نے آیہ ہجرت و آیہ غار کے بھنور میں ڈالکر اُس کو چکر دے دیا۔ قرینہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ سائل کوئی قابل شخص نہ تھا اگر ہوتا تو آیات پیش کردہ شاہ صاحب نے
پر بغور نظر ڈالتا کہ اِن کو کہاں تک خلفاء سے ہوسکتی ہے۔ قرینہ سے ظاہر ہوتا ہے
کہ کوئی تُلی جنگ یا چھری بند ہوگا۔ ایسے ہی آدمی اِس مذہب کے ارکان سمجھے جاتے
ہیں میرے پاس ایک بڑی دلیل اُس سائل کی ناقابلیت کی یہ ہے کہ شاہ صاحب
نے دو صریح جھوٹ اُس کے سامنے بولے اور وہ ایراد نہ کرسکا۔ ترجمۂ مصرحۂ بالا
میں لکھا ہے۔ سائل سے شاہ صاحب نے کہا کہ صحابہ دوستدار اہل بیتؑ
اور اُن کے خدمت گزار تھے (الجواب) مستفسر کہہ سکتا تھا کہ حضور دوستی امورات
قلبیہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ حسب منشاء سامی اصحاب کرام اہل بیتؑ عظام سے
مخلصانہ تعلقات دل میں رکھتے ہوں۔ لیکن خدمت گزاری ایسی چیز ہے جو کہ

ظاہری طور پر مشاہدہ میں آسکتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا حضور صاف طور پر
فرمائیں کہ خلفاء اہل بیت کی کیا خدمت کرتے تھے۔ قنبر غلام مرتضوی کیا کچھ بیدبانے
تھے۔ دُلدُل کے لئے گھاس کھود لاتے تھے۔ حضرت امیرؑ کے اونٹ کو ببول
کے پتے چرانے کے لئے جنگل میں لیجاتے تھے۔ آخر وہ کام بھی تو بتلائیے جو
بحیثیت خدمتگاری یہ بزرگوار کرتے رہتے تھے۔ مگر سخت افسوس ہے کہ سائل
بالکل کندۂ ناتراش ہے۔ لکھا پڑھا تھا۔ علم تاریخ سے اُس کو مطلق آگاہی نہ تھی
جس وقت شاہ صاحب نے کہا تھا کہ حضرت امیرؑ خلفاء کے ایسے دوست
تھے کہ اُن کے ساتھ لڑائیوں میں جاتے تھے اُسی وقت کہہ سکتا تھا کہ حضور اتنا
صریح جھوٹ نہ بولئے خلفاء خود تو بنفسِ نفیس کسی جنگ میں گئے ہی نہیں حضرت امیرؑ
کیونکر اُن کے ساتھ ہو لئے تھے۔ علیؑ کیونکہ فاتح اور بہادر اور قتال عرب تھے
کسی ایک لڑائی کا تو نام لیجئے کہ فلاں جنگ میں فلاں خلیفہ یا سب کے ساتھ
میدان حرب میں گئے اور فلاں فلاں کافر اُن کے ہاتھ سے داخل دارالبوار
ہوا معلوم ہوا کہ وہ شخص نرا بز اخفش تھا۔ شاہ صاحب کی خلاف واقعہ باتیں سنکر
نافہمی سے گردن ہلا یا کیا۔ میں شاہ صاحب کے کلام کو سب اود ریسر صاحب کے بیان
سے جھٹلاتا ہوں صفحہ ۲۲ سطر ۱۲ پر سب اودریسر مرتدین کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے
لکھتے ہیں (حضرت علیؑ خلفاء کے ہمراہ رہکر مرتدین سے کیوں نہ لڑے نہ خود ہمت
کی نہ خلفاء کے ساتھ شریک جنگ ہوئے) پیر و مرید دو رستوں پر چل رہے ہیں
پیر کہتا ہے کہ خلفاء کے ساتھ رہکر لڑائیوں میں جان لڑائی مرید صاحب فرماتے
ہیں کہ علیؑ نہ خود مرتدوں سے لڑے نہ خلفاء کو مدد دی نہ معلوم ان دو مختلف القول
میں سچا کون ہے۔ ہائے افسوس اہل سنت دیدۂ بصیرت نہیں کھولتے جو کچھ فتاوے جی
لکھ گئے ہیں اُس کو صحیح مان کر اَڑے ہوئے ہیں کتنا ہی بتلاؤ سمجھاؤ ایک نہیں سنتے
سائل اور شاہ صاحب تو دونوں گئے گزرے ہوئے میں سب اودریسر اور اُن کے
ہم عقیدہ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ بخاری و مسلم میں جو لکھا ہے کہ حضرت سیدہؑ ابوبکر پر

بی بی غضبناک ہوئیں کہ تادم حیات کلام نہ کیا اور حضرت امیرؑ نے بر بنائے وصیت
حضرت سیدہ شیخین کو جنازہ پر نہ بلایا۔ کیا دوستی و محبت دنیا میں اسی کا نام ہے۔ حضرت
عمر دربار عام میں کہہ رہے ہیں کہ اے علیؑ و عباس تم ہم دونوں (ابوبکر و عمر) کو
جھوٹا بے ایمان۔ دغاباز جانتے ہو۔ مدعیان محبت غور فرمائیں کہ کوئی دوست اپنے
دوست کو ایسا سمجھا کرتا ہے جیسا کہ بقول عمر علیؑ شیخین کو جانتے تھے اہل سنت کا یہ عین عقیدہ
ہے کہ حضرت علیؑ نے خلفائے ثلاثہ کی برغبت بیعت کی اور اُن کو امام الصدق و خلیفۂ حق
سمجھا۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہوا تو جناب امیرؑ نے جھوٹوں کی بیعت کی اور ایسے ناہنجار
لوگوں کے پیچھے نماز پڑھی جو شخص کہ مقتدی بنکر جھوٹے کی اقتدا کرے وہ اپنے
اعمال کا تباہ کرنیوالا ہے۔ جواب سائل شاہ صاحب نے بھی حضرت امیرؑ کی اطاعت
کا اقرار فرمایا ہے جیسا کہ سب اوورسیر صاحب ترجمہ میں حسب توضیح بالا فرماتے ہیں (حضرت
علیؑ نے جو اُن سے میل جول کیا اور اطاعت کی) شاہ صاحب بھی عجب خوش حافظہ
ہیں سائل سے پہلے یہ کہا کہ خلفاء خدمت گزار اہل بیت تھے اُسی زبان سے
بفاصلہ قلیل ارشاد کیا کہ حضرت علیؑ نے خلفاء کی اطاعت کی۔ ہم کو معلوم نہیں ہو سکتا
کہ خدمت گزار کی اطاعت کیا مرتبہ رکھتی ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ نبیؐ علیؑ کو
پیشوائے اُمت قرار دیں اور وہ اپنے منصب خداداد سے دستکش ہو کر اُن
لوگوں کی اطاعت کریں جو کہ اُن کے مطیع کئے گئے تھے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ
بعد وفات سرور کائناتؐ جبکہ بسازش و اتفاق چند کس حضرت ابوبکر خلیفہ ہو گئے تو حضرت
علیؑ سے کہا گیا کہ آپ بھی بیعت کریں جناب نے عذر کیا کہ ایسا خیال چھوڑ دو نبیؐ کے
گھر سے اُس عزت کو دور نہ کرو جو کہ خدا نے اُن کو عطا فرمائی ہے قرآن ہمارے
گھر نازل ہوا مہبط وحی ہم ہیں تم کو ہماری اطاعت کرنی چاہئے اِس پر طولانی گفتگو
ہوئی آخرکار خلیفۂ اول نے کہا کہ میں آپ پر جبر نہیں کرتا بالفعل دولت سرای کو جائیے
جناب سمجھ کر کام کیجئے روضۃ الاحباب وغیرہ میں بہت تفصیل سے یہ معاملہ لکھا ہے
الغرض حضرت امیرؑ صحابہ کی بےموقع دست اندازی سے ناراض و دل تنگ ہو کر

گوشہ نشین ہوگئے اور اُن کے انتظامات میں رائے زنی و دخل دہی سے کنارہ کش ہوگئے۔ فاطمہ زہرا نے محنت مزدوری کی یہودیوں کی مزدوری کرکے اپنی اوقات بسر کرنے لگے خلافت مآب نے بڑی بڑی زیادتیاں کیں۔ فدک جس کی آمدنی کثیر تھی قبضۂ سیدہ سے نکالکر خاص اپنے جیب خرچ کے لئے گویا داخل خالصہ کرلیا۔ چنانچہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔ (اِنّ فدک جعلها ابو بکر نفسه خالصةً وبعده عمر ایضاً) یعنی ابوبکر و عمر نے اپنی ذات خاص کے لئے فدک کو زیر تصرف کرلیا تھا۔ ضبطی املاک پر بھی نہ رکے اُن کا گھر جلانے کے لئے گئے مگر علیؑ نے بیعت نہ کی امام مسلم لکھتے ہیں کہ جب تک فاطمہ زہرہ زندہ رہیں لوگ کچھ لحاظ و پاس حضرت علیؑ کا کرتے رہے جب وہ وفات پاگئیں تو وہ ظاہری رواداری بھی لوگوں نے چھوڑ دی۔ سب کے دفعتہ آنکھ پھیر لینے سے علیؑ مضطر ہوگئے اور آمادۂ صلح ہوکر ابوبکر کو پیغام دیا کہ تم مجھسے تنہائی میں ملو عمر تمہارے ساتھ نہ آئیں کیونکہ حضرت امیرؑ اُن کی صورت دیکھنے سے کراہت کرتے تھے عبارت متعلق بہ مضمون بالا یہ ہے (وکان لعلی من الناس وجهة حیوة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر ومبایعته ولم یکن تابع تلك الاشهر فارسل الی ابا بکر ان ائتنا ولا یأتنا معك احد کراهة محضر عمر بن خطاب) جمع بین الصحیحین و جامع الاصول میں بھی یہ عبارت درج ہے۔ کیا اطاعت اسی کو کہتے ہیں۔ اے حضرت تمام اہل عرب حضرت امیرؑ کے دشمن جان تھے سوائے معدودے چند کے ایک متنفس بھی آپ کا دوست نہ تھا ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں (قال شیخنا ابو جعفر اسکافی کان اهل البصرة کلهم یبغضون علیاً وکثیر من اهل المدینة واما اهل مکة فکلهم یبغضونه قاطبةً وکان قریش کلها علی خلافه) یعنی شیخ ابو جعفر اسکافی کہتے ہیں کہ تمام اہل بصرہ علیؑ سے عداوت رکھتے تھے اور مدینہ کے اکثر آدمی اُن کے مخالف تھے اور مکہ والے تمامی اُن کے خصم جانی تھے اور قریش ہمہ تن گام فرسائے راہ مخالفت تھے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ ابو جعفر اسکافی

کہنا نہایت ہی صحیح و بجا ہے اگر کل عرب آپ کا دشمن نہوتا تو جنگ جمل و صفین میں
عائشہ و معاویہ کے ساتھ جم غفیر آمادہ قتال ہوکر بحکم آیہ (ویقتلون الذین یامرون
بالقسط من الناس فبشرہم بعذاب الیم) وعید شدید میں داخل ہوکر مستحق
دار البوار نہ ہوتے۔ اہل سنت کا یہ صریحی دھوکہ ہی کہ اہل بیت و ثلاثہ و امثالہم
باہم خود متحد بتلاتے ہیں ہرگز ایسا نہ تھا۔ بلکہ اُن میں شدید عداوت تھی اور حضرت
امیر نے بہ طیب خاطر و خوشدلی کبھی اُن کی حکومت کو پسند نہیں کیا مدام کارہ و دل تنگ
رہے چنانچہ شارح مقاصد لکھتے ہیں (وفی ارسال ابی بکر عمر و ابا عبیدۃ الی
علی رسالۃ لطیفۃ رواہا الثقات باسناد صحیحۃ تشتمل علی کلام
کثیر من الجانبین و قلیل غلظۃ عمر و علی ان علیاً جاء علیہما
و دخل فیما دخلت فیہ الجماعۃ وقال حین قام عن المجلس بارک اللہ
فیما ساءنی وسرکم) مطلب یہ ہوا کہ ابو بکر نے جو عمر و ابو عبیدہ کو حضرت امیر
کے پاس بھیجا یہ رسالت نازک و لطیف ہے معتمدین نے باسناد صحیح اُس کو
نقل کیا ہے علیؑ و عمر میں کچھ تلخ گفتگو واقع ہوئی بالآخر علیؑ اُن کے شریک ہوگئے
اور جس وقت وہاں سے اُٹھے تو صاف کہدیا کہ اس حکومت میں برکت ہو جس نے مجھ کو
رنجیدہ اور تم کو مسرور کیا۔ اہل دانش سوچ لیں کہ عمر زبردستی کرکے شدید و غلیظ
گفتگو سے حلقۂ اطاعت میں علیؑ کو داخل کرنا چاہتے ہیں اور وہ نہایت گراں خاطری
سے اپنا ملال اور اُن کا سرور ظاہر کر رہے ہیں کوئی ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ بیعت
مرتضوی بہ خوش دلی واقع ہوئی تھی اور اُن میں ایسا ہی اتحاد تھا جیسا کہ یاران صادق
میں ہوا کرتا ہے سنیوں کی یہ محض شرارت ہے کہ اُن کو یار جانی بتلاتے ہیں بالجملہ
جو تناقض شاہ صاحب کے کلام میں ہے ایسا کسی اور شخص کے بیان میں کم
پایا۔ ایک شیعہ نے مختصر رسالہ بھی (بہ تحفۂ منقلبہ) فارسی زبان میں لکھا ہے جو کہ
لکھنؤ میر عابد علی صاحب کے مطبع میں چھپا ہے۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ
شاہ صاحب کے کلام میں جو تناقض و اضداد ہیں اگر اُن سب کو ایک فہرست میں

جمع کردوں تو رسالہ ہو جائے۔ بطور نمونہ یہ چند اقوال ہو کر بالکل تناقض و متضاد ہیں
دکھلاتا ہوں تاکہ اہل سنت کی نظر میں اپنے عالم کامل کی عزت کو ترقی ہو۔ حقیقت یہ ہے
کہ اس بزرگ اہل سنت نے تحفہ میں وہ گیڑ پیٹر کی ہے کہ آگے پیچھے کا بالکل خیال نہیں کیا
فریب دہی عوام مد نظر کر کے جو خشک و تر چاہا لکھدیا۔ جانتے تھے کہ ہمارے مریدوں
معتقدوں میں سمجھدار کون ہے جو ہم لکھ جائیں گے وہ نوشتۂ قدرت سمجھا جائیگا۔ چنانچہ
اس کا اثر دیکھ لو تحفہ کی شیعہ نے اسقدر دھجیاں اڑائی ہیں کہ پارہ پارہ کر دیا ہے
لیکن ان کے پیرو یہی کہے جاتے ہیں کہ آجتک شیعہ سے تحفہ کا جواب نہیں لکھا گیا۔
میرے قلم میں طاقت نہیں کہ صاحب تحفہ کی چالاکیوں کو لکھ سکے اگر عقلائے اہل سنت
غور فرمائیں گے تو خود شاہ صاحب کی تحریر ان کو بتلا دے گی کہ فوراً شیعہ ہو جاؤ۔ ایک
لمحہ کے لئے سنی نہ رہو۔ تحفہ کے صفحہ (۲۰۱) باب چہارم سے حدیث ثقلین کی بابت کچھ
اول گفتگو کر چکا ہوں بنظر توضیح مطلب اب بتفصیل عرض کرتا ہوں۔ شاہ صاحب صفحہ
مذکورہ بالا پر فرماتے ہیں (باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی ثابت است کہ پیغمبرؐ فرمود
انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بہما
لن تضلوا بعدی یعنی من درمیان شما دو چیز بزرگ می گذارم قرآن۔ و اہل بیت
اگر اطاعت و پیروی شان کنید ہرگز گمراہ نشوید ازیں معلوم شد کہ پیغمبرؐ ما را حوالہ بایں دو چیز
عظیم القدر فرمودہ پس مذہبے کہ مخالف ایں ہر دو باشد عقلاً و شرعاً باطل است) اس سے
آگے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ سنی و شیعہ میں کون گروہ پیرو قرآن و اہلبیت
ہے۔ محتشم الدولہ فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ ہم اہل سنت اتباع اہل بیتؑ کرتے ہیں۔ قرآن بھی ہمارا
ہی زیور بغل ہے شیعہ قرآن کو نامعتبر جانتے ہیں اور اہل بیتؑ میں امہات المومنین عائشہ
وغیرہا کو داخل نہیں کرتے حالانکہ بلا بی اصلی اہل بیتؑ کہی جاتی ہے صرف اولاد فاطمہ علیہا السلام
کو ذریت رسولؐ جانتے ہیں۔ اس میں بھی پورا حصہ نہیں رکھتے۔ چند امام زادوں سے حسن عقیدت
رکھتے ہیں اور بجرم انکار امامت ان کو اچھا نہیں جانتے اس مضمون کو سبا اور میر صاحب
نے بھی صفحہ ۲۴ سے لغایت ۲۷ بہت شرح سے لکھا ہے بپاس خاطر شاہ صاحب و

دب اودبیر صاحب تسلیم کیا جاتا ہے کہ معاذ اللہ پناہ بخدا گروہ شیعہ قرآن و اہل بیتؑ
سے برگشتہ ہے اور سنی صاحب دونوں کی اطاعت میں سرگرم و کمربستہ ہیں جاننا
اور سمجھنا چاہیے کہ جس وقت آنحضرتؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اُس وقت
اہل بیت میں کون موجود تھا اور جن کو حکم بہ اطاعتِ قرآن و اہل بیتؑ کیا گیا تھا وہ
کون بزرگوار تھے۔ ظاہر ہے کہ (انی تارکؐ فیکم الثقلین) اُن کو سنایا گیا تھا جو
حضورانورؐ کا کلام بہ ہدایت نظام زیر منبر بیٹھے ہوئے سن رہے تھے وہ بالقطع والیقین
حضرات ثلاثہ و دیگر صحابہ تھے۔ اور اہل بیتؑ میں سردفتر حضرت امیرؑ تھے گو کہ حسب عقیدہٗ
اہل سنت ازواج سے بی بی عائشہ صدیقہ بھی ہوں۔ اب ہم کو یہ دیکھنا ضروری ہوا کہ
بعد انتقالِ سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سامعین حدیث نے کیا تعمیل کی۔ ظاہر ہے
کہ حضرت صدیق نے بہ امداد خلیفۂ دوم و ابوعبیدہ جرّاح تخت خلافت پر جلوہ گر ہو کر
اہل بیتؑ سے خواہش کی کہ تم میری بیعت کرو۔ جبکہ انہوں نے انکار کیا۔ حسب اندراج
کتب سُنیہ مندرجۂ تشئید المطاعن حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لیکر دروازہ سیّدہؑ
پر گئے اور سخت دھمکی دی کہ بیعت کرو ورنہ یہ گھر جلا دوں گا۔ سبحان اللہ حضراتِ خلفاء
نے نبیؐ کے حکم کی کیا خوب تعمیل کی حضور انور حضرت امیرؑ کو جو کہ راس و رئیس اہل بیتؑ تھے
سردار امت فرمائیں اور خلیفہ صاحب برد حکم نبویؐ اُن کے تابعدار رہنے میں بجائے
شاں ہوں کہ گھر پھونک دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ خلفاء راشدین اور بہ اتباع اُن کے
تمام اہل سنت تا قیام قیامت قرآن و اہل بیتؑ سے روگرداں ہو گئے۔ اگر بقول
اہل سنت و شاہ صاحب و دبیر صاحب ازواج بھی حصہ دار حدیث ثقلین
ہیں اور اُن کی اطاعت یا محبت و تعظیم اُمت کے گلے مڑھی گئی ہے تو حضرت امیرؑ نے
صدیقہ نساں سے کیوں جنگ کی اور اُن ہزارہا آدمیوں کو جو کہ معظمہ کے اونٹ کی
دم پکڑے ہوئے تھے کس لئے تہ تیغ کیا۔ افسوس ہے کہ علیؑ نے کچھ بھی خیال نہ کیا
ام المومنین اور قرآن اطاعت میں ایک نمبر پائے ہوئے ہیں۔ چونکہ سنیوں کے
اکے خلیفہ سے یہ فعل خلاف منشائے حدیث موصوف صادر ہوا ہے لہٰذا وہ اپنے

خلیفہ کی اس الزام سے برات فرمائیں۔ حدیثِ ثقلین چونکہ مسلمۂ اہل سنت ہے۔ لہٰذا
وہ ایسے چکر میں پڑے ہیں کہ نہ حدیث کو جھٹلا سکتے ہیں نہ خلفا کا اُس پر عامل ہونا جھٹلا
سکتے ہیں۔ شیعہ بمتابعتِ حدیث موصوف بعد سرورِ عالم تمام مسلمانوں کو خدمتگار اور
حضرت امیرؑ کو جو کہ سرتاج اہل بیتؑ ہیں سردار جانتے ہیں اور اسی طرح اُن کی اولاد اطہار
کو جو کہ بنی فاطمہؑ ہیں معلم دین سمجھتے ہیں۔ ان بولتے ہوئے قرآنوں نے جو مطالب فرقانی
بتلائے اُن کو عین ایمان جانتے ہیں۔ پس پورا عمل دونوں چیزوں پر شیعہ کا ہے اور
سنی بوجہ مخالفتِ حکمِ رسولؐ وادی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضرتؐ فرما گئے
تھے کہ دونوں سے تمسک کرنے والا ہرگز سالک مسلک ضلالت نہ ہوگا۔ بعض مجاہل
کا میں نے یہ مقولہ سُنا ہے کہ سنی و شیعہ نے ثقلین کے دو حصے کر لئے ہیں ایک کے
مالک سنی ہیں اور دوسرے کے شیعہ۔ سنیوں کے قرعہ میں قرآن ہے وہ اس کو حفظ
کرتے ہیں۔ بڑے اہتمام سے چھپواتے ہیں ہر طرح خدمت قرآنی میں کوشاں رہتے ہیں
شیعہ نے قرآن کو چھوڑ دیا نہ کسی کو اُس کے حفظ کی طرف مائل پاتے ہیں نہ کوئی اور خدمت
کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ جن لوگوں نے ایسا خیال کیا ہے بالکل غلط ہے
مخبر صادق تتمۂ حدیثِ ثقلین میں فرما گئے ہیں (لن یفترقا حتی یردا علی الحوض) یعنی
دونوں باہم گھلی ملی رہیں گی ایک کو دوسری سے علیحدگی نہ ہوگی یہاں تک کہ دونوں
دست و بغل ہوئی حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گی۔ دیکھو دوسرے موقعہ پر آنحضرتؐ
نے فرمایا ہے (القرآن مع علیؑ و علیؑ مع القرآن) قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ
قرآن کے ساتھ ہیں۔ اگر دونوں میں جدائی ہوتی تو نبیؐ ان کو (حبل المتین) بٹی ہوئی مضبوط
رسی نہ فرماتے۔ رسی میں متانت و مضبوطی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اُس کے جملہ
اجزا باہم گرچیاں اور بل کھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا قرآن و اہل بیتؑ باہم خود بخود
ایسے وصل ہیں کہ جیسے گھٹی ہوئی وصلی کے ورق جن کا ایک دوسرے سے جدا ہونا محال
و ناممکن ہے یہ اس عنوان تابع قرآن تابع اہل بیتؑ ہے اور مطیع اہل بیتؑ مطیع قرآن۔
اس میں رتّا بوٹی ممکن نہیں۔ بلا متابعتِ خاندان رسالت الفاظ کلام مجید کا یاد کر لینا

کچھ کارآمد نہوگا تاوقتیکہ اُس کے معنی ومطالب سے حسب افادات اہل بیتؑ آگاہی نہو ہزاروں آیتیں کافروں کو حفظ ہوتی ہیں پھر نتیجہ کیا سب اوور سیر صاحب تنویر کے صفحہ (۲۵) سطر ۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ (حضرتؐ نے تو سب لوگوں کو قرآن واہل بیتؑ کی تعظیم جتادی کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اُمت میں اختلاف پڑیگا قرآن کے مضمون سے لوگ غفلت کریں گے اور اہل بیتؑ کی تعظیم ومحبت میں افراط وتفریط کریں گے بلکہ بجائے محبت عداوت پر کمر باندھیں گے جیسے کہ خارجی وناصبی وغیرہ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا زمانۂ وفات قریب ہے میرے بعد ہدایت کی صورت یہ ہے کہ قرآن پر عمل رکھیو کہ اُس میں سراسر نور اور ہدایت ہے مجمل ومفصل اُس میں موجود ہے اور اہل بیتؑ کی تعظیم وتکریم ومحبت کرنا) بحمد اللہ اس کا پتہ لگ گیا کہ آنحضرتؐ بہ علم نبوت آگاہ تھے کہ خارجی وناصبی میری اولاد سے عداوت کریں گے۔ حقیر نے ایک رسالہ مسمیٰ بہ تقریر دلپذیر لکھا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں سب خارجی ہیں کوئی سنی نہیں اس رسالہ کی پشت پر دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا گیا ہے کہ جو شخص دنیا میں برد مضمون رسالۂ مذکور سنیوں کا خارجی نہونا ثابت کرادے گا رقم کثیر اُس کو رؤسائے شیعہ سے دلادی جائے گی رسالۂ مذکور میں بتائید دعوئ خود ایک حنفی المذہب عالم کا بیان بھی پیش کردیا ہے کہ بہ طمع جاہ وثروت علمائے اہل سنت ناصبی وخارجی ہوگئے۔ شکر خدا کہ تحریر مخاطب سے ثابت ہوگیا کہ ناصبی وخارجی بہ علم آں سرورؐ اہلبیتؑ سے مخالفانہ روش اختیار کرنے والے تھے۔ لہٰذا آپ نے بہ نظر حفظ ماتقدم اُن کی تنبیہ وگوشمالی کے لئے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ اس جگہ اہل بیتؑ کے معنی بھی واضح ومنقح ہوگئے۔ شاہ صاحب وسب اوور سیر صاحب نے جو زبردستی عایشہ صاحبہ کو اہل بیتؑ میں داخل کرکے مقصود حدیث ٹھہرایا ہے وہ غلط ہوگیا کیونکہ خارجی بی صاحبہ کے نام پر قربان ہونے والے ہیں۔ بلکہ اصل منبع خروج ونصب اُنہیں کی ذات بابرکات تھی اگر وہ اصلی اہل بیت میں ہوتیں تو اُن کے دوست خارجیوں وناصبیوں کی سرزنش کیا معنی رکھتی ہے۔ بلکہ واجب تھا کہ اُن کی حضرتؐ تعریف فرماتے۔ کیونکہ محب اہل بیتؑ تھے

سب جانتے ہیں کہ خوارج و نواصب علیؑ و اولاد علیؑ کو خاکم بدہان شان بُرا کہتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ حدیث موصوف میں اہل بیتؑ سے یہی مراد لئے گئے ہیں اور کوئی نہیں۔ اب یہ بات دکھلائی جاتی ہے کہ وہ دشمنان اہل بیتؑ کس امام کے پیرو ہیں۔ کل عالم جانتا ہے کہ نجدیوں کی ہیئت کذائی اونچا پاجامہ نیچی داڑھی ہاتھ میں کاٹھ کی تسبیح اور سر پر ابوبکر و عمر کے نام کا وظیفہ پس حضرت کو مریدان شیخین سے کھٹکا تھا جبھی آپ نے اہل بیتؑ و قرآن کو ہدایت امت کے لئے چھوڑا تھا۔ کیونکہ بقول سب او ور سیر صاحب (آپ جانتے تھے کہ خوارج و نواصب بجائے محبت عداوت پر کمر باندھیں گے) شکر خدا کہ حدیث ثقلین کی مخالفت کرنے والے سُنی لوگ ہیں جو کہ فی الواقع حسب صراحت رسالۂ مذکور قدا لصدر یقینی خارجی ہیں اگر حضرات سُنیہ خروج کا سیاہ دھبہ اپنی پیشانی سے مٹانا چاہیں تو رسالۂ مذکرہ بالا کا جواب دیں اگر اہل سنت اپنا خارجی ہونا تسلیم نہ فرمائیں گے تو لا اقل اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ خارجی اُن کے چچا زاد یا پیر بھائی ہیں۔ کیونکہ ایک مُرشد کے دونوں چیلے ہیں۔ پس بوجوہات بالا ثابت ہو گیا کہ اہل بیتؑ سوائے آل نبیؐ و اولاد علیؑ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور جس نے سب سے اوّل مخالفتِ حکم نبوی کی وہ شیخین اور اُن کے طرفدار تھے خوارج و نواصب کو یہ ریزہ چینی اُنہیں کے خوان کرم سے نصیب ہوئی ہے جو عاقل ان چند اوراق کو بہ ترک تعصب و اعتسافات دیکھے گا راہ حق مثل پکی سڑک کے اُس کو مل جائے گی۔ اس مرحلہ سے فراغت پاکر آیات قرآن کی توضیح کرتا ہوں جن کو بجواب سائل شاہ صاحب نے حق و باطل کی کسوٹی تجویز فرمایا ہے۔

توضیح و تشریحِ آیات مندرجۂ وسیلۃ النجات جن کا سب او ور سیر صاحب نے ترجمہ کیا ہے

آیۂ اوّل مندرجۂ وسیلۃ النجات

(وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الیٰ آیہ) پوری آیت

معہ ترجمہ کے جو کہ سب او وحیہ صاحب نے کیا ہے اوراق ابتدائی میں لکھی گئی۔ شاہ صاحب
نے ظاہر کیا ہے کہ یہ آیہ مبارکہ مہاجرین کی فضلیت و تعریف میں وارد ہوئی ہے اور ابو بکر
سابق الہجرت ہیں پس جو شخص ابو بکر کو پہلا مہاجر نہ سمجھے وہ کافر ہے۔ چونکہ شاہ صاحب کو دھوکے
اور افترا میں ید طولے حاصل ہے۔ لہٰذا انہوں نے سائلِ نافہم کو مغالطہ دیا کہ شیعہ ابو بکر کو
نمبر اول کا مہاجر نہیں جانتے تمام شیعہ متفق ہیں کہ حضرت ابو بکر ختمی مرتبت کے ساتھ مکہ سے
نکلکر مدینہ گئے افسوس ہے کہ ایسا عالم جس کے تحفہ کا ہر حرف سنیوں کے نزدیک صدق
و راستی کی سیاہی سے لکھا ہوا ہے ایسا خلاف واقعہ تحریر فرمائے۔ شاہ صاحب نے
ہمارے سائل کو دو غلطیوں کے چکر میں ڈالا اول شیعہ کو ابو بکر صاحب کے مہاجر اول
نہ سمجھنے سے دوم آیت میں بوجہ ہجرت اُن کی تعریف ہونے سے امر اوّل کی حقیقت
دکھا چکا کہ کسی شیعہ کو ابو بکر صاحب کے مہاجر ہونے سے انکار نہیں۔ ثانی کی کیفیت عرض
کرتا ہوں۔ آیہ شریفہ میں اُن لوگوں کی تعریف مقصود باری نہیں جنہوں نے سب سے اول و
اقدم ہجرت کی سیاقِ کلام پر نظر فرمائی چاہیئے (من المہاجرین و الانصار) یعنی
مہاجرین و انصار سے جس نے سبقت کی۔ چونکہ انصار میں صفت مہاجرت نہیں ہے
لہذا حضرات اہل سنت فرمائیں کہ اُن لوگوں میں سے کس نے ہجرت کی تاکہ (من)
مندرجہ آیہ کی تصدیق ہوجائے۔ جب تک اہل سنت کسی انصار کی ہجرت کا ثبوت
نہ دیں شاہ صاحب کو جیسا سمجھنا چاہیئے سمجھیں۔ اہل سنت خلاف منشائے باری
لفظ مہاجرین آیت مستدلہ میں دیکھکر اکڑے جاتے ہیں کہ دیکھو خدا نے مہاجرین اولین
کی تعریف کی اور سابق الہجرت حضرت ابو بکر ہیں پس وہ ممدوح فی القرآن ہو گئے۔ حالانکہ
اُن کا منطقہ بالکل غلط ہے ہجرت کی آیت میں تعریف ہی نہیں بلکہ مہاجرین و انصار اور
اُن کے تابعین کے اُس فعل کی مدح ہے جس میں اُنہوں نے سبقت حاصل کی اِس
موقع پر تنقیح طلب یہ امر ہے کہ اقسامِ سہ گانہ متذکرۂ بالا کا وہ کونسا ایسا فعل ہے جس میں
وہ سابق ہو کر لایق مدح ہوئے واضح رائے اربابِ خرد ہو کہ مجرد ہجرت لایق ستایش
نہیں ہو سکتی بلکہ اُس کے ساتھ اور باتوں کا اشتمال بھی ضروری ہے مثلاً عرض کیا جاتا ہے

کہ اگر کوئی منافق مکہ سے مدینہ آیا ہو اور ایمان کامل اور عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں
اُس نے کوئی حصہ نہ پایا ہو تو صرف ہجرت اُس کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ تکمیل ایمان
کے لئے جمیع شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے۔ سبقت سے اس جگہ مراد خدا و رسول پر ایمان
لانے سے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے سے ہے۔ دیگر آیات قرآنی پر نظر کرنے سے بأحسن
الوجوہ یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ بہ لحاظ اطمینان سب اور سیر صاحب اول ایمان کی حقیقت دکھلاؤں گا
پس ازاں جہاد کی دونوں صفات میں جس کی سبقت پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے گی اُسی کی
تعریف آیۂ موصوف الصدر میں ہے اور اُسی کا اتباع کرنے والے بحکم (والذین اتبعوھم
باحسان) شایان الطاف الٰہی ہیں وہ بزرگ جس نے بہ اتفاق امت شرف اسبقیت ایمان
کو حاصل کیا حضرت امیر علیہ السلام ہیں۔ یہ معاملات صدہا مرتبہ کتب مباحثہ متکلمین کے
زیر قلم آچکے ہیں حقیر نے رسالۂ جام جہاں نما میں اس واقعہ کے متعلق پوری گفتگو کی ہے
بضرورتِ موقع اس جگہ مختصر عرض کرتا ہوں۔ خود آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ ستا برس
تک فرشتوں نے مجھ پر اور میرے بھائی علیؑ پر درود بھیجا ہے۔ ابو طالب ہردی نے
اپنی مسند میں اس واقعہ کو بہ تفصیل لکھا ہے۔ نیز ثعلبی مفسر و عالم موصوف الصدر نے
اُس حیرت انگیز معاملہ کو بھی حوالۂ قلم فرمایا ہے جو کہ اسمٰعیل بن یاس بن عفیف نے اپنے
دادا سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسمٰعیل مذکور کا دادا اپنے پوتے سے کہتا ہے کہ میں
بر سبیل تجارت حج کے زمانہ میں مکہ آ کر عباس ابن مطلب کا مہمان ہوا۔ پشت کعبہ پر
ایک مرد و ایک عورت و ایک چھوٹے لڑکے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ چونکہ بایں عنوان
کوئی واقعہ میرے مشاہدہ میں نہ آیا تھا تعجباً عباس سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے اُسنے
جواب دیا کہ ان میں دو میرے بھتیجے ہیں اور ایک بڑے برادر زادے کی بیوی ہے۔
آگے جس کو دیکھتے ہو وہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں ان دونوں نے اس کی نبوت کو تسلیم
کیا ہے روئے زمین پر سوائے ان کے چوتھا اس طریقے کا پابند نہیں۔ علاوہ بریں
کتاب شواہد التنزیل میں اس کے متعلق اخبار متفرقہ نقل کئے گئے ہیں۔ ابو القاسم
حسکانی عبد الرحمٰن ابن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ قریش سے دس آدمی پہلے ایمان لائے

نمبر اول پر اُن میں علیؑ ہیں ابن عباس اور جابر ابن عبداللہ و انس و زید ابن ارقم و مجاہد و قتادہ و ابن اسحٰق وغیرہ کا قول ہے کہ سب سے پہلے خدیجہ ایمان لائیں اور بعد اُن کے انس کہتے ہیں کہ حضرتؐ دوشنبہ کو مبعوث بہ رسالت ہوئے اور سہ شنبہ کو حضرت امیرؑ نے اُن کے پیچھے نماز پڑھی ابن مغازلی شافعی نے لفظ سابقون مندرجہ آیہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس جگہ سبقت سے مراد حصولِ ایمان ہے۔ چنانچہ یوشعؑ بن نون نے حضرت ہارونؑ و موسیٰؑ پر سبقت کی اور حبیب نجار نے عیسیٰ علیہ السلام پر۔ غرضکہ حضرت امیرؑ کی سابق الاسلامی ایسی مشہور عالم ہے کہ جس کے لئے زیادہ ثبوت دینے کی ضرورت نہیں۔ عبداللہ بن موسیٰ عباد بن عبداللہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں بندہ خدا اور نبی کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں میرے بعد جو صدیق کہلائے گا وہ دروغ گو ہے میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ سات برس تک نماز پڑھی۔ مولوی مہدی علی صاحب نے بھی آیاتِ بینات میں حضرتؑ کے ارشاد بالا کو نقل فرما کر تصدیق کی ہے اور حضرت امیرؑ کا یہ شعر

سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت اوان حلمی

ایسا زبانزد ہے کہ جس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ میں نے ایسی حالت میں اسلام کی طرف تم سب سے پہلے سبقت کی ہے کہ جس وقت میں نابالغ بچہ تھا۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ آیۂ صدر کی یہ مراد نہیں کہ جو ہجرت میں اول ہے وہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مصداق ہے بلکہ مراد خداوندی یہ ہے کہ مہاجر و انصار اور اُن کے پیرو میں سے جس نے جہاد میں سبقت یعنی جان فشانی و عرق ریزی کی یا کہ مسبوق بہ ایمان ہوا وہ مستحق بشارت حسب مضمون آیت ہے بعد ازیں یہ دیکھنا ضروری ہوا کہ حضرت امیرؑ کے پیرو کون ہیں سنی یا شیعہ اس امر جانچ کے لئے عقل بالانصاف سے کام لینا چاہیے کہ شیعہ کس کو کہتے ہیں اور حضرت امیرؑ سے اُن کو کہاں تک علاقہ ہے۔ اس کا فیصلہ کتب لغات سے کیا جاتا ہے۔ منتہی الارب و صراح و کلیات ابوالبقائے اکبری و محیط المحیط و قاموس میں لکھا ہے (ہر شخص کا پیرو اور مددگار اُس شخص کا شیعہ ہے اور یہ لقب دوستداران علیؑ

و اہل بیت علیؑ کا قرار پا گیا ہے حتیٰ کہ خصوصیت کے ساتھ اُن کا نام ہی شیعہ ہو گیا۔ چونکہ قاموس ایک نہایت مشہور و معتمد کتاب ہے اور ہر جگہ مل سکتی ہے اُس کی عبارت نقل کئے دیتا ہوں تاکہ مطابق کرنے والے کا اطمینان ہو جائے (شیعة الرجل بالکسر اتباعه و انصاره وقد غلب هذا الاسم علی من یتولی علیاً و اهلبیة حتی صار اسماً لهم خاصاً) بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ ہم امامیہ اثنا عشریہ تابع اہل بیت ہیں اور بر بنا اس کے بصلۂ پیروی سابق الایمان بحکم (والذین اتبعوهم باحسان) انشاء اللہ مفاد آیہ سے بہرہ یاب ہونیکا استحقاق رکھتے ہیں اور سب لوھیر و امثالہم بجرم مخالفت اہل بیتؑ کوئی فائدہ اُٹھانے کا حق نہیں رکھتے۔ دیکھو شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ وغیرہ گو کہ ائمہ اہل بیتؑ کے شاگرد تھے۔ مگر بہت سے مسائل میں اُن سے اختلاف کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو گرد ائمۂ معصومین سے مخالفت کرے گا وہ اُن کا پیرو نہیں ہو سکتا۔ علامہ جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدی میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت روایات صحابہ پر عمل کرتے ہیں اور شیعہ اپنے ائمہؑ کے اقوال کو معتبر جانتے ہیں اس لئے کہ اُن کے معصوم ہونیکا اعتقاد رکھتے ہیں۔ سوائے ازیں حقیر نے کتاب اعجاز داؤدی میں چند علمائے اہل سنت کے اقوال نقل کر دئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سنیوں نے حضرت امیرؑ اور اُن کی ذریت طاہرہ کی متابعت سے انحراف کیا ہے اس وجہ سے بجرم عدم اطاعت سابق الایمان وہ نعمات ربانی مندرجہ آیہ کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے شیعیان علیؑ کی تعریف کی ہے جس کا اقرار شاہ صاحب و رشید الدین اُن کے شاگرد نے بھی کیا ہے۔ بلکہ اپنے گروہ کو شیعہ اولیٰ تجویز کیا ہے۔ شکر خدا کہ آیۂ والسابقون کا تعلق حضرت امیرؑ سے ہے اور بہ طفیل اُن کے ہم شیعہ بھی فضل خدا پر بھروسہ کر کے اُس کی بشارات سے استفادہ کی امید رکھتے ہیں پس بوجوہات بالا واضح ہو گیا کہ ابو بکر کو جو شاہ صاحب نے بجواب سائل بوجہ ہجرت مصداق آیہ ٹھیرایا تھا وہ بالکل غلط تھا۔ بفرض محال اگر بہ خاطر داشت اہل سنت ہم مان بھی لیں کہ اس جگہ جہاد یا سبقت الی الایمان مراد نہیں بلکہ میدان ہجرت میں پہلے قدم

جس نے رکھا وہ شخص مقصود باری ہے تب بھی اہل سنت کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ
ہجرت اوّل وہ ہے جو کہ جناب جعفر طیار علیہ السلام نے حبشہ کی طرف کی تھی جو ہجرت کہ
حضرت ابو بکر و عمر وغیرہ نے کی وہ دوسرے نمبر کی تھی۔ تعجب ہے کہ جعفر طیار مہاجرین اوّل
کے شرف سے محروم رہیں اور حضرت ابو بکر کرسی نمبر دوسرے کو دکر پہلے نمبر کی آرام چوکی
پر بیٹھ جائیں۔ روایات اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ اسماء بنت عمیس کے مقابلہ میں
حضرت عمر نے بوجہ ہجرت اپنا فائق ہونا ظاہر کیا اسماء نے کہا کہ ہجرت ہماری تھی کہ غیر ملک
و مخالف مذہب لوگوں میں عرصہ کثیر تک مورد بلیات رہے آخر یہ مقدمہ آنحضرتؐ کی
کچہری میں گیا آپ نے اسماء زوجہ جعفر طیارؑ کو ڈگری دی۔ نہایت حیرت ہے کہ جو
ہجرت مہاجرین متاخرین پر سبقت لے گئی ہو اُس کا شاہ صاحب نے سائل سے مطلق
ذکر نہ کیا اور جس پر حضرت عمرؓ کو عدالت العالیہ سے ناکامی ہوئی تھی پیش کر دیا اہل فہم کو
غور کرنا چاہیے کہ صرف ہجرت لائق مدح نہیں تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ
ہجرت محض خوشنودی خدا و رسول کے لئے بلا لواث اغراض ذاتی تھی۔ حضرات اہل سنت
کا یہ خیال صحیح نہیں ہے جس نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی وہ سایہ عاطفت ربانی میں
آگیا ایسے خیال والوں کو لازم ہے کہ قرآن کو دیکھیں جس میں مہاجرین کی تعریف و مذمت
دونوں موجود ہیں دسویں پارہ کے شروع میں خدا فرماتا ہے (ر) وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ
خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اس سے ظاہر
ہوا کہ خدا مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ اُن لوگوں کی روش میں مت ہو جو کہ اپنے گھروں
سے نکلے یعنی ہجرت کی سرکشی و خود نمائی کے لئے اور روکتے ہیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے
مفاد آیہ سے ظاہر ہوا کہ جملہ مہاجرین کی ہجرت محض خوشنودی خدا و رسولؐ کے لئے نہ تھی
اُن میں ایسے بھی تھے جو صرف لوگوں کو دکھلانے کے واسطے راہ پیمائے مدینہ ہوئے
تھے اور خلائق کو مرکز حق سے ہٹاتے رہے۔ جو بزرگواران بخلوص نیت ہجرت فرما
ہوئے اُن کی خاک قدم کو ہم سرمہ چشم جانتے ہیں اور جن لوگوں نے بغرض خودنمائی
ہجرت کی اور وہ باعث غوایت و ضلالت ہیں لوگوں کو مبتلا کیا اُن کو ہم اہل باطل جانتے ہیں

جیسا جاننا چاہیے حضرات ثلاثہ اسی قسم کے لوگوں کے سردار و پیشوا تھے جنکو قرآن
میں بصفت (رحماء الناس) یاد کیا گیا ہے شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ
اُس زمانے کے کاہنوں نے شیخین کو خبر دی تھی کہ تم آپ مدعی نبوت کے جانشین
ہو کر لذائذ حکومت سے بہرہ یاب ہو گے پس ان حضرات کی ہجرت نمار یائی تھی جو کہ
مقبول باری نہیں۔ نیز یہ لوگ بد راہ کنندہ خلایق بھی تھے علاوہ بریں مولوی حسن علی صاحب
پھلواری کا ایک طویل مضمون رسالۂ اصلاح ماہ رجب سنہ ۱۳۲۱ھ میں نقل ہوا ہے اُس
مضمون میں عالم موصوف ایک موقع پر فرماتے ہیں رسول صلعم نے فرمایا (لکل امرء
ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی الدنیا
یصیبہا او امرءۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ متفق علیہ) خلاصہ یہ
کہ جس غرض کو مرکوز خاطر رکھکر ہجرت کی جائے گی وہی حاصل ہو گی اگر خدا و رسول کی
خوشنودی مدنظر ہے وہ ملے گی دوسرا مطلب ہوگا وہ پورا ہوگا۔ اس کلام سے مترشح
ہوا کہ جمیع مہاجرین کی ہجرت خالصۃً لوجہ اللہ نہ تھی بلکہ اُس کے ساتھ اور اغراض باطلہ
بھی داخل تھیں مہاجرین کے لئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

بمودند ہجرت بزرگان دین — یکے بہر دنیا یکے بہر دین

وجہ یہ تھی کہ تمام مسلمان خالص الایمان نہ تھے اُنہیں مہاجرین و انصار میں منافق بھی
داخل تھے کتب اہل سنت میں وارد ہوا ہے کہ حذیفہ سے حضرت عمر دریافت کیا
کرتے تھے کہ حضور انور نے فہرست منافقین میں میرا نام تو نہیں لکھا دیا۔ ہمارے اور
ہر اہل عقل کے نزدیک کامل الایمان وہ تھے جن کا خاتمہ بخیر ہوا اور کبھی پائے ثبات
کو لغزش نہ ہوئی بہ متابعت حکم رسول اہل بیت کے خیر طلب رہے اُن کے احکام
کو عین ہدایت سمجھا وہ مقبول بارگاہ باری تھے معلوم ہوا کہ لائق مدح ایمان ہے
خواہ وہ مہاجر کو حاصل ہو یا انصار یا اور کسی ملک کے مسلمان کو سابق ولاحق کی بھی
چنداں قید نہیں دیکھو خدا اصافت فرماتا ہے (ان الذین امنوا وعملوا الصالحات
اولئک ہم خیر البریۃ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من

تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذلک لمن
خشی ربہ ۔ حاصل آیہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ بہتر ہیں خلائق
میں خدا اُن کو جنتوں میں جگہ دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اس آیت نے واضح
کر کے بتلا دیا کہ مغفرت و رضائے خدا کے لئے ایمان ضروری ہے اور وہ ایمان بھی ایسا
ہو کہ صاحب ایمان نے عمل صالح کئے ہوں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اکثر اہل اسلام
بعد مسلمان ہونے کے افعال قبیحہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب
تحفہ کے باب دہم میں مطاعن عثمان کے موقع پر لکھا ہے کہ اہل سنت صحابہ کو معصوم نہیں
جانتے کیونکہ عصمت مخصوص بہ انبیا ہے اسی واسطے شیخین و حضرت امیر نے اپنے
زمانہ حکومت میں اکثر صحابہ کو تادیب بہ ضرب بید کیا ہے شرب خمر کے جرم میں حد جاری
کی ہے۔ خود آنحضرت نے مسطح صحابی کو کہ اہل بدر سے تھا اور حسان ابن ثابت کو زیر حد قذف
کیا ہے اور کعب بن مالک اور مرہ ابن الربیع اور ہلال ابن امیہ کو پچاس روز تک اپنے
پاس نہیں پھٹکنے دیا اور ماعز اسلمی کو سنگسار کیا۔ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں
کہ بعض اصحاب راہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور حد ظلم و فسق پر پہنچ گئے تھے اور یہ سب خرابیاں
حب جاہ و ثروت سے پیدا ہوئی تھیں۔ مگر علماء نے اپنے حسن ظن سے اُن کی اصلاح افعال
میں تاویلات کی ہیں خصوصاً مہاجر و انصار کے بارہ میں راہ تاویل اختیار کی ہے۔ معلوم ہوا
کہ مہاجر و انصار میں بھی ایسے لوگ تھے جنہوں نے جب مرتبہ میں مرکز اعتدال سے ہٹ کر
فسق و ظلم اختیار کیا تھا پس ہر مہاجر و انصار متصف بہ صفات ممدوح نہیں ہو سکتا مختصر یہ کہ
مجرد ہجرت باعث عزت نہیں بلکہ ایماندار ہونا مشروط ہے حضرات اہل سنت جو ہر مہاجر اور
خصوص حضرات ثلاثہ کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں براہ مہربانی غور فرمائیں کہ وہ کون
مہاجر و انصار ہیں جنہوں نے بہ طمع دنیا جادۂ اعتدال سے انحراف کیا اور حدود ظلم و فسق
سے گزر کر دیگر امر شنائع کا ارتکاب کیا سب اور سید صاحب کو یاد فرمانا چاہیے کہ یہ
وہی مہاجر ہیں جنہوں نے اہل بیت نبوی کو فرد معطل کر دیا۔ سیدہ کو وہ اذیت پہنچائی
کہ بالآخر گھٹ گھٹ کر مر گئیں۔ مولوی مہدی علی صاحب شروع آیات بینات میں

تجھے خبر نہیں کہ (اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام کے شیطان نے بہکایا) براہ کرم بساو در سے جواب
اُن مطیع شیاطین مسلمانوں سے جو کہ قبول مہدی علی صاحب اکثر و بیشتر تھے دو چار کا نام تو بتلائیں
اگر کسی مصلحت سے خود نہیں بتلانا چاہیں مجھ سے سنئے کہ وہ کون بزرگوار از جلہ مہاجرین
تھے جنہوں نے مرکز صحیح سے منحرف ہو کر راہ بے اعتدالی اختیار فرمائی تھی؟ وہ حضرات
ثلاثہ اور اُن کے دمساز تھے۔ بطور مختصر دو ایک باتیں ایسی دکھلائے دیتا ہوں جس سے
معلوم ہو جائے گا کہ جو لوگ صراط مستقیم سے ہٹ گئے گئے وہ ممدوحین اہل سنت
تھے انہیں کی اصلاح معائب میں بقول تفتازانی حسن ظن سے تاویلات پیدا کی جاتی ہیں
تاریخ طبری و منتخبات علی متقی میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بوقت وفات بصد کرب فرماتے
کہتے تھے کہ کاش میں دروازہ سیدہؑ پر جا کر اُن کو اذیت نہ دیتا۔ صحیح بخاری میں ہے
کہ ابو بکر فرمایا کرتے تھے کہ بعد رسولؐ جو اعمال مجھ سے سرزد ہوئے ہیں اگر اُن سے
نجات مل جائے تو غنیمت ہے۔ جمع بین الصحیحین میں ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے
کہ ایک دفعہ خلیفہ عمر نے ایسی لمبی سانس کھینچی جیسے کہ سخت تاسف میں کھینچتے ہیں ابن عباسؓ
نے پوچھا کہ یا امیر المومنین آپ پر یہ کیا حالت طاری ہوئی جس سے ایسے افسردہ ہوئے
جواب دیا کہ مجھکو تمہارے اور تمہارے ہمراہیوں کے سبب سے ایک نوع کا
خوف ہے۔ خیال کرنے کا موقع ہے کہ جو لوگ اپنے کردار ناشایستہ پر افسوس کریں
وہ کیونکر رضامندیٔ خدا کے احاطہ میں آ سکتے ہیں اُن کے وہ جملہ اعمال حسنہ جو کہ
لوگوں پر اپنا اعتبار جمانے کے لئے کئے گئے سب ضبط و خبط ہو جائیں گے خدا اپنے
مقدس کلام میں فرماتا ہے (ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر
فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا
خالدون) کلام الٰہی معاذ اللہ لغو و عبث و بے معنی نہیں ہو سکتا جو خبر درج کلام پاک
ہیں وہ ضرور ہے۔ لیکن ہمیں حضرات اہل سنت فرمائیں کہ صحابہ آنحضرتؐ میں اس
آیہ کے مصداق کون لوگ ہیں۔ چونکہ ایک آیہ دوسری کی مفسر ہوتی ہے لہذا خدا نے
سورہ محمدؐ میں صاف فرما دیا کہ (فھل عسیتم ان تولیتم الی آیہ) یعنی اے

مسلمانوں تم عنقریب حاکم بنکر زمین اسلام میں فساد کرو گے لعنت خدا کی اُس پر جو
ایسا کرے۔ چشم حقیقت بیں کھولکر دیکھنا چاہیئے کہ بعد آنحضرت فوراً سے بھی پہلے (مراد
از قبل دفن آنحضرت) کون بزرگوار متمکن مسند حکومت ہوئے جنہوں نے ایسا کیا وہی
عقوبات خداوندی کے مستحق ہیں۔ بمزید تسکین ناظرین حضرت عمر فاروق کے اظہار
کی نقل پیش کی جاتی ہے۔ صاحب ممدوح نے اپنے ایام خلافت میں فرمایا کہ بیعت
ابوبکر اچانک وناگاہ بلامشورہ ہو گئی تھی خدا نے اُس کے شر سے مسلمانوں کو بچایا یہ
بیان حدیث فلتہ کے نام سے مشہور ہے تحفہ کے باب دہم میں درباب مطاعن عمر
شاہ صاحب نے بھی اس کو قبول فرمایا ہے حضرت عمر کے اظہار کا بعض حصہ صحیح ہے
اور بعض غلط۔ بیعت کا بے سمجھے بلامشورہ واقع ہونا تو سب کو تسلیم ہے البتہ یہ بات
قابل غور ہے کہ اس تعجیل بیعت نے اہل اسلام کو شر سے محفوظ رکھا یا کہ مغاک کے
تاریک گڑھے میں سب کو دھکیل دیا۔ اِس میں شک نہیں کہ خیر خواہان خلافت مآب
کو اس خدمت کی بدولت پورا امن و عروج حاصل ہوا۔ اُن کے خیر اندیش وہی خواہ
گہوارۂ عافیت میں بآرام بسر کرتے رہے البتہ نبیؐ کے گھر کا خاتمہ اسی حکومت کی
وجہ سے ہوا۔ چند یادگار باتیں اِس خلیفہ کے وقت میں ایسی روئے ظہور لائیں کہ
جس سے بانی اسلام کا خاندان ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو گیا۔ حدیث ثقلین کی مخالفت
اسی دور حکومت میں ہوئی۔ نبی قرآن و اہل بیت علیہم السلام کو ہادیٔ اُمت قرار دیگئے
تھے اِس خلیفہ نے منصب ہدایت کی پگڑی جلدی میں اپنے سر پر لپیٹ لپیٹ کے
ہادیان اُمت کو حکم دیا کہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر میری اطاعت کرو۔ وراثت انبیاء
سے سلب میراث کرنے والی حدیث انہیں کے عہد و دولت میں وجود پذیر ہوئی۔
حضرت امیر و حسنین علیہم السلام کی گواہی درباب ہبۂ فدک انہیں کے اجلاس سے ناقابل
التفات تجویز ہوئی۔ حضرت عمر اسی خلیفہ کے حکم سے آگ اور لکڑیاں لیکر علیؑ و فاطمہؑ کا گھر
جلانے گئے۔ فاطمہؑ نے اس خلیفہ کے لئے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر نہ آئے حضرت
اول نے ایسے وقت تخت خلافت پر قدم رکھا تھا کہ خاندان نبوت مسلمانوں کی

بجا ہے ایسا اگر اگر کسی کو بہ امن دنیا میں رہنا نصیب نہ ہوا تمام بنی فاطمہؑ لوہے کے
گھاٹ اُتار دیے گئے اگر یہ حضرت سقیفہ میں جلدی سے شان حکومت پر ہاتھ نہ ڈالتے
تو نبی کی نواسیاں دربار یزید میں مجرمانہ حیثیت سے نہ جاتیں۔ چونکہ حضرت عمر نے فرمایا
ہے کہ خدا نے اس جلد باز حاکم کی حکومت کے شر سے مسلمانوں کو بچا لیا۔ تو وہ واقعات
ضرور پیش نظر رکھنے چاہییں تھے جو کہ نبیؐ کے گھر سے علاقہ رکھتے ہیں۔ تعجب ہے جو لوگ
بے فکر و غور جلدی میں خلیفہ ہو کر ارکان اسلام کو درہم و برہم کریں اُن کی نسبت شاہ صاحب
سائل کو یہ اطمینان دلائیں کہ بوجہ ہجرت خدا نے اُن کی تعریف فرمائی ہے چونکہ آیہ
ما بہ النزاع میں حسب توجیہات بالا محض ہجرت کرنیوالوں کی تعریف نہیں بلکہ جہاد کرنیوالوں
یا اول ایمان لانے والوں کی ہے لہٰذا ایک اور آیت پیش کرتا ہوں جس کے دیکھنے سے
واضح ہو جائے گا کہ میرا بیان لباس راستی سے آراستہ ہے دوسرے موقع پر خدا
فرماتا ہے (والسابقون السابقون اولئک المقربون) یعنی جو طبقۂ اول کے
ایمان لانے والوں میں سے پہلے ایمان لائے وہ مقربان خدا سے ہیں۔ اور ثابت
کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ دوشنبہ کو نبی ہوئے اور حضرت امیرؑ سہ شنبہ کو با وصف صغر سنی
اُس کے مصداق ہوئے۔ ملاحظہ ہو جو الفاظ کہ آیت ماسبق میں متعلق سبقت تھے وہی
آیہ ہذا میں ہیں وہاں بھی اہل ایمان مراد ہیں اور یہاں بھی۔ رتبۂ تقرب صاحب ایمان اولؑ کو
عطا ہوا ہے بتائید ربانی آیت کے ایسے واضح مطالب دکھلائے گئے کہ حسب ادراک جناب
اگر کارفرمائے انصاف ہوں گے تو سمجھ لیں گے کہ شاہ صاحب نے سائل اول کو بہ نسبت
دیگر لوگوں کو سخت [illegible] میں الجھا رکھا تھا۔
بحمد اللہ حضرت امیرؑ کی سابق الاسلامی۔ اس عنوان کتب اہل سنت سے دکھلائی گئی اگر انشاء اللہ
یارائے دم زدن نہ ہوگا بعد ازیں جہاد کی حقیقت دکھلاتا ہوں تمام اہل اسلام کو اس پر اتفاق
ہے کہ ہر معرکہ میں جناب امیر علیہ السلام نے داد جوانمردی دی تفصیل خیبر خندق کی مجھ کو صرف
اک عالم اہل سنت کا قول نقل کیے دیتا ہوں ابن روزبہان ابطال الباطل میں لکھتے ہیں کہ
(ما استوی الاسلام بسیف علی) یعنی علیؑ کی تلوار سے اسلام مستوی ہوا مطلب یہ کہ

جسقدر کنکر پتھر راہ حق میں پڑے تھے اُن سب کو علیؑ نے صاف کرکے سیدھی سڑک نکالدی
بہ نظر اطمینان ناظرین کلام الٰہی سے ثابت کیا جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہ مہاجر ممدوح
ہیں جنھوں نے ایمان کامل پاکر ہجرت کی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہوئے سورۂ انفال میں ارشاد
ہوا ہے (والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ) رہے انصار
چونکہ ہجرت کو اُن سے علاقہ نہیں ہے لہذا اُن کے لئے ایمان اور جہاد کی شرط قایم کی سورۂ
موصوفہ میں ہے (والذین اٰووا ونصروا) لفظ نصرت ہم معنی جہاد ہے تیسرا گروہ
(والذین اتبعوھم) کا ہے اُن کے لئے سورۂ موصوفہ میں یہ قید لگائی گئی (والذین
اٰمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم) ہر سہ طبقات
یعنی مہاجر و انصار و تبعین میں مشترک صفت ایمان و جہاد کی ہے پس یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے
کہ خدا ایسے شخص کی تعریف کرے جو کہ تین صفت ایمان و ہجرت و جہاد سے صرف ایک
ہجرت کا حامل تھا سنی و شیعہ میں حضرت ابوبکر کی ہجرت مابہ النزاع نہیں ہیں اوپر
لکھ آیا ہوں کہ اُن کے مہاجر اول ہونے میں کسی شیعہ کو گفتگو نہیں بے شک وہ آنحضرت
کے ساتھ غار ثور میں تشریف لے گئے جس کی پوری شرح آیندہ بحث آیۂ غار میں انشاء اللہ
کی جاے گی۔ ہم کو حضرت ابوبکر کے ایمان اور جہاد میں کلام ہے اہل سنت اُن کو اہل ایمان
کا راس درئیس بتلاتے ہیں اور ہم منافقین شدید میں اُن کا شمار کرتے ہیں سنی اُن کو مرمیدان
کہتے ہیں۔ ہم انتہا کا زرم طلیت سمجھتے ہیں شیعہ نے اُن کا نفاق و ناقابل جہاد ہونا کتب اہلسنت
سے بداین عنوان ثابت کیا ہے کہ تا حال کسی کو جرأت جواب نہیں ہوئی۔ زیادہ بار ہیں سنیوں
کی گردن پر نہیں ڈالتا اگر وہ فی الواقع حضرت ابوبکر کو صاحب ایمان جانتے ہیں تو صرف
رسالۂ سجادیہ مؤلفہ حقیر کا جواب دے دیویں جس میں شیخین کا بخاری و مسلم و دیگر کتب
اہل سنت سے نفاق ثابت کیا گیا ہے مجاہدین میں بھی اُن کا نام نامی لئے جانے کے قابل
نہیں چنانچہ دریں ولا ایک رسالہ مسمی بہ حمایت الایمان جعفری پریس نخاس واقعہ لکھنؤ میں
چھپا ہے اُس کے صفحہ ۲ پر ایک اشتہار دیا گیا ہے جس کو بلفظہ نقل
کرتا ہوں۔

نقل اشتہار انعامی پانچ ہزار روپیہ

مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی نے بسلسلہ اشتہارات مناظرۂ لکھنؤ اپنے ایک اشتہار مطبوعہ ۲۹ صفر ۱۳۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر کی نسبت (قاتل الکفرۃ والزنادیق) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا اُن تمام حضرات اہل سنت سے جو کہ حضرت ابوبکر کی نسبت (قاتل الکفرۃ والزنادیق) ہونے کے قائل ہوں ادب سے التماس کرتا ہوں کہ وہ ہرگز اس صفت سے موصوف نہ تھے اور میری تحقیق ہے کہ جب سے بُت پرستی چھوڑ کر اُنہوں نے اسلام قبول فرمایا تا وقتِ وفات کیا غزوات پیغمبرؐ میں اور کیا اپنے عہد کی جنگوں میں ایک کافر یا زندیق کو بھی میدان جنگ میں مقابلہ کر کے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا اور نہ کہیں خود زخمی ہوئے اور نہ کسی کو زخمی کیا اگر ایک بھی اُن کا مقتول کہ جسے اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے مقابلہ کے وقت میدان کارزار میں قتل کیا ہو بالتحقیق ثابت کر دیا جائیگا تو پانچہزار روپیہ نذر کئے جائیں گے۔

المشتہر محمد عبد الرحیم کلیم سابق سنّی حال اثنا عشری لکھنوی

الحاصل تا وقتیکہ اہل سنت حضرت ابوبکر کا مومن و مجاہد ہونا ثابت نہ فرمائیں گے محض ہجرت سے کوئی فضیلت اُن کی لئے ثابت نہیں کر سکتے۔ مشتہر اول سے آجتک کسی کو ایک پیسہ لینے کا اتفاق نہیں ہوا۔ احتیاطاً میں سنیوں کو بیدار کرتا ہوں کہ مجھکو مشتہر دوم سمجھکر خط و کتابت فرمائیں انشاء اللہ کسی رئیس سادات باہرہ سے پانچ ہزار کیا بلکہ سوا پانچ ہزار دلا دونگا پس بوجوہات بالا ثابت ہوگیا کہ آیۂ (والسابقون الاولون) میں ابوبکر صاحب کی محض خشک ہجرت کرنے سے تعریف نہیں ہوئی بلکہ یہ مدح سابق لایمان یا مجاہدین کی ہے۔

دوم آیۂ غار

سورۂ توبہ کے چھٹے رکوع میں ارشاد باری ہوا ہے (الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن

ن الله معنا فانزل الله سکینتہٗ علیہ وایدہٗ بجنود لم تروھا اِس آیۂ مبارک میں
دا نے اُن مسلمانوں کی گوشمالی کی ہے جو کہ آنحضرت کی حمایت و نصرت دین میں کوتاہی کرتے
تے یا یہ کہ آنحضرت کو نرغۂ اشرار میں گھرا ہوا چھوڑ کر رو بفرار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ماقبل
یات موصوفہ کے خدا فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی
سبیل الله اثاقلتم الی الارض الآیات۔ مطلب یہ ہوا کہ اے ناہنجارو بدکردارو فرار شعارو اگر تم
یرے حبیب کی امداد نہ کروگے تو کوئی ہرج نہ ہوگا ہم اُسکی مدد کو موجود ہیں جیسا کہ قبل ازیں
ہم نے اُس کی مواطن متعدد پر نصرت کی ہے۔ جن مواقع پر خدا نے اپنے فرستادہ کی
حفاظت کی ہے اُن میں سے مثالاً ایک واقعہ غار کا جناب احدیت نے اس طرح ذکر
فرمایا ہے۔ دیکھو خدا نے اپنے نبی کی ایسے نازک وقت میں مدد کی جبکہ اُس پر ابواب امن
و امان بند ہو گئے تھے اور دائرۂ معاشرت بحدّے تنگ ہو گیا تھا کہ مجبور ہو کر اُسکو گھر چھوڑنا
پڑا اور آں جا لے کہ وہ اپنے ساتھ صرف ایک آدمی رکھتا تھا اور وہ ہمراہی بھی چنداں
کارگر نہ تھا بلکہ ایسا بودا اور ڈرپوک کہ شدت ہراس سے محزون و مغموم ہو کر بجائے اطمینان
وحشت کا بڑھانے والا تھا۔ ہم نے اپنے حبیب کو اس عالم اضطراب میں ایسا اطمینان قلب
عنایت فرمایا کہ اپنے ہمراہی کے مضطرب ہونے سے اُس کو کچھ لغزش نہ ہوئی بلکہ نہایت اطمینان
قلب سے اُس کو ہدایت کی سمجھایا کہ گھبراؤ نہیں خدا پر بھروسہ رکھو وہ ہمارے ساتھ ہے
پس خدا نے اُس پر سکینہ نازل فرما کر اس کے قلب مطمئن کے اطمینان کو اور مرتبۂ ترقی پر
پہنچایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جس کو کوئی آنکھ نہ دیکھ سکی آیۂ موصوفہ بالا میں
جتنے ضمائر ہیں اُن سب کا تعلق مختص بہ ذات ختمی مرتبت ہے مثلاً مکہ سے کفار کا نکالنا
مواطن مختلفہ اور خصوص غار میں مدد کرنا غایت مرحمت سے انزال سکینہ فرمانا جنود
غیر مرئی) نظر نہ آنے والے لشکروں سے امداد فرمانا ان صفات میں جناب ابوبکر کو کوئی
مشابہت و مشارکت نہیں۔ ان کے فرعہ میں تقسیم قدرت سے آیت صدر کے دو جملے
آئے ہیں۔ اوّل لصاحبہ دوم لاتحزن جملۂ اول (لصاحبہ) سے اہل سنت گردن
افراشتہ ہو کر صدیق کے صحابی رسول ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور جملۂ دوم

لاتحزن سے فی الجملہ متمسک ہو کر سر نیچا کر لیتے ہیں سوائے ازیں دو جملے اور ہیں (ان اللہ معنا) اور (فانزل اللہ سکینتہ علیہ) یہ دو آنحضرت کی ذات خاص سے علاقہ رکھتے ہیں لیکن حضرات اہل سنت زبردستی اِن دونوں جملوں پر بھی حضرت ابوبکر کی منڈیا چھائے دیتے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر چہار جملوں کی تصریح کر دی جائے تاکہ عام طور پر خلایق کو حقیقت حال پر اطلاع ہو جائے واضح رائے ارباب ہوش ہو کہ حضرات اہل سنت جملۂ (الصاحبہ) مندرجۂ آیہ کو اپنے مفید مطلب سمجھکر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خدا نے حضرت ابوبکر کو صاحب رسول فرمایا ہے پس جو شخص اُن کو رسول اللہ کا صحابی نہ جانے وہ منکر قرآن ہے۔ تعجب ہو کہ اہل سنت صرف لفظ صاحب پر مستدل ہو کر خلیفۂ اول کو بام ایمان پر بٹھاتے ہیں بچشم حقیقت نہیں دیکھتے کہ جملۂ مذکور قرآن پاک میں چند موقع پر وارد ہوا ہے۔ مگر وہاں اُس نے کوئی ایسی خاص وقعت نہیں پائی جیسی کہ اہل سنت نے بحق ابوبکر سمجھ رکھی ہے۔ جناب یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ جیلخانۂ مصر میں قید تھے اُن کو حضرت نے اپنا صاحب فرمایا ہے۔ آیۂ مبارکہ (یا صاحبی السجن) اس کی شہادت دے رہی ہے۔ بوجہ رفاقت وہمرکابی مثلاً گدھا بھی صاحب بولا گیا ہے (بئس الصاحب الحمار) یعنی بُرا شخص برا ساتھی ہے رسول مقبول کو خدا نے کفار کا صاحب فرمایا ہے (وما صاحبکم بمجنون) یعنی اے کفار تم جو اپنے صاحب یعنی ہمارے نبی کو مجنون کہتے ہو یہ غلط ہے بلکہ وہ عاقل و فرزانہ ہے اور تم جاہل و نادان۔ مچھلی کا جناب یونس علیہ السلام کو صاحب بولا گیا ہے (کصاحب الحوت) اس کا شاہد ہے۔ اہل سنت غور فرمائیں جبکہ لفظ صاحب سے گدھے کو کوئی فضیلت نہ ملی اور گدھے کا گدھا ہی رہا تو بحق ابوبکر یہ لفظ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے افسوس ہے کہ ایسا ارزاں لقب جو قیدیوں اور گدھوں کے لئے قرآن میں مستعمل ہوا ہے یعنی صاحب جناب ابوبکر کے لئے باعث فخر جانتے ہیں۔ جناب عائشہ صدیقہ و حفصہ صاحبہ کے لئے حسب تعلیم علمائے اہل سنت آنحضرت نے (کصواحب یوسف) فرمایا ہے۔ اِس مقدس لفظ نے جو ہر دو بیگمات کو عزت دی وہ ظاہر ہے۔ بخاطر داشت اہل سنت اگر ہم اس کو بھی مان لیں کہ خدا نے حضرت ابوبکر کو صاحب رسول فرمایا ہے تب بھی اُن کے لئے کوئی خاص فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ حسب عقیدہ اہلسنت

حاب میں وہ لوگ شمار کیے گئے ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کی صحبت اُٹھائی یا آنکہ آقلاً آن واحد
کے لیے اُن کو دیکھا۔ سو فرقۂ شیعہ کو اِس سے مطلق انکار نہیں۔ ممدوح الشان ابتدائے اسلام
میں مسلمان ہو کر تابعین آنحضرتؐ میں داخل ہوئے۔ تمام اوامر و نواہی کو کانوں سے سنا
سفر و حضر و جنگ و جدل میں اُن کے ساتھ رہے۔ غایت الامر یہ کہ بیٹی نذر کر کے سسروں میں
داخل ہوئے مگر با ایں ہمہ خلاف استحقاق مسند نبوی پر جلوہ گر ہو کر اہل بیت نبوی پر ظلم شدید
کر کے آنے والی سلطنتوں کو خاندان رسالت کی بربادی کا سبق دیا۔ پس اصحاب با صفا
کے لیے جو تعریف ہونی چاہیے اُس میں محزون غار کا کوئی حصہ نہ تھا۔ محض اطلاق لفظ صحابیت
فائدہ رساں نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ انجام بخیر ہونا اور ایمان صحیح پر مرنا ثابت نہ ہو۔ اصحاب
ایک لفظ عام ہے جس میں کئی جنس کے لوگ داخل ہیں وہ بھی اصحاب ہی کہے جاتے ہیں
جو کہ ارباب نفاق و شقاق میں شمار کیے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے لڑائیوں میں آنحضرتؐ کو
تنہا چھوڑ کر راہ گریز اختیار کی وہ بھی بزمرۂ اصحاب معدود ہیں بوقت آخر جن لوگوں نے
حضرتؐ کو داغ ضلالت کا نذنہ لکھنے دیا اور غایت جوش جہالت سے اُن کو بیہودہ گو
کہا اُن کے گلے میں بھی تمغۂ صحابیت پڑا ہوا ہے۔ نعش نبیؐ بلا دفن چھوڑ کر جو لوگ امور سلطنت
کی طرف متوجہ ہوئے اُن کا طرۂ دستار بھی وہ ہی لفظ ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ مندرجۂ
ازالۃ الخفا مرتدین بھی فہرست صحابہ ہی میں مندرج تھے۔ مالک بن نویرہ جو کہ بہ الزام ردّت
قتل ہوا داخل اصحاب تھا۔ خالد ابن ولید جنہوں نے زوجۂ مالک سے بفور قتل مالک بلا انتظار
عدت ہم آغوشی کی صحابی کیا بلکہ سیف اللہ تھے بروئے احادیث بخاری و مسلم جو لوگ حوض کوثر
پر گرفتار ہو کر آنحضرتؐ کے سامنے بجرم احداث بدعات پیش کیے جائیں گے اُن کے لیے
بھی نہایت جلی قلم سے لفظ اصحاب بخاری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔ حضرتؐ نے جن منافقین کے
نام حذیفہ کو (جو کہ حسب تسلیم شاہ عبد العزیز صاحب علم المنافقین تھے) بتلائے تھے اور حکم
کتمان اسماء فرمایا تھا جس کی تفتیش وقتاً فوقتاً حضرت عمر اپنی نسبت فرماتے رہے اُنکے
صحابی ہونے میں کسی کو بھی جائے انکار نہیں۔ سورۂ محمدؐ میں فھل عسیتم ان تولیتم
(الآخرہ) یعنی اے اصحاب محمدؐ تم عنقریب متولی امر اسلام ہو کر دین خدا کو برباد کرو گے

سوائے اصحاب کے اور کون داخل ہے۔ حذیفہ کو حسب اندراج صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ (۱۹۱)
جو حضور نے خبر دی تھی کہ بعد ہمارے فوراً شیاطین مسلط بہ اسلام ہو جائیں گے وہ حضرت
بھی فہرست صحابہ سے باہر نہیں حسب تسلیم شاہ عبد الحق محدث دہلوی مندرجہ مدارج النبوۃ
حضرت امیرؑ سے سرور عالم نے فرمایا تھا (یا علیؑ بعد از من ببینی تغیر حالات زمانہ پس تو را
باید کہ دل تنگ نہ شوی و چون بینی کہ مردم دنیا دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار کن و راہ
صبر و پیش گیری) یہ وصیت بھی بمقابلہ اصحاب ہی واقع ہوئی ہے اور ما محمدؐ الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الی اخرہ
صحابہ رسول ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ سورۂ بقر میں ارشاد ہوا ہے (ومن یرتدد منکم عن
دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ اولئک
اصحاب النار ھم فیھا خالدون) سورۂ مائدہ میں ہے (یا ایھا الذین امنوا
من یرتد منکم عن دینہ) ان آیات کا تعلق انہیں بزرگواروں سے ہے جو کہ حضرت
کے گرد و پیش رہتے تھے اور بلفظ اصحاب پکارے جاتے تھے (یقولون بافواھھم لیس
فی قلوبھم) یعنی جو زبان سے کہتے ہیں دل میں اُس کا کچھ اثر نہیں یہ بھی مسلمانانِ زمانہ
رسولؐ ہی سے متعلق ہے۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ (۳۲)
پر لکھتے ہیں (ما انکار نمی کنیم کہ در عصر اول خوے فتنہ نداشتند نمی بینی کہ بعد وفات آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بسیارے مرتد گشتند) جناب مولوی مہدی علی صاحب شرح
آیات بینات میں لکھتے ہیں (اکثر مسلمانوں کو بعد اسلام شیطان نے بہکایا) یہ کل آدمی جن کی
حالت آیات و احادیث و اقوال علماء سے بصد اختصار دکھلائی گئی حضور انورؐ کے اصحاب
میں داخل تھے عقلا غور فرمائیں کہ اُن لوگوں کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت نے
کیا فائدہ دیا۔ سنی و شیعہ میں لفظ اصحاب ما بہ النزاع نہیں بلکہ گفتگو اُن کے ایمان میں ہے
شیعہ کے نزدیک صحابہ حضورؐ میں جو صاحب تابع ثقلین ہو کر دروازۂ اہل بیتؑ پر جبہ سائی
کو اپنا فخر دارین سمجھے وہ آسمان ایمان کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں اور جنہوں نے
راہ خلاف اختیار کرکے اہل بیتؑ نبوی کو پامال کیا وہ دیگر اشخاص کو اُن کے بے دام

سمجھنے کا سبق دیا وہ اعلیٰ درجہ کے نا مسلمان ہیں اگر حضرات اہل سنت حضرت ابوبکر صدیق
کو آنحضرتؐ کا ممدوح صحابی جانتے ہیں تو صرف اپنی کتابوں سے ثابت فرماویں کہ انہوں نے
بعد نبیؐ خاندان نبوت کی بحکم حدیث ثقلین پوری اطاعت کی اور اُمور دینی میں آل نبیؐ کو پیشوا
سمجھا اور خود محکوم رہے۔ جو صاحب اس کا ارادہ فرمائیں لازم ہے کہ خلفاء کی گردن سے
مطاعن کی اُس مضبوط رسی کو نکال دیویں جو کہ بجواب باب دہم تحفہ کتاب تشئید المطاعن سے
نہایت مضبوط کی گئی ہے۔ مگر سخت افسوس ہے کہ اہل سنت تا قیام قیامت خلفاء کی برات
میں قلم ہلانے سے معذور ہیں۔ اگر اُن میں کچھ ہمت ہوتی تو تشئید المطاعن و جواہر عبقریہ و
بوارق موبقہ و استقصار الافحام و عبقات الانوار و تزہہ اثنا عشری و تحفۃ الاشعریہ و
انوار الہدیٰ و رسالہ سجادیہ و رسائل ردشنی وغیرہ کا کچھ جواب ضرور لکھتے۔ پس لفظ
صاحب مندرجہ آیۂ غار کچھ فائدہ رساں نہیں۔

جملۂ دوم (لاتحزن)

اس جگہ یہ گفتگو کی جاتی ہے کہ ابوبکر صاحب نے اُس وقت پر آفت میں حزن و بیقراری
کیوں اختیار کی۔ وہ موقع ایسا تھا کہ اس طرح اپنے آپ کو چھپاتے کہ دم بخود ہو جاتے
سانس تک نہ لیتے کیونکہ کفار تلاش کناں غار کے گرد پھر رہے تھے نقش قدم دیکھ کر پہچاننے والا در غار پر کھڑا ہوا اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا میری تجربہ کار نظر کبھی خطا
نہیں کر سکتی۔ میں حتماً کہتا ہوں کہ یہاں تک دو آدمی ضرور آئے۔ آگے نہ معلوم زمین میں
دھنس گئے یا آسمان پر پہونچ گئے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گو کہ باعتبار وعدہٗ
خداوندی نفس مطمئنہ رکھتے تھے مگر ایسے وقت میں رفیق کے گھبرانے سیلِ اشک جاری کرنے
سے کتنا پیچ و تاب آنحضرتؐ کی طبع اقدس پر طاری ہوا ہو گا اگر نادان بچہ توں توں کرتا
تو خیر مضایقہ نہ تھا ایک بوڑھا تجربہ کار گرم و سرد دیکھے ہوئے سفید ڈاڑھی ہلا ہلا کر آہ اوہ
کر رہا ہے بچشم حقیقت دیکھنا چاہیے کہ اُس عالم درماندگی میں آنحضرتؐ کو اس بزرگ
مضطرب الحال نے کس درجہ پریشان کیا ہو گا اسی واسطے شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے برمز و
کنایہ بیان فرمایا ہے کہ ؎ تراا ژدہا گر بود یارِ غار بہ از آں بہ کہ جاہل بود غمگسار

شاعر لطیف گو نے اِس شعر میں وہ داد سخن دی ہے کہ بے ساختہ واہ واہ کہنے کو جی چاہتا
ہے ۔ شیخ صاحب نے اُس زمانہ کی سلطنت سے بھی اپنے نفس کو بچایا اور کہہ بھی سب کچھ
دیا مطلب یہ ہے کہ غار ثور کا سانپ ابو بکر غم گسار سے بہتر تھا اس لئے کہ وہ افشائے
راز پر قادر نہ تھا اور اِن کی حزن و بیقراری سے کفار مطلع ہو کر نصیب دشمناں آنحضرت
کو ضرر پہنچا سکتے تھے حضرت ابو بکر پر لازم تھا کہ وہاں پرانی تجربہ کاری عقل سے کام لیتے حضرت
کو اطمینان دلاتے کہ حضور خاک قدم اور تو کسی قابل نہیں مگر ہاں جب تک میں زندہ ہوں
خدام دولت پر آنچ نہ آنے دونگا دیکھو اگر دو شخص کسی ایسے موقع پر گھر جائیں جہاں یقیناً
احتمال نقصان ہو از انجملہ ایک بہ نظر تحفظ اپنے آپ کو ایسا چھپائے کہ سانس تک نہ لے
مثل تصویر بن جائے اور دوسرا پہلو بہ پہلو ہو کر ہائے وائے کرے اگرچہ وہ آواز نحیف
و ضعیف مثل طفل نو زائیدہ کیوں نہو تو اُس دوسرے مستقل کو جس نے اپنے پوشیدہ کرنے
میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا ہو کتنا ناگوار گزرے گا اور اُس رفیق بزدل پر کیسے ہونٹ
چبائے اور دانت پیسے گا سوائے اس کہنے کے کچھ نہ بن پڑے گا کہ اے بدبخت خدا
تیرا ستیاناس کرے ۔ منہ کالا ہو گلے میں پھندا پڑے ۔ چپ رہ ۔ صبر کر ۔ مضطرب نہ ہو
جادۂ استقلال نہ چھوڑ ۔ چونکہ آنحضرت مجمع تہذیب تھے سرزنش آمیز الفاظ کا استعمال
نہ فرمایا نرم زبان سے (لاتحزن) جو کہ جامع لفظ تھا کہدیا ۔ فی الواقع جناب ابو بکر کا یہ ایسا
فعل تھا کہ اگر فضل خدا شامل حال نہوتا تو نبی کے مارے جانے یا پکڑے جانے میں کوئی
کسر باقی نہ رہی تھی ۔ نظر بواقعات کر کے جہاں تک خیال کیا جاتا ہے سوائے اس کے
کچھ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت ابو بکر کی رفاقت سے رسول صلعم کو وہ فائدہ نہیں پہنچا جو کہ جاں نثار
ہمراہی اور رفیق سے پہنچا کرتا ہے ۔ اگر یہ ساتھ نہوتے تو حضرت کو اسقدر گراں خاطری
نہ ہوتی ۔ پردیس اور بالخصوص پر خطر سفر میں غم گسار و وفادار مصلحت شناس و قوی دل
آدمی ہونا چاہئے نہ کہ جبان و بودا ۔ بڑی خیر گزری کہ ان کے بلبلاہٹ کی آواز گوش زد
کفار نہ ہوئی ۔ اگر وہ لوگ جو کہ تجسس کناں در غار پر پہنچے تھے ۔ احساس گریۂ ابو بکر
کر کے اندر ہاتھ ڈالکر ٹانگ گھسیٹ لیتے تو نہ معلوم کیا صورت پیش آتی حضرت اوّل کی

پختگی ایمان پر تعجب آتا ہے۔ بقول اہل سنت آنحضرتؐ کو نبی برحق سمجھکر سچی طبیعت سے ایمان
لا چکے تھے۔ غلبۂ اسلام اور اُس کے تا قیام قیامت قایم رہنے کی خبر سُن چکے تھے۔ طرّہ
برآں یہ کہ کاہنوں کی زبانی اپنی خلافت کا مژدہ بھی سماعت فرما چکے تھے۔ مکڑی کا جالا
کبوتر کے انڈے درخت خاردار کا اُگنا بچشم خود آن واحد میں مشاہدہ فرما چکے تھے باپیر
ایسے گھبرائے چیخے چلائے کہ نبیؐ کو بھی متفکر کردیا۔ حزن وملال پر اہل سنت کا یہ حال ہی
کہ بعض ضمائر آیہ اُن سے منسوب فرماتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ غار سے بہادرانہ نکلکر دو
ایک کافر کو مارڈالتے تو سنی صاحب نہ معلوم کیا شور مچاتے اور کیسے کودتے اُچھلتے علمائے
شیعہ نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ حزن ابوبکر دو وجہ پر محمول ہو سکتا ہے (اطاعت
یا معصیت) اگر بہ ذیل اطاعت اُس کو خیال کیا جائے تو نبیؐ اطاعت سے منع نہ فرما سکتے
تھے۔ رہا امر ثانی معصیت وہ ضرور تھا جس سے نبیؐ نے اُن کو روکا اگر ارتکاب فعل
ناجائز سے نہ روکتے تو زیادہ ملول ہو کر چلّاتے جس سے خبردار ہو کر کفار غار میں دھنس
آتے اس موقع پر حضرات اہل سنت فرمایا کرتے ہیں کہ ابوبکر کے لئے جو سرور عالمؐ نے
(لاتحزن) کہا تھا یہ لفظ کوئی بُرا نہیں قرآن پاک میں بحق جناب ابراہیمؑ ولوطؑ وموسیٰ علیہ السلام
(لاتحزن ولا تخف) وارد ہوا ہے اگر حزن وخوف ناجائز وحرام ہے تو انبیائے موصوف
بھی ملزم ہو سکتے ہیں جبکہ صدیق ونبیوں سے ایک ہی قسم کا فعل سرزد ہوا تو یہ کیا معنی
کہ اُس کا ارتکاب بعض کے لئے مباح سمجھا جائے اور بعض کے حق میں حرام تجویز کیا جائے
اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ الفاظ کے معنی موقع دیکھکر لگائے جاتے ہیں (منہی عنہ)
جس پر نہی وارد کی جائے اُس کو دیکھا جائے کہ اُس کے باقی اور قایم رہنے سے کیا امر مرتب
ہوتا ہے اگر وہ فعل مورث زِشت ہے تو نہی تحریمی ہوگی اور اگر (منہی عنہ) کسی امر ناواجب
کا سبب نہیں ہو سکتا تو وہ نہی بھی بطور تنزیہی وتسلیہ کے خیال کی جائے گی انبیائے موصوف
بالا کو دربار سلاطین جابر میں جو خوف واقع ہوا وہ باعتبار اُن کے جبر وتعدی کے تھا خدا نے
بہ مقام تسکین وتسلی فرمایا کہ تم خوف نہ کرو۔ اگر انبیا خوف پر قایم رہتے تو اُس ثبات وقیام
سے کوئی فعل حرام روئے ظہور نہ لا سکتا تھا۔ ابوبکر صاحب اور اُن کے معاملہ میں بیِّن

فرق موجود ہے اگر ان کا حزن وخوف ترقی پذیر ہو کر (ہیں وغلیں غیں) کا مرتبہ حاصل کرتا تو نبی صلعم کی جان پر آبنتی پس افعال انبیا سے حزن ابو بکر کو تعبیر کرنا درست نہیں جس مسلک کو خلیفہ اول نے اختیار کیا تھا وہ تحریمی نہی کی فرد میں درج ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اہل فہم سمجھ لیں کہ ابو بکر صاحب کے ساتھ جانے سے ختمی مرتبتؐ کو کیا فائدہ پہنچا مفید اُسوقت ہوتا جبکہ مراتب حزم واحتیاط پر عامل ہو کر مستقل رہتے اور ذرا جزع وفزع نہ کرتے۔ یاد رکھنا چاہیئے راہ خطرناک اور پرخوف سفر میں اُس شخص کی رفاقت ومصاحبت کارآمد ہوتی ہے جو کہ اپنے سردار کی طبیعت کو مکدر نہ ہونے دے۔ اگر آقا کو کسی وجہ سے تکدر اور گھبراہٹ پیدا ہو اُس کو بہ لطائف دفع کرے نہ یہ کہ اُلٹی خدمت آقا سے غلام صاحب کرائیں۔ اہل سنت فخریہ کہا کرتے ہیں کہ ابو بکر صاحب نے فرسخوں اور منزلوں آنحضرتؐ کو کمر پر سوار کیا۔ اوّل تو بمشکل اس کا یقین ہوتا ہے اور بالفرض اگر ایسا ہوا بھی ہو تو ایمیں حضرت اول کے لئے فخر کیا ہے نوکر چاکر غلام تمام خدمتگار اسی واسطے ہوا کرتے ہیں کہ جس کا نمک کھائیں عند الضرورت اُس کے مرکب بھی بن جائیں۔ حضرتؐ اپنے فخر وناقہ کو گھاس دانہ دیتے تھے۔ ضرورت کے وقت اُن پر سوار ہوتے تھے ابو بکر نے تو چند قدم ہی اُٹھایا ہوگا اونٹ گھوڑی تو منزلوں لے جاتے تھے۔

ہر عاقل واقعات پر نظر کر کے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ابو بکر بوجہ نرم مزاجی ہرگز اس قابل نہ تھے کہ ایسے مخدوش موقع پر گام فرسا ہوتے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبیؐ علوم اول وآخر سے واقف تھے حضرتؐ کو بہ علم نبوت ضرور معلوم ہوگا کہ ابو بکر اس منزل دشوار گزار میں کچھ مدد نہ کر سکیں گے پھر ایسے ناقابل آدمی کو کیوں ساتھ لے گئے۔ اہل سنت فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ایک جگہ چلنا اور شیعہ کہتے ہیں کہ بہ وقت روانگی اتفاقیہ اثنائے راہ میں مل گئے ہیں دونوں گروہ کے بیانات پیش کرتا ہوں اول سنیوں کا ثبوت متعلق بہ اجازت ورضامندی رفاقت دکھلاؤں گا پس ازاں شیعہ کی توجیہات پیش کروں گا۔ حضرات اہل سنت اپنے مدعا کی تقویت میں حملۂ حیدری کے اشعار پیش کرتے ہیں جن کو ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

۱	چنیں گفت راوی که سالار دیں	چو سالم بحفظ جہاں آفریں
۲	ز نزدیک آں قوم پرمکر رفت	بسوئے سرائے ابوبکر رفت
۳	پئے ہجرت او نیز آمادہ بود	که سابق رسولش خبر دادہ بود
۴	نبی بر در خانہ اش چوں رسید	بگوشش ندائے سفر در کشید
۵	چو بوبکر زاں حال آگاہ شد	ز خانہ بروں رفت و ہمراہ شد
۶	گرفتند پس راہ یثرب بہ پیش	نبی کند نعلین از پائے خویش
۷	چو رفتند چندے ز داماں دشت	قدوم فلک سائے مجروح گشت
۸	ابوبکر آں گہ بہ دوشش گرفت	ولے ایں حدیث است جائے شگفت
۹	که در کس چناں قوت آید پدید	که بار نبوّت تواند کشید
۱۰	برفتند القصہ چندے دگر	چو گردید پیدا نشانِ سحر
۱۱	بجستند جائے که باشد پناہ	ز چشم کساں دور یکسو ز راہ
۱۲	بدیدند غارے در آں تیرہ شب	که خواندے عرب غار ثورش لقب
۱۳	گرفتند در جوف آں غار جائے	ولے پیش بنہاد بوبکر پائے
۱۴	بہر جا که سوراخ یا رخنہ دید	قبا را بدرید و آں را بچید
۱۵	بدیں گونہ تا شد تمام آں قبا	یکے رخنہ نگرفت ماند از قضا
۱۶	برآں رخنہ کوبید آں یار غار	کفِ پائے خود را نمود استوار
۱۷	نیاید جز از ایں شگرف از کسے	که دور از خرد مے نماید بسے
۱۸	بغار اندروں در شب تیرہ فام	چساں دید سوراخہا را تمام
۱۹	در آں تیرہ شب یک بیک چوں شمرد	یکے کآمد افزوں برو پا فشرد
۲۰	نیاید چنیں کارے از غیر او	بدنیساں چو پرداخت از رفت و رد

...ان اشعار صد سادی النظر میں اس بات کا پتہ دینے والے ہیں کہ بہ حکم حضرت جناب
...بوبکر آمادہ سفر ہو کر اپنے گھر سے باہر آئے تھے اور راہ میں حضورؐ کی بڑی خدمت کی

کبھی کاندھے پر اُٹھایا۔ گاہے اپنی قبا چیر پھاڑ کر غار میں سوراخوں کو بند کیا اور جب
ایک روزن بند کرنے کے لئے کپڑا نہ رہا تو وہاں اپنے پیر کی ایڑی لگا دی۔ لہٰذا حضرات اہلسنت
فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ابوبکر از خود ہمراہ ہو گئے تو ایک ذی عزت شیعہ شاعر نے جو کہ صرف
شاعر ہی نہ تھا بلکہ ہر طرح کے زیور علم سے آراستہ تھا ایسے کھلے لفظوں میں اس واقعہ کو
کیوں لکھا۔ مخالف کی تحریر سے واضح ہو گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صاحب کو
لایق رفاقت سمجھ کر اپنے ساتھ لیگئے اور اُنہوں نے بجا آوری خدمات میں قابل تعریف
وفاداری دکھلائی۔ غالباً حضرات اہل سنت نے اشعار مندرجۂ بالا پر غایر نظر نہیں ڈالی
اور نہ مؤلف حملۂ حیدری کے واقعات پر غور فرمایا ہے۔ لہٰذا حقیقت حال پر اطلاع
دی جاتی ہے۔ حملۂ موصوف میں دو قسم کی روایات نظم ہوئی ہیں اول بطریق اہل سنت دوم
بطریق شیعہ غار کے متعلق جسقدر مضمون ہے وہ حسب روایات اہل سنت ہے۔ خود مخالف
اشعار سے ٹیک رہا ہے کہ اس روایت کی ناظم کے نزدیک کوئی وقعت نہیں دیکھو
شعر آٹھواں و نواں۔ صاف لکھا ہے کہ مجھکو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر نے کیونکر آنحضرت کو
کاندھے پر اُٹھایا۔ کیا کوئی دنیا میں ایسا بھی شخص ہے جو کہ بار نبوت کو اُٹھا لے۔ اگر
روایت شیعہ کی ہوتی اور صاحب حملہ نے اُس کو صحیح سمجھ کر نظم کیا ہوتا تو تعریض و استعجاب
کیا معنی رکھتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی مذہبی روایت کو سچا باور کر کے کسی واقعہ
کے اظہار میں سند لائے اور پھر اُس کو غلط بھی سمجھے۔ ملا رفیع باذل صاحب حملۂ حیدری
عالمگیر کے زمانہ میں قلعہ گوالیار کے کلید بردار تھے وہ زمانہ شیعہ کے لئے نہایت شدید
تھا عموماً لوگ تقیہ میں تھے۔ عاقل غور فرمائیں کہ اُس پُر شور وقت شیعہ سوائے اتباع
اہل سنت اور کیا کر سکتے تھے۔ چنانچہ خود مؤلف موصوف نے لکھدیا ہے ؎

من از گفت راوی بیاں می کنم ۔۔۔ جو الٹش برو گفتہ گر بیش و کم

اس شعر نے بالکل یہ بات دکھلا دی کہ روایت غار و دیگر روایات بر بنائے اندراج
کتب اہل سنت دکھلائی گئی ہیں اور موقع بموقع اُن کی بے اعتباری بھی ظاہر کر دی ہے
شعر نمبر ۱۲ سے تا آخر دیکھئے۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ تاریک گڑھے میں ابوبکر صاحب نے

کو معلوم کرلیا کہ یہاں تنے سوراخ ہیں۔ پھر ہر ایک روزن میں دامان قبا کو ٹھوسنا
اور جو ایک باقی رہ گیا تھا اُس پر کف پا لگا دینا یہ کام سوائے ابوبکر کے دوسرے سے
ممکن تھا۔ شعر نمبر ۱۶ کا مصرعہ ثانی (کہ دور از خردمی نماید بسے) صاف پتہ دے رہا ہے
کہ تمام واقعات مندرجہ روایت غار جن میں توصیف ابوبکر دکھلائی گئی ہے بالکل غلط
اور خلاف عقل ہیں جب زمانہ شاہ ظلم پناہ کا گزر گیا اور شیعہ لوگوں کو فی الجملہ اطمینان ہوا تو
ذرہ حملہ کو جس میں وہ واقعات غدیر ہیں ملا صاحب نے بربنائے روایات شیعہ نظم فرمایا
چنانچہ کہتے ہیں ؎ زگفتار راوی آل رسول * نہ از گفت ہر سفلۂ بوالفضول
یعنی ہم نے جو پہلے معاملات نظم کئے وہ راویان غیر کی روایت سے تھے جو کہ سفہا جہلا
میں داخل ہونے سے ناقابل اعتبار ہیں اور اب اُن لوگوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں جو کہ
خاندان نبوت کے ثقہ و عادل راوی ہیں۔ واقعۂ غار کے متعلق حضرات اہل سنت ایک
اور خدشہ بھی پیدا کیا کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ صاحب حملہ لکھتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت صلعم دولتسرا
سے باہر تشریف لائے تو جو لوگ اُن کے دولت خانۂ کرامت نشانہ کا محاصرہ کئے ہوئے
کھڑے تھے۔ کچھ آیات قرآن پڑھکر مٹی و کنکر پر دم کرکے اُن کی طرف پھینکا جس سے وہ
آنحضرت کو نہ دیکھ سکے اور آپ سالم بلا روک ٹوک نکل گئے۔ اِس تقریر سے یہ نتیجہ نکالا
جاتا ہے کہ اگر ابوبکر دشمن رسول خدا تھے تو اُن پر وہ خاک کیوں غیر مؤثر ہوئی اور مثل کفار انکی
آنکھوں کو کیوں چکا چوند نہ کیا۔ جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ جو قبائل عرب قتل آنحضرت پر
متفق ہوکر ہم سوگند ہو گئے تھے اور جن کے ظلم و تعدی سے آنحضرت نکلے تھے اور جو کہ
دولت سرا کو گھیرے ہوئے تھے منجانب خدا یہ سزا اُن لوگوں کے لئے تجویز ہوئی تھی
ورنہ اس وقت حضرت ابوبکر اُس کمیٹی کے ممبر ہی تھے جو کہ حضرت کے تلف کرنے کے لئے
وقت ہجرت منعقد ہوئی تھی اور کافر تھے کسی شیعہ نے اُن کے ایسے کافر ہونے کا
دعویٰ نہیں کیا جیسے کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہم تھے۔ ہاں منافق ضرور تھے بظاہر بیعت اسلام
کرتے تھے۔ مسلمانان اصلی کے ساتھ عرفی بھی ملے جلے ہوئے رہتے تھے سب علما کل
مشرب ایک جگہ تھا۔ باہمدگر قد و مواصلت ہوتا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو

حکم تھا کہ اُن سے ملائمت برتاؤ کریں۔ معاملات میں اُن لوگوں سے بہ نظر دلداری و عزت افزائی مشورہ لیں تاکہ حجت خدا تمام ہو جائے اور شاید یہ محبتانہ عمل اُن کے قلوب سے زنگ نفاق دور کر دے یا یہ کہ اُن کی آنے والی نسلیں رہگرائے مسلک ہدایت ہوں۔ پس اگر حضرت اول مثل اُن نابکاروں کے ہوتے تو اُن کی آنکھیں بھی پھوٹ جاتیں پس نہ وہ اُس وقت اُس گروہ میں تھے نہ وہ اُس موقع پر تھے۔ کفار کی آنکھوں میں خاک در دارہ پڑ ڈالی گئی اور یہ دور تر وہاں سے ہٹے تھے۔ اکثر حضرات اہل سنت کا یہ بھی مقولہ ہے کہ ابوبکر بعد نبی افضل البشر تھے تمام صحابہ اور بالخصوص حضرت امیرؑ سے افضل تھے کیونکہ بوقت فتح مکہ جب حضرتؐ کعبہ میں بُت شکنی کے لیے تشریف لے گئے تو جناب امیرؑ سے فرمایا کہ آپ میرے کاندھے پر قدم رکھ کے بتوں کو توڑئے اُنہوں نے عرض کیا کہ مجھ سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی آپ فدوی کے شانہ کو اپنے قدم مبارک سے عزت عنایت فرمائیں حضورؐ نے جواب دیا کہ اے علیؑ تم بار نبوت کو نہیں اُٹھا سکتے اور میں امامت کے بوجھ کا تحمل کر سکتا ہوں اس قضیہ سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے شب ہجرت عرصہ دور و دراز تک آنحضرتؐ کو اپنی پیٹھ پر سوار کیا تھا وہ نبوت کا بار اُٹھا سکتے تھے اور حضرت علیؑ اُس کے تحمل سے عاجز تھے پس ثابت ہوا کہ وہ بہ جمیع الوجوہ اُن سے افضل تھے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ چشم بداندیش کہ برکندہ باد۔ عیب نماید ہنرش در نظر۔ دوش احمدی پر قدم رکھنا جناب امیرؑ کے فضائل میں داخل ہوا ہے چنانچہ کہا گیا ہے۔ ؎

علیؑ بر دوش احمد چشم بد دور — عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

پایہ کسے زہے نقش پائے کہ بر دوش احمدؐ — ز مہر نبوت مقدم نشیند

مگر افسوس ہے کہ بجوش عداوت مرتضوی اہل سنت نے اس فضیلت کو مبدل بہ منقصت کرنا چاہا ہے مگر بہ عنایت الٰہی وہ فضیلت فضیلت ہی رہے گی اور جو خدشہ پیدا کیا گیا ہے وہ تقریر حقیر سے باد ہوا جائے گا۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ ہر شخص کے مقابلہ میں وہ حجت پیش کی جا سکتی ہے جس کو وہ مانتا اور تسلیم کرتا ہو۔ شیعہ کو قدیماً و جدیداً اس واقعہ سے انکار رہا ہے کہ ابوبکر صاحب نے نبی کو اپنے کاندھے پر سوار کیا چنانچہ ملا رفیع بادل

حملۂ حیدری نے روایت اہل سنت پر جس میں نبیؐ کو پشت پر لیجانا بیان ہوا ہے ایک لطیف تعریض بھی کردی ہے دیکھو وہ شعر جو کہ نمبرا پر اول عرض کرچکا ہوں ؎

ابو بکر آنگہہ بدوشش گرفت
ولے ایں حدیث است جائے شگفت

کہ در کس چناں قوت آید پدید
کہ بارِ نبوت تواند کشید

جبکہ ہمارے نزدیک وہ روایت ہی صحیح نہیں جس پر اہل سنت ناز کرکے یہ ذہنی فضیلت پیدا کرتے ہیں تو ہم کسی طرح اُس دار وگیر میں نہیں آسکتے جس کا سنی صاحبوں نے ارادہ کیا ہے اگر بپاس خاطر اہل سنت یہ واقعہ صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی حضرت ابوبکر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ذی عقل سنیوں سے امید ہے کہ معروضۂ حقیر کو بہ نگاہ انصاف ملاحظہ فرمائیں نبی یا ولی یا عام انسانوں کی ہمہ حالت ایک نہیں ہوتی بوقت نزول وحی انبیاء پر علی العموم اور ہنگام وجد اولیاء اللہ پر حسب خیال اہل سنت ایک خاص حالت طاری ہوا کرتی ہے جس کا اثر دوسرے وقت میں اُسی ذات اور اُسی جسم سے مفقود ہوجاتا ہے عام طوائف انسانی پر لنظر کیجئے کوئی مجسٹریٹ یا جج جس وقت کرسئ حکومت پر بیٹھکر اجلاس کرتا ہے اُس وقت اُس کی حالت اور ہوتی ہے اور برخاست کچہری یا تعطیل کے دن وہ ہی حکام دوسری طبیعت کے ہوجاتے ہیں۔ علی ہذا ہمارے نبیؐ کی بھی ہر حالت یکساں نہوتی تھی۔ جس وقت وہ احکام الٰہی خلایق کو پہنچاتے تھے ارتکاب جرایم و فواحش و منکر سے لوگوں کو روکتے تھے اُس وقت اُن کی شان (صاحب ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ) یعنی ہمارا نبی اپنی خواہش سے بلا نزول وحی کوئی بات نہیں کہتا) ہوتی تھی اور جب وہ دیگر امور دین کو فرماتے تھے. مثلاً یہ کہ مشک میں پانی بھروا ونٹ کو چارہ دو۔ باغ سے خرمہ لاؤ۔ گوشت میں نمک کم ہے ذرا زیادہ کرو وغیرہ وغیرہ وہ بات باقی نہ رہتی تھی اسی طرح آپ جس وقت تبلیغ بھی فرماتے تھے نبیؐ تھے اور جب نجی اور معمولی باتوں میں جن کا تعلق معاشرت سے ہوتا تھا مشغول ہوتے تھے ایک آدمی شمار ہوتے تھے۔ ہمارے اعتقاد میں ہر معمولی بات بھی تابع وحی یا مرضئ خدا ہوتی تھی جو کلمہ اُن کے منہ سے نکلتا تھا وہ حسب منشائے باری ہوتا تھا جبکہ آپ خانۂ کعبہ میں بُت گرا رہے تھے وہ عالم خاص تھا (قل جاء الحق وزھق الباطل

ان الباطل کان زھوقا) کا دریا جوش مار رہا تھا حضور عالمؐ وجد میں خانۂ خدا کو اصنام سے پاک فرما رہے تھے حضرتؑ پر ایک خاص حالت طاری تھی اور جبکہ آپ غار میں جا رہے تھے وہ موقع ایسا تھا کہ اپنے آپ کو نظر کفار سے بچا بچا کر راہ کاٹ کاٹ کر چل رہے تھے ہر ہر قدم پر خوفناک حالت کے پیش آنیکا کھٹکا تھا ایسے تشویش ناک محل پر خون سوکھ جاتا ہے جسم میں اگر من بھر بوجھ ہو سات پنسیری رہ جاتا ہے اُس حالت میں اگر بہ قول اہل سنت حضرت ابوبکر نے آنحضرتؐ کے ہلکے پھلکے بدن کو اُٹھایا تو کیا یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے نبوت کا بوجھ اُٹھا لیا تھا۔ اگر نبیؐ کا جسمِ پاک ہر وقت ایک حالت میں رہتا تھا اور تغیر کو اُس میں مطلق دخل نہ تھا تو حضور انور کا گھوڑا اور ناقہ بہ مقابلۂ ابوبکر ہزار درجہ لایق تحسین ہے۔ کیونکہ وہ حیوانات یقیناً حضرتؐ کو منزلوں اُٹھائے اُٹھائے پھرتے تھے ابوبکر تو دس بیس قدم لیکر گئے ہوں گے۔ اندریں صورت یہ مرکب میدان فضیلت میں [illegible]اب اول سے کئی فرسخ آگے بڑھ گئے۔ حضرات امہات المومنین اور بالخصوص حضرت عایشہ باوصف ضعف نسوانی گھنٹوں کمر پر نہیں بلکہ سینہ پر اُس بوجھ کا تحمل فرماتی تھیں حضرات اہل سنت طرح طرح کی باتیں تراشکر چاہتے ہیں کہ ثلاثہ کے لئے کوئی تفضیلت کا پہلو نکالیں مگر ممکن نہیں جتنی جتنی وہ قوت ذہنی سے باتیں بناتے ہیں خرابی پر خرابی پڑتی چلی جاتی ہے اہل سنت نے بہ چشم انصاف حضرت امیرؑ کے چہرۂ مبارک پر نظر نہیں ڈالی جب ہی تو بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اس واقعہ سے مولوی روم پہلے خبر دے گئے ہیں ؎

زآں سبب غیرے برد بگزیدہٗ تو بہ تاریکی علیؑ را دیدہٗ

اہل سنت جو فرماتے ہیں کہ علیؑ بار نبوت نہیں اُٹھا سکتے تھے یہ اُن کی زیادتی ہے۔ دیکھو آپ کو آنحضرتؐ سے وہ نسبت تھی جو کہ جناب ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی حدیث صحیح (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ) شاہد موجود ہے چونکہ تسلسل نبوت ختم نہ ہوا تھا دونوں بزرگوار ملکر نبوت کی خدمت بجا لاتے تھے۔ ہمارے حضرتؐ پر چونکہ دور نبوت ختم ہو گیا تھا لہٰذا حضرت امیرؑ جمیع مراتب ہارونی کے سوائے مرتبہ نبوت مالک تھے اگر بعد آنحضرتؐ کوئی نبی ہوتا تو بلا شبہ حضرت امیرؑ ہوتے چنانچہ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مُلّا علی قاری حدیث بالا کی نسبت تحریر فرماتے ہیں (فیه ایماء الی انه لو کان بعدہٗ نبی لکان علیًّا) یعنی حدیث منزلت میں اشارہ ہے کہ اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو علیؑ ہوتے۔ کسی شاعر نے بھی باعتبار حدیث موصوف بالا اس مضمون کو نظم کیا ہے **بیت**

اگر جہاں میں نبی بعد مصطفےٰ ہوتے
قسم خدا و پیمبر کی مرتضیٰؑ ہوتے

محمد اسمٰعیل شہید کتاب درجات امامت کی فصل اول میں لکھتے ہیں کہ امام بجز مرتبہ نبوت اور سب باتوں میں ہمسائے نبی ہوتا ہے امامت و نبوت میں تفریق کرنا نہایت مشکل کام ہے اگر بعد آنحضرتؐ کسی کو نبوت مل سکتی تو بموجب حدیث منزلت اُس کا استحقاق حضرت علیؑ کو تھا۔ معلوم ہوا کہ جسقدر مادہ نبوت کے لئے ضروری ہے وہ آپ کی ذات میں منجانب قدرت ودیعت ہو چکا تھا۔ عصمت و علم و شجاعت خاصۂ نبوت سے ہیں جو کہ بفضلہ آپ سے مختص ہیں۔ پس ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ حسب اعتقاد اہل سنت حضرت امیرؑ میں بارِ نبوت کا تحمل ناممکن تھا۔ اگر آنحضرتؐ حضرت امیرؑ کے کاندھے پر قدم رکھتے تو ایک معمولی بات ناقابل لذکر ہوتی۔ آنحضرتؐ کو منظور تھا کہ علیؑ کی عزت کو بڑھایا جائے الحاصل یہ شان حضرت امیرؑ ہی کی تھی کہ بعد نبی مستحق نبوت سمجھے گئے۔ حضرت ابوبکر کو جو بار نبوت کا اُٹھانیوالا بیان کیا گیا ہے اہل سنت پر لازم ہے کہ بہ تصدیق دعوے خود کوئی متفق علیہ ثبوت بھی تو دکھلائیں۔ اہل سنت کو بیدار ہونا چاہیے حضرت علیؑ کوئی معمولی آدمی نہ تھے وہ امر نبوت میں شریک تھے خدا نے اُنکو آیۂ مباہلہ میں جبکہ وہ تصدیق نبوت کے لئے آنحضرتؐ کے ساتھ نصارائے نجران کے مقابلہ میں تشریف لے گئے تھے نفس نبی فرمایا ہے جس سے بالاتر تو حد و کچھ بھی ممکن نہیں۔ کیا یہ جبکہ حضرتؐ مصروف بُت شکنی ہو کر خانۂ خدا کو اصنام سے پاک فرما رہے تھے یہ اُن کے ساتھ تھے جبکہ حضرت ہارون و جناب موسیٰ علیہم السلام بل مل کر کار نبوت انجام دیتے تھے یہی حالت نبی و وصی کی تھی ابوبکر و عمر صاحب سے ایک بھی اُس موقع پر موجود نہ تھا اگر صدیق حامل بار نبوت تھے تو تصدیق رسالت اور بُت شکنی کے موقع پر ضرور آنحضرتؐ کے ساتھ ہوتے۔ علاوہ بریں معارک و مجاہد کے میدان

میں نظر دوڑائیے سوائے حضرت امیرؑ کے کسی کو بھی نبیؐ کا دلسوز و جاں نثار نہ پایا جائیگا تعجب ہے کہ ابو بکر صاحب حسب مزعوم اہل سنت نبوت کا بوجھ اُٹھائیں اور میدان جنگ میں نبی صلعم کو چھوڑ کر رو بہ گریز ہو جائیں۔ کہیں سنا گیا ہے کہ نبوت کے بوجھ اُٹھانے والے نے میدان جنگ سے پشت پھرائی ہے۔ شاید سب اور وزیر صاحب اور اُن کے ہم خیالوں کو ثبوت پیش کردہ پر اطمینان نہو۔ لهذا بنظر مزید تسکین اور اقوال علمائے سنیہ حوالہ قلم کرتا ہوں جن سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت امیرؑ بالفرو رات نبوت کی بجا آوری میں آنحضرتؐ کے شریک تھے۔ تفسیر در منثور و ریاض النظرہ محب طبری و شرح مشکوٰۃ مولفہ ملا علی قاری وغیرہ میں معاملہ بالا بصراحت و وضاحت لکھا ہے ہر سہ کتب سے ایک کتاب کی عبارت بھی نقل کئے دیتا ہوں (واخرج الامام احمد عن اسماء بنت عمیس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انی اقول کما قال موسیٰ اللھم اجعل لی وزیراً من اھلی اخی علیاً اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیراً ونذکرک کثیراً انک کنت بنا بصیراً) امام احمد بن حنبل نے اسمائے بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خداوندا جس طرح اخی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا اُسی طرح میں بھی سوال کرتا ہوں ابھی میرے اہل سے میرے بھائی علی کو میرا وزیر بنا اُس سے میرا بازو قوی کر اور اُسکو میرے کام میں شریک کر تاکہ ہم دونوں ملکر کثرت سے تیری تسبیح میں مشغول رہیں اور تو ہمارے حال کا دیکھنے والا ہے کیوں جناب سب اور وزیر صاحب اب بھی آپ کو کچھ یقین ہوا۔ لازم ہے کہ کچھ حیائے ایمان فرما کر اپنے نبی کریم سے شرم کر کے ابو بکر صاحب کے لئے اُس گرامی قدر کے مقابلہ میں دعوٰیٔ فضیلت نہ فرمائیے۔ جو کہ جمیع منازل ہارونی کا مالک تھا ایسی کچی باتوں سے جو کہ بحق ابو بکر وغیرہ کی جاتی ہیں کام نکلنا دشوار ہے بالآخر نتیجہ تمام کلام کا یہ نکلا کہ حسب خیال سنہ شب ہجرت نبیؐ کو اپنے کاندھے پر سوار کرنے سے ابو بکر کے لئے بہ مقابلہ حضرت امیرؑ کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی ہاں وہ حضرت کے خچر کے سامنے گردن افراشتہ ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ تو میلے باپ میرا نانہ

در دومن گھاس کھاکر جو کام انجام دیا وہی ہمارے بوڑھے پیشوا نے ڈیڑھ پاؤ آٹا
تناول کرکے دیا پس وہ تجھ سے افضل ہیں۔

اب میں اُس اشتباہ کے دفعیہ پر متوجہ ہوتا ہوں کہ ایسے ڈرپوک و نرم طبیعت آدمی
کو جو کہ سفر میں کچھ مدد نہیں دے سکتا تھا بلکہ ضرر رساں تھا حضرتؐ نے کیوں ساتھ لیا۔
شیعہ کی کوئی روایت اس کا پتہ نہیں دیتی کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر سے پہلے کہدیا تھا کہ
ہم مکہ چھوڑ کر کسی جگہ چلیں گے۔ کیونکہ یہ جانا مخدوش ہے اور آپ بہادر سپاہی ہیں لہذا
تیار رہیے۔ بلکہ اُن کے یہاں یہ روایت وارد ہوئی ہے کہ حضرتؐ نے لوگوں کو منع کر دیا
تھا کہ آج شب کو اپنے گھروں سے نہ نکلیں چپ چاپ اپنے دار السکونت میں رہیں
ابوبکر کو اس ممانعت پر شبہ ہوا وہ سُن گُن لینے کے لئے گھر سے نکلے تھے۔ اتفاقیہ راہ
میں حضرتؐ سے مٹ بھیڑ ہو گئی جناب کو اس وقت سوائے ازیں کوئی چارہ نہ ہوا
کہ ان کو بھی ساتھ لے لیا جائے۔ بہر حال ابوبکر ضرور پوچھتے کہ حضور اس وقت آدھی رات
نکلے پھر کہاں تشریف لئے جاتے ہیں۔ اگر حضرتؐ اُن کو سارا کچا حال سنا کر آگے
چل دیتے تو چونکہ کفار تلاش کناں عقب سے آ رہے تھے وہ ان کو بے وقت راستہ پر
کھڑا یا چلتا پھرتا دیکھکر حضرتؐ کا مصاحب سمجھ کے ضرور پکڑتے اور دریافت کرتے کہ
تمہارے نبیؐ کہاں گئے ہیں۔ اگر یہ بتلاتے میں کچھ حجر مجر کرتے تو وہ سفاک دوسری طرح
پیش آتے۔ یہ ظاہر ہے کہ بیچارے نرم طبیعت از بس تھے دو چار دھول دھپے میں
بتلا دیتے بلکہ کفاران کو اپنا رہبر قرار دیکر زبردستی ساتھ لے جاتے کہ چلکر نشان دو۔
مار دھاڑ ایسی بُری چیز ہے کہ پولس بیٹھے ہوئے مقدمہ کا پتہ چلا لیتی ہے ضرور یہ
کشاں کشاں کفاران کو لاتے اور نصیب اعدا ختمی مآبؐ کو ضرر پہنچ جاتا۔ حضرتؐ نے
سنگ آمد و سخت آمد سمجھکر بہ کراہت دبلے دل ساتھ لے لیا۔ احتیاط کے موقع پر اکثر
ایسا کیا کرتے ہیں اس کی مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔ حسب منطقہ اہل سنت فعل نبیؐ سے یہ
لازم نہیں آتا کہ اُن کی شان بڑھانے اور سنیوں کو یار غار کا سبق پڑھانے کے لے گئے
تھے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کو یہ منظور رہو کہ ابوبکر صاحب کا ضعف ایمان دکھلا دیا جائے

تاکہ آیندہ کسی کو اس کی رفاقت و فدویت پر ناز و تمکنت نہ ہو۔ غار کی کارگزاری وفاداری
دیکھکر لوگ معلوم کرلیں کہ یہ حضرت کسی طرح قابلیت ہمراہیت نہ رکھتے تھے اور نہ اسلام میں
کسی منصب عالی کی کرسی پر بیٹھنے کا ان کو استحقاق تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بہ نظر حفظ ما تقدم دیگر مواقع پر بھی ایسا عمل فرمایا ہے ایک مرتبہ ابوبکر صاحب کو اونچا
کیا پھر نیچا دکھایا یہ کیوں صرف اسلئے کہ خلائق سمجھ لیوے کہ ان کو کسی طرح کی قابلیت نہ تھی۔ یہ
بات مسلمات اہل اسلام سے ہے کہ نبی صلعم بدون وحی کوئی کام نہ کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر
ہے کہ خدا اور رسول کوئی عبث کام نہیں کرتے تھے نہ اُن کے احکام میں تلوّن ہے اسی سورہ
توبہ کی اول کی آیات جو براءت عہد سے متعلق ہیں ایک واقعہ عظیم ہے اور وہ یہ کہ اس
سورہ میں آیات زجر بکثرت وارد ہوئی ہیں اور اُن سب سے کفار کا آگاہ کرنا مقصود
تھا تاکہ وہ سنکر متنبہ ہوں۔ آنحضرتؐ نے خلیفہ اول کو وہ آیات دیکر ارشاد فرمایا
کہ آپ مکہ میں جائیں اور احکام خدا سے کفار کو مطلع کریں چنانچہ وہ بہ تعمیل حکم راہی ہوگئے
ایک ہی منزل گئے تھے کہ خدا کا حکم نازل ہوا کہ اے محمدؐ ہمارا یہ حکم تم خود لیکر جاؤ یا اس کو بھیجو
جو کہ مثل تمہارے ہو کیونکہ یہ امر عظیم ہے اس کو معمولی آدمی ادا نہیں کرسکتا۔ یہاں ایک
سوال پیدا ہوتا ہے جبکہ آنحضرتؐ بحکم آیہ وافی ہدایہ (ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی)
یعنی یہ نبی بلا نزول وحی کوئی کام نہیں کرتا ہر کام بحکم خدا کرتے تھے تو یہ منصوبی و معزولی کیسی
آج جو حکم دیا وہ اگلے دن منسوخ کردیا اُس کی وجہ صاف یہ ہے کہ اول و آخر دونوں
باتیں خدا کے حکم سے کی گئیں۔ یہ عمل نبوی صاف بتلا رہا ہے کہ اس عزل و نصب میں
یہ مصلحت تھی کہ خلیفہ صاحب کا اقتدار دکھلا دیا جائے تاکہ خلائق عقل رسا سے سمجھ لیوے
کہ جو شخص چند آیات کی تبلیغ بمقابلہ کفار کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ تمام قرآن کے مطالب
سے زمرۂ مومنین کو کیونکر آگاہ کرسکتا ہے۔ میں نے واقعات براءت میں ایک جداگانہ
مشرح رسالہ لکھدیا ہے اس جگہ اُس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف آیہ غار
پر بحث منظور ہے۔ علاوہ بریں دوسرے موقع پر نگاہ ڈالیے۔ خیبر میں بڑے چھوٹے دونوں
صاحب تین دن تک برابر علم اُٹھائے بھاگے پھرے۔ چوتھے دن حضرت علیؑ

گئے اور بالآخر فتح کر کے چلے آئے۔ خیبر کے حالات کچھ ایسے ہیں جن پر بہ تعمق نگاہ کرنے
سے بلا دقت سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ شیخین کی ناکامی اور حضرت امیرؑ کی کامیابی پر پہلے ہی
مطلع تھے چنانچہ بہ اتفاق سنی وشیعہ جبکہ روے فتح مفقود ہوئی اور سپاہ نے شیخین کی اور
شیخین نے فوج کی ناقابلیت ظاہر کی تو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کل میں
علم اسی کو دوں گا جو کہ کرار غیر فرار ہے خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ
خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے قلعہ بلا فتح کئے نہ لوٹے گا۔ خدا نے اس جنگ کی کشود
اس کے ہاتھ پر موقوف رکھی ہے۔ آنحضرتؐ کا یہ واضح کلام جو کہ انجام میں مطابق خبر
صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فاتح سے مطلع تھے پھر باین آگاہی ان بیچاروں
کو کیوں میدان خیبر کا گز بنایا۔ لازم تھا کہ اسکو بھیجتے جو کہ فتاح اور مرد میدان نبرد تھا
اس خدشہ کا بھی وہی جواب ہے کہ خلایق بچشم خود دیکھ لیوے کہ علیؑ فاتح کرار ہیں اور
شیخین بخلاف اسکے فرار۔ حضرتؐ نے یہاں تک ان لوگوں کو ذلیل کیا کہ قریب وفات
ایک غلام زادہ کے ماتحت ان کو کر کے ایک لڑائی پر بھیجا مطلب یہ تھا کہ لوگ ان کی
شان کا اندازہ کر لیویں کہ اس سے زیادہ کچھ وقار نہیں رکھتے کہ غلاموں کی جوتیاں سیدھی
کریں علاوہ بریں بہت باتیں ہیں جن کی تفصیل فضول ہے اگر بہ مصلحت خدا و رسول
یہ حالات واقع نہ ہوتے تو صورت امتیاز پیدا نہ ہوتی۔ خدا و نبی نے ہر طرح سے دکھلا دیا
اب اس پر عمل فرمانا ہونا یا نظر انداز کرنا ہر شخص کی عقل پر موقوف ہے۔ الحاصل غار میں جانے
سے پہلے بہ اتفاق جمیع امت آنحضرتؐ نے حضرت امیرؑ سے فرمایا کہ کفار مکہ نے میرے
قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ آج شب کو ہمارے گھر میں دڑانہ گھس آئینگے مجکو جناب
احدیت نے حکم دیا ہے کہ تم کو اپنی جگہ لٹا کر یہاں سے پوشیدہ چلا جاؤں۔ حضرت امیرؑ
نے عرض کیا کہ حضور بہ امتثال حکم باری مقام موعود پر تشریف لے جائیں۔ میں جناب کی
استراحت پر لیٹ کر اپنے آپ ایسا بناؤں گا کہ یہ دیکھنے والے کو یقین ہو جائے
کہ حضور دولت آرام فرما رہے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنے ذی عزت بھائی سے
وعدہ کیا تھا اسکو اسطرح پورا کر کے دکھلا دیا کہ بے تکلف حضرتؐ کی سبز چادر اوڑھکر

واقف اسرار ضمائر نے حضرت امیرؑ کے لئے (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ) کا زیبا اور خوش قطع خلعت اُس کے جلدو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجدیا۔ سبحان اللہ علیؑ بایع اور خدا اشتری ہوا اپنے نفس کو راہ خدا میں بجائے قیمت میں مرضات خدا کو حاصل کیا۔ مفسرین اہل سنت لکھتے ہیں کہ اس آیت کا نزول بحق مرتضویؑ ہوا ہے ارباب سیر کا قول ہے جبکہ علیؑ بجائے نبیؐ استراحت فرما ہوئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل علیہما السلام سے مخاطبہ کیا کہ تم دونوں میں ہم نے صیغہ اُخوت کو قائم کرکے بھیا چارہ کیا ہے کون ایسا ہے کہ اپنے بھائی کی جانپر اپنی جان قربان کردے دونوں نے عرض کیا کہ ہم ایک کو دوسرے پر تفوق نہیں دے سکتے۔ اپنی ہی بقا کو مقدم جانتے ہیں حکم ہوا کہ دیکھو علیؑ نبیؐ کا بھائی ہے اور محض ہماری خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالکر بھائی کے قدموں پہ اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے بستر پر پڑا ہوا ہے جاؤ اور شر اعدا سے اُس کی حفاظت کرو۔ ہر دو فرشتگان بارگاہ احدیت تمام شب جبرئیلؑ سرہانے اور میکائیل پائین پا نگہبان رہے ہے۔ کتب اہل سنت میں جس نے مدارج النبوۃ و روضۃ الاحباب و حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہا کو دیکھا وہ جانتا ہے کہ دونوں فرشتے کہہ رہے تھے کہ اے علیؑ مثل تمہارے کون ہے جس پر خدا مباہات کرتا ہے۔ ایک شب میں دو شخصوں سے جداگانہ خدمات روئے ظہور میں لائیں عقلا موازنہ فرمائیں کہ ہر دو میں کس کی خدمت قابل داد ہے علیؑ فرش خواب پر تلواروں کے سایہ میں سوئے اور ابوبکر گڑھے میں ایک سپولیہ کے خوف سے رو انصاف مجسم ہوکر کہہ رہا ہے کہ اس مہم میں علیؑ کو خلعت جوانمردی دیکر نعرہ صلوۃ سے خوش دل کیا جائے کیونکہ دونوں کی سروس بک (اعمالنامہ) دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ علیؑ نے جو کام کیا وہ فی الواقع بہادری کا تھا۔ بہ ایں وجہ کہ کفار قریش آمادہ قتل تھے کہ چند قبیلے لوئے ٹھک ڈال چکے تھے کہ حضرتؐ کو بضرور مار ڈالیں اور مقام بھی تنہائی تھی۔ ابوبکر زیر حمایت سرور تھے اور کافروں کو جائے قیام معلوم نہ

تاہم جو لوگ تجسس کناں غار پر پہنچے اُن کی آہٹ پاکر ایسے گھبرائے کہ صبر و استقلال چھوڑ کر گانپنے لگے ابوبکر صاحب کے لئے ضرر کا پہنچنا بہ سبب موجودگی سرور دو عالم نفس ذات امکان احتمالی تھا اور علیؑ کے واسطے بجہت تنہائی و علم مقام یقینی۔ پس جس نے ایسی جگہ قیام کیا کہ جہاں نقصان جان یقینی تھا وہ بے شبہ بہادر تھا اور اگر کہیں خدانخواستہ علیؑ کی جگہ ابوبکر ہوتے اور عالم تنہائی میں کفار برہنہ تلواریں لیکر گھر میں آکودتے تو وہی حالت پیش آتی جس کو ضعیف المعدہ خوب جانتے ہیں۔ اہل عقل قرآن سے دونوں کے لئے فال نکالیں علیؑ کے لئے مرضات اللہ دیکھیں گے اور ابوبکر صاحب کے لئے لاتحزن اس جگہ سوالیان جناب ابوبکر یہ فرما سکتے ہیں کہ کفار میں قسماقسمی نبی کے قتل پر ہوئی تھی۔ علیؑ سے کیا واسطہ تھا وہ بہر حال بچے ہوئے تھے بحالت اطمینان وہاں صرف پڑ رہنے میں کیا باک تھا اُن کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ حسب روایات اہل سنت (اسنۃ حجۃ رسالۂ آفتاب خلافت) جبکہ آنحضرتؐ نے بعد نزول آیۂ (وانذر عشیرتک الاقربین) اپنے کنبہ کی دعوت کر کے فرمایا تھا کہ میں ادیان باطلہ کی جڑ اُکھاڑ کر پھینکدوں گا تم لوگوں میں سے کون اُس امر عظیم میں میری مدد کر سکتا ہے اُس وقت تمام اعیان بنی ہاشم نے گردنیں نیچے جھکا لیں ایک جواب نہ دے سکا بلکہ مذاق اُڑانے لگے یہ بے لطفی دیکھکر حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ میں آپ کے کام میں مدد کے لئے تیار ہوں تب نبیؐ نے فرمایا کہ بس تم ہی میرے بھائی اور وزیر و خلیفہ ہو اندریں حالت نبیؐ و علیؑ کفار کی آنکھوں میں برابر کھٹکتے تھے۔ جیسا وہ نبیؐ کو خار دامن سمجھتے تھے ویسا ہی اُن کے مددگار و جان نثار و خلیفہ کا معدوم کرنا فرض ذاتی جانتے تھے۔ اگر حضرت امیرؑ کو خوف ہلاکت نہ تھا اور قصداً فدائے رسولؐ ہونے کے لئے بستر نبوی پر لیٹے تھے تو بمفاد آیۂ صدر خدا نے کیا چیز خریدی اور علیؑ نے کیا فروخت کیا جس کی قیمت میں مرضات خدا کو حاصل کیا۔ قصہ مختصر آیۂ غار سے حضرات سنیہ جناب ابوبکر کے لئے تعریف کا پہلو نکالتے ہیں یہ اُن کی زیادتی ہے۔ آیۂ موصوفہ میں کسی کی تعریف مقصود باری نہیں۔ بلکہ مخالفان آنحضرتؐ کی تنبیہ و توبیخ کے لئے حضرت احدیت نے اپنے اُن تفضلات کا ذکر فرمایا ہے جو کہ

بھی آنحضرت مبذول فرمائے تھے۔ سیاق کلام دیکھو خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے نبی کی ہمیشہ مدد کی ہے اُن مقامات میں سے ایک غار ہے جس پر مکڑی نے جالا تنا کبوتر نے انڈے دیئے خار دار درخت نے در غار کو چھپایا ایک شخص جو اُس کے ساتھ تھا۔ حزن و ملال سے باعث پریشانی ہوا پس ہم نے اُس پر سکینہ یعنی اپنی تسکین کو نازل کیا جس سے وہ سب مہیب علامات اور ساتھی کی مضطربانہ حالت نے اُس کے قلب ساکن و مطمئن پر کوئی مخالف اثر نہ ڈالا اور باطمینان خاطر اپنے کام میں مشغول رہا۔ صاحبان عقل سلیم غور فرمائیں کہ اسجگہ مسلمانان فرار شعار کے سامنے خدا اپنی عنایتوں کا ذکر فرما رہا ہے۔ یا فضائل ابوبکر کی فرد مرتب کر رہا ہے اہل سنت بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں جو آیۂ غار یا دیگر آیات کو معمول بہ فضائل ثلاثہ وغیرہ کرتے ہیں عظمائے اہل سنت کو قطعی انکار ہے کہ خدا نے اپنے مقدس کلام میں بصراحت کسی اصحاب کی تعریف کی ہو چنانچہ شارح مواقف نے صفحہ (۲۰) پر لکھا ہے (لا ثناء فی القرآن علی واحد من الصحابۃ بخصوصیۃ الی اٰخرہ) عبارت طویل ہے صحیح ترجمہ عرض کرتا ہوں (قرآن میں خصوصیت کے ساتھ کسی صحابی کی شان میں مدح و ثنا وارد نہیں ہوئی اور شیعہ فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جن لوگوں کی قدح کی گئی ہے اور قرآن میں مذمت وارد ہوئی ہے وہ لوگ اُن آیات کی بشارت سے محروم کیئے گئے ہیں جو کہ بر سبیل مدح صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں پس شیعہ کا ایسا اعتقاد تکذیب قرآن کا سبب نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں وہ احادیث جو کہ اصحاب کے حق میں بشر بہ صواب دار القرار آنحضرت نے ارشاد فرمائی ہیں اُن کا منکر بھی خارج از حدود اسلام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسی حدیثیں از قسم احاد ہیں قطعی طور پر قابل استدلال نہیں کیونکہ حد تواتر تک نہ پہنچیں۔

لمؤلف

شیعہ لوگوں کو جو علمائے اہل سنت بجرم قدح ثلاثہ یا انکار فضائل کافر کہتے ہیں یہ درست نہیں اُن کو لازم ہے کہ شارح موصوف کے ارشاد سے سبق حاصل کریں۔

علامہ سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ سورۂ توبہ کا نام سورۂ عذاب وفاضحہ تھا
حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ آیات برائت ایسی غیظ وغضب کی بھری ہوئی ہیں کہ ہم
یقین کرتے تھے کہ صحابہ سے بلا فضیحت ورسوائی کوئی نہ بچے گا۔ دیکھیے سورۂ موصوف
ایسی پُرعتاب ہے کہ خدا نے اپنی رحمت یعنی بسم اللہ کو بھی اُس سے اُٹھا لیا ہے تعجب ہے
حضرات اہل سنت کی قرآن دانی پر کہ بغیر بسم اللہ کی سورت والی آیت بہ حق ابو بکر
مفید جانتے ہیں غالباً یہ اُنہیں کے ذکر کی برکت ہے کہ آیۂ رحمت سورۂ مذکور سے سلب
وضبط کرلی گئی۔ اہل سنت خواہ مخواہ قرآن کے غلط معنی بیان کرکے اپنے مذہب کی عزت
اور خلفاء کی ظاہری وقعت گھٹاتے ہیں بھلا وہ کیا جانیں کہ مطالب کتاب اللہ کیا ہوتے
ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن وعترت کو حبل المتین فرما کر امت کو
اُن کے حوالہ کیا ہے جن لوگوں نے مسائل دین میں عترت سے کچھ نہیں لیا بلکہ مذہب
فاروقی پر فخر کیا ہے وہ قرآن داں ہونے کا کیوں دعوے کرتے ہیں مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ اس جگہ مجملاً اس بات کا ذکر کردیا جائے کہ ائمۂ اہلبیتؑ سے اہل سنت کو در باب
دینیات کوئی علاقہ نہیں زبانی ہر سنی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم مطیع اہل بیتؑ ہیں اور جو
احکام ائمہؑ نے دیے ہیں ہم اُن سب کو مانتے اور اُن پر عمل کرتے ہیں اور اُن کے دشمنوں
سے قطعی بیزار ہیں۔ مگر جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت آپ کے مذہب میں جو مسائل
اہلبیتؑ معمول بہ ہوں براہ عنایت اُن میں سے دو ایک کا پتہ تو دیجئے تاکہ (یقولون
بافواہہم ما لیس فی قلوبہم) کا آپ کو مصداق نہ سمجھا جائے اُس وقت یہ
فرماتے ہیں کہ اُن کے مسلک پر شیعہ چلتے ہیں۔ ہم تو اپنے چاروں اماموں ابو حنیفہ
شافعی وغیرہ کے مطیع ہیں جب کوئی معاملہ متعلق بہ طہارت ونماز وروزہ وحج و
زکوٰۃ ودیون ودیت ووراثت وغیرہا پیش ہوگا کبھی کسی سنی کی زبان پر یہ بات جاری
نہ ہوگی کہ آل رسولؐ کا اس بارہ میں یہ ارشاد ہے۔ بلکہ یہی کہیں گے کہ امام اعظم کی یہ رائے
ہے۔ صاحبین (ابو یوسف ومحمد) یہ فرماتے ہیں فلاں امام کا یہ فتویٰ ہے۔ غرضکہ
ارشادات ائمہؑ سے اہل سنت کا کیسہ خالی ہے۔ اس فرقہ کی کتب احادیث میں اعلیٰ درجہ

بخاری کا ہے خیریت سے نبی کے خاندان کا ایک قول بھی اُس میں نقل نہیں ہوا یہ بات کل سنیوں
کو تسلیم ہے۔ مرزا حیرت دہلوی اپنے رسالہ خلافت شیخین کے صفحہ ۵۵ سطر ۱۰ پر یہ بات
معترف ہوئے ہیں کہ خاندان رسولؐ سے حضرت بخاری نے کچھ نہیں لیا۔ عقلا اِس جگہ
اندازہ کر سکتے ہیں جس فرقہ کی کتب احادیث روایات ائمہؑ سے حالت خاموشی میں ہوں
وہاں مسائل کا کیا ذکر ہے صاحب تحفہ نے باب یازدہم میں تسلیم فرمایا ہے کہ ابو حنیفہ اور
اُن کے امثال نے مسائل کثیرہ میں ائمہؑ سے اختلاف کیا ہے اور اُن کے برخلاف
فتوے دیئے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب نعمانی نے کتاب سیرۃ النعمان لکھی منجانب
شیعہ اُس پر ریویو ہوا۔ اخبار نظام الملک مراد آباد کو اُس پر غصہ آیا اپریل و مئی و جون ۱۸۹۱ء
کے پرچوں میں اپنے عقائد کی تصویر کو بہ ایں خط و خال دکھلایا (علی المرتضیٰ و حسنین
علیہم السلام کے پاس تمام علم نبیؐ نہ تھا کہ جس سے اُن کو حامل علوم نبیؐ کہا جائے بلکہ
وہ در باب مسائل دوسروں کے محتاج تھے اور جس بات کو نہ جانتے تھے دیگر بزرگان دین
و شیوخ سے دریافت کر لیا کرتے تھے مثل علیؑ و حسنینؑ رسول اللہؐ کے ملنے والے ہزارہا
آدمی تھے جس طرح آنحضرتؐ کے اقوال و افعال اہلبیتؑ دیکھتے تھے اُسی طرح کے دیکھنے
والے اور بھی تھے علم نبیؐ مختص بذات علیؑ و حسنینؑ نہ تھا اور نہ علم حدیث کوئی علمی بھید
تھا کہ نسلاً بعد نسلاً ائمہ اہل بیتؑ کے سینوں میں بطور اسرار و ودیعت و امانت رہا ہو
واقع میں عامل بہ مذہب اہل بیتؑ ایسے ہی بزرگوار ہونے چاہئیں ہاں کا اعتقاد خاندان
نبوت سے بہ ایں خوبی ہو اس سے بڑھکر سنئے شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں
(علیؑ کی خلافت برائے نام تھی اُن کے زمانہ میں تمکین دین مطلق نہیں ہوئی مسلمانوں میں بجائے
اتفاق نفاق پھیل گیا۔ باہمی الفت خیر باد کہکر رخصت ہوئی۔ شیخین کے زمانہ میں جو
عنایات ربانی فوج فوج نازل ہوتی تھی وہ علیؑ کے زمانہ میں سلب و منقطع ہو گئی جس طرح
ثلاثہ کے وقت میں مسلمانوں نے جدال و قتال کیا اس طرح دل توڑ کر اُن کے تحت رایات
نہیں کیا مذہب اہل سنت میں اُن کی کوئی حدیث صحیح نہیں مانی گئی اور نہ کوئی مسئلہ
اصول مستخرج ہوا۔ ابو ہریرہ سے پانچ ہزار احادیث نقل ہیں اور اُن سے صرف پانچسو

وہ بھی غیر منتظم و مختل۔ علیٰ ہذا سلسلۂ تصوف میں بھی وہ پیشوا تسلیم نہیں کئے گئے حسن بصری کا علیؑ سے خرقۂ درویشی لینا محض غلط ہے۔ جسقدر مسائل اصول ہیں وہ سب شیخین سے ہیں جس نے سب سے پہلے اصول مذہب کا کلیہ قائم کیا وہ امام شافعی علیہ الرحمہ ہیں ان عبارات کے آگے لکھتے ہیں (کہ این فقیر تا حال مطلع نہ شدہ است بر مسئلۂ اصولیہ کہ ماخوذ باشد از کلام مرتضیٰ) یہ ہی بزرگ اپنی دوسری کتاب قرۃ العینین کے صفحہ (۲۰۹) پر لکھتے ہیں (بر دست مرتضیٰ فتح اسلام واقع نہ شد و در ہیچ فنے از فنون شرعی اعتماد کلی بر آثار مرتضیٰ بظہور نیامدہ) پھر صفحہ (۱۸۳) پر رقمطراز ہیں (غلط از حضرت مرتضیٰؑ واقع شدہ و آں غلطی در نفس مسئلہ فقہ بود) ابن حجر عسقلانی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالہ سے کتاب دُرر کامنہ کے صفحہ (۱۴۴) پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے سترہ باتوں میں خطا اُٹھائی اور وہ سب خطائیں مخالف کتاب اللہ تھیں عبارت یہ ہے (وقال فی حق علی خطا سبعة عشر شیئا ثم خلف فیها نص الکتاب) تمام مضامین متذکرہ بالا کا دیکھنے والا اگر عقل و ایمان سے بہرہ یاب ہوگا تو خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ مذہب اہل سنت کو ائمہ اہل بیتؑ سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ اُن کی مخالفت پر یہ گروہ تُلا ہوا ہے۔ خاندان نبوت اگر دن کہتا ہے تو یہ آدھی رات بتلاتے ہیں۔ یہ لوگ اہل بیتؑ سے صرف مسائل میں اختلاف ہی نہیں رکھتے بلکہ اُن کے دشمن بھی ہیں اور اُس دشمنی کو تمغۂ سنیت جانتے ہیں اور بلا عداوت اہلبیتؑ اپنے ایمان کو صحیح نہیں سمجھتے۔ تزک تیموری میں لکھا ہے کہ علمائے ماوراء النہر نے متفق ہو کر یہ ثبت مواہیر و دستخط امیر تیمور کی حضور میں ایک محضر پیش کیا کہ علیؑ ابن ابیطالب قتل عثمان میں شریک تھے۔ جہاں پناہ اس رزولیوشن کو پاس کر دیویں کہ ہر مسلمان علی المرتضیٰؑ سے عداوت رکھنا جزو ایمان سمجھے۔ شاہ موصوف نے اپنے مرشد ہادی و شیخ وقت زین الدین سے اس بارہ میں دریافت کیا اُنہوں نے جواباً یہ مضمون لکھا۔

ابیات

بر عرش بریں باشد اگر منزل تو ۔۔۔ وز کوثر اگر سرشتہ باشد گل تو

گر حبِ علیؑ نباشد اندر دل تو	نفرین بہ تو وسعیٔ بے حاصل تو

بعد ازیں یہ جملہ لکھا ہے (وائے بر عثمان کہ قاتلش علیؑ باشد) لفظ وائے سے جو کہ بمقام حیف و افسوس لکھا جاتا ہے پیر طریقت کا یہ مطلب ہے کہ علیؑ قاتل کافرین و مشرکین ہیں۔ نہ کہ مومنین۔ اگر واقعی عثمان کو علیؑ نے قتل کیا یا کرایا۔ بہر حال اُس کے خون کی اباحت لازم آتی ہے پس افسوس بہ حالِ عثمان کہ کافر ہو کر مرا۔ صاحبانِ فہم خیال فرمائیں کہ جس گروہ کی طبیعت میں حضرت امیرؑ سے یہ اس مرتبہ جوش ہو کہ رعایا و برایا کو عداوت مرتضوی پر معتقد و مستقل رہنے کے لئے سلاطین سے قانون پاس کرائیں وہ مسلمان سمجھے جا سکتے ہیں اور اُن کی نسبت یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے قرآن کی صحیح معنی سمجھے ہوں گے۔ امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں (الرجل لا یکون مومناً حتیٰ یبغض علیاً ولو قلیلاً) یعنی کوئی شخص بلا بغض علیؑ مومن نہیں ہو سکتا۔ واہ رے مومنیت کہاں جنم لیا۔ علیؑ کے دشمنوں کے جگر میں۔ مرزا حیرت دہلوی جن کا انچیا اہل سنت کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا ہے اپنی مولفہ کتاب شہادت کے صفحہ (۱۳۹ و ۱۴۰) پر لکھتے ہیں کہ علی مرتضیٰؑ سے جو محبت رکھنا ضروری دین و جزو ایمان کہا جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے صوفی لوگ جو اُنکو ہادیٔ اسلام و پیشوائے اولیائے کرام کہتے ہیں یہ اُنکا دھوکا ہے۔ اہل سنت کا ایک بڑا فصیح شاعر تھا جسکو علی بن جہم کہتے ہیں وہ اپنے اشعار میں حضرت امیرؑ کی توہین کرتے ہوئے اپنے باپ پر نفرین کرتا ہے کہ اُسنے مجھکو دنیا میں میرے واسطے سوائے علیؑ کے اور کوئی نام ہی نہ سوجھا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی تحفہ میں اسکو تسلیم فرمایا ہے۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں شاعر مذکور کی براءت میں یہ فیصلہ کرتے ہیں (انہ کان معناً ابراً فی بغض علیؑ والانحراف عنہ لان صحبتہ لا یجتمع مع التسنن) یعنی علی بن جہم علیؑ سے عداوت رکھنے میں بیایں وجہ معذور تھا کہ اُن کی محبت تسنن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ گھر کا حال گھر والے خوب جانتے ہیں ابن خلکان نے نہایت سچائی سے اپنے اہل مذہب کی حالت بیان کردی۔ محمد قاسم ساکن سنبھلہیڑہ نے مجھ سے خود بیان کیا کہ پہلے زمانہ کے لوگ

اکثر جاہل تھے آداب اہل بیتؑ سے واقف نہ تھے اُن کے ساتھ عداوت رکھنا کوئی بری بات نہ جانتے تھے۔ ثبوت میں اپنے باپ کا قصہ تھا کہ اُنھوں نے بیان فرمایا کہ ہم کو علمار نے یہ تعلیم دی تھی کہ کم از کم مرغی کے انڈے کے برابر علیؑ سے عداوت رکھنا جزو ایمان سمجھنا چاہئے۔ اہل سنت خود ہی در پردہ دشمن اہل بیتؑ ہیں اور جو لوگ اُن سے بغض رکھتے ہیں اُن کو اپنا یار جانی جانتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب تحفہ مطبوعہ ثمر ہند لکھنؤ کے صفحہ (۱۲۶) سطر ۱۲ پر لکھتے ہیں (اہل سنت کہ دشمنان اہل بیتؑ را دوست دارند بحیثیت دشمنی اہل بیتؑ دوست ندارند تا محذوری لازم آید) الحمد للہ خود بزرگ سنیان کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ سنی صاحب اہلبیتؑ کے دشمنوں کو دوست رکھتے ہیں خواہی سطر ۹ سے تا سطر ۱۴ اپنے مذہب کی چند حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں۔ طبرانی و حاکم کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں (من مات وھو مبغض لآل محمد دخل النار وان صلی وصام) یعنی جو شخص کہ بغض آل محمدؐ پر مرا وہ جہنمی ہے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ پھر حضرت طبرانی سے ناقل ہوئے (من ابغضنا اھل البیتؑ فھو منافق) جو شخص کہ اہل بیتؑ سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ اُسی طبرانی سے ایک اور حدیث لائے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اہل بیتؑ سے حسد رکھیگا وہ بروز قیامت تازیانۂ آتش کھائے گا۔ حکیم ترمذی کا قول کتاب نوادر الاصول فی اخبار الرسول سے اِس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ مقداد بن اسود نے روایت کی کہ معرفت آل محمدؐ سے براءت نار ہوتی ہے اور اُنکی محبت عبور صراط کرنے میں مدد دیتی ہے اور عذاب خدا سے اُن کی ولایت کا اقرار پناہ میں رکھتا ہے جس خاندان کی یہ عزت ہو اُن کے ساتھ اہل سنت ایسے بیہودہ تعلقات رکھتے ہیں۔ حضرات اہل سنت پر لازم ہے کہ حسب شد و آمد قدیم عداوت اہل بیتؑ نے جو اُن کے دل میں گھر کر لیا ہے اُسکو دور کر دیں ورنہ یاد رکھیں صراط سے نہ گزر سکیں گے دو ٹکڑے ہو کر جہنم کے گہرے گڑھے میں گر جائیں گے تازیانہ ہائے آتش سے چوتڑوں کی کھال اُڑ جائیگی نماز روزہ کچھ کام نہ آئے گا۔ نیکی برباد گنہ لازم کے مصداق

ہو جائیں گے۔ علمائے اہل سنت نے جو اہل بیتؑ رسولؐ کی توہین کی ہے اور اُن کے ارشادات و افادات کو نا معتبر ٹھیرایا ہے اُن کو میں نے رسالہ تقریر دلپذیر میں بیان کر دیا ہے شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اہل بیتؑ و قرآن کو امت پر حاکم کیا ہے اور اُن کے مخالف مذہب کو غلط بتلایا ہے پس تسلیم شاہ صاحب اور حدیث متواتر و متفق علیہ (القرآن مع علي و علي مع القرآن) سے ظاہر ہے کہ قرآن کے اصلی معنی وہی ہیں جو اہل بیتؑ بیان کریں اُنکے سوائے کوئی اور جو مفاد آیات بتلائے غلط ہے۔ ہرگاہ حسب صراحت بالا ثابت کر دیا گیا کہ اہل سنت اہل بیتؑ کے مخالف اور اُن کے دشمنوں سے رسم و راہ رکھنے والے ہیں۔ لہذا وہ جو کچھ بھی آیۂ غار وغیرہ کی نسبت بیان فرمائیں نا قابل تسلیم ہوگا صحیح وہی سمجھا جائیگا جس کو شیعہ لکھتے ہیں کیونکہ اُن کا علم معدن نبوت سے ماخوذ ہے۔ اس جگہہ تک دو جملوں کی تصریح معہ دیگر امور ضروریہ کی گئی۔ لیکن حضرات اہل سنت جملۂ اصحابنا اور سکینہ میں بھی پیر اڑا کر اول میں ابوبکر صاحب کو شریک اور آخر میں مالک کل خیال فرماتے ہیں۔ لگتے ہاتھ اُن دونوں کی بھی توضیح کئے دیتا ہوں تاکہ اہل سنت کی بے جا دست اندازی معلوم ہو جائے۔ حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جو فرمایا تھا (ان اللہ معنا) اس میں ابوبکر کے لئے یہ فضیلت نکلتی ہے کہ وہ بھی مثل رسولؐ معیت خدا میں داخل تھے۔ نہ معلوم سنی صاحبوں نے اس میں کیا خصوصیت سمجھی ہے کہ محض معیت پر ناز و فخر کیا ہے۔ خدا ہر مسلم و کافر کے ساتھ ہے۔ وہ رب العالمین ہے نہ کہ محض رب المسلمین ہر ایک کا رازق و مختار حیات و ممات و حافظ و ولی وہی ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید اس پر شاہد ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کی رگ گردن سے خدا نزدیک ہے اور غیر مسلمانوں سے کوسوں دور۔ خدا کا ساتھ ہر شخص سے اُس کے مرتبے کے موافق ہے کفار کی معیت اور طرح کی ہے مومنوں کا ساتھ دینا دوسرا ہے۔ غرضکہ خدا سب کے ساتھ ہے کسی کے ساتھ بہ رحمت اور کسی کے ساتھ بہ غضب۔ سورۂ مجادلہ میں ہے

ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم) تین رازداروں میں چوتھا خدا ہے۔ پنج تن خدا اور خدا مل پنج عام محاورہ میں داخل ہے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ معنا کلام خدا نہیں ہے بلکہ جناب احدیت نے آنحضرتؐ کے اس قول کو نقل فرمایا ہے جو کہ آپ نے غار میں حضرت ابو بکر سے کہا تھا۔ دیکھو خدا نے اس کو اس طرح ادا فرمایا ہے۔ (اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا) یعنی اے ساتھی تو نہ گھبرا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ رسولِ پاک نے ایک معمولی و مروجہ بات بیان کی تھی اس میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں جس کو شاذ و نادر زمانہ کہا جائے۔ اہل سنت فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کا وہ حزن و ملال حضرتؐ کے لئے تھا پس اپنے نفس کی ان کو کچھ پروا نہ تھی۔ اس سے اور بھی معنی کو جلا ہو گئی کہ آپ میری وجہ سے مکدر و ملول نہ ہوں خدا میرے ساتھ ہے لفظ معنا میں جو تعمیم ہے۔ ایسا استعمال بہ مقام احتشام کیا جاتا ہے۔ اکثر بول چال میں آتا ہے ہم کھاتے ہیں۔ ہم سوتے ہیں۔ ہم چلتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کھانے اور سونے اور چلنے میں کوئی اور بھی شریک ہے بلکہ صریحاً اپنی ذات کا اثبات اور نفس غیر کی نفی منظور ہوتی ہے۔ کتاب اللہ میں بسا مواقع پر ذات واحد کا بصیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے بطور نمونہ دکھلاتا ہوں (اللہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم) غور کیجئے کہ لنا اور اعمالنا سے اس جگہ سب مسلمان اور ان کے اعمال مراد لئے گئے ہیں یا کہ صرف بہ نظر جلالتِ شان واحد کو جمع سے تعبیر کیا گیا ہے اگر لنا اور اعمالنا سب مسلمانوں پر محیط و مشتمل ہو تو ابو بکر بھی دامنِ معنا کا ایک گوشہ سر پر ڈال سکتے ہیں ورنہ نہیں خدا فرماتا ہے (انا انزلناہ) ہم نے اس کو اتارا۔ یہاں خدائے واحد نے اپنی ذات کے لئے جمع کا صیغہ فرمایا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں اور پھر گزارش ہے کہ حضرات اہل سنت بجرم مخالفت اہل بیتؑ فہم قرآنی سے بہ مراحل دور ہیں۔ اگر بہ نظر دقیق دیکھا جائے تو اس ڈانٹ ڈپٹ یعنی لا تحزن میں حضرت صدیق کی سخت اہانت ہے ظاہر ہے کہ بوقت اضطراب خلیفہ اول کو

نہ خدا یاد تھا نہ اُسکی حفاظت پر بھروسہ رکھتے تھے۔ اُن کو پریشان دیکھکر آنحضرتؐ نے
یاد دلایا کہ اے ابو بکر خدا کو بھول گئے جو چیخنے چلاتے ہو اللہ پر نگاہ رکھو وہ حفاظت
کرنے کے لئے ہمارے ساتھ ہے۔ واہ اہل سنت نے کیا ہی اچھا ثبوت
حضرت ابوبکر کی وقعت کا قرآن سے استخراج کیا ہے۔ (فانزل اللہ سکینتہ علیہ)
یعنی نازل کی خدا نے اپنی تسکین اُس پر۔ حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ یہ انعام
بلا شرکت آنحضرتؐ مخصوص ابوبکر صاحب کو ملا کہ شرف سکینہ سے مشرف ہوئے
کیونکہ دیگر مواقع پر جو ذکر سکینہ ہوا ہے وہاں رسول اللہ و مومنین سب کو داخل
سکینہ کیا گیا ہے اور اس جگہ صرف ابوبکر کو۔ میں نے ابتدا میں لکھا ہے کہ آیہ غار
کے متعلق جسقدر ضمائر ہیں اُن سب کا رجوع آنحضرتؐ کی ذات بابرکات پر ہے۔
سیاق کلام دیکھو آیہ موصوف میں ابتدا سے نبیؐ کے مصائب اور اُس پر
خدا کی مرحمت کا ذکر ہے بضرورت موقع فقرات آیہ حوالہ قلم کرتا ہوں فقرہ اول
(الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ) اگر تم ہمارے نبیؐ کی مدد نہ کروگے تو خدا اُس کا مددگار
ہے۔ اس میں حضرت ابو بکر کا کوئی لگاؤ نہیں فقرۂ دوم (اذ اخرجہ الذین کفروا)
جبکہ کفار نے اُس کو برداشتہ خاطر اور دل تنگ کر کے نکالا اس میں بھی بلا اشتمال
ابوبکر حضرتؐ ہی کا ذکر خیر ہے۔ فقرۂ سوم (ثانی اثنین) یہاں ایک امر واقعی
کا بیان ہے کہ ہمارا رسولؐ اُسوقت تنہا نہ تھا ایک اور آدمی بھی ساتھ رکھتا تھا یہ ذکر بھی
آنحضرتؐ سے علاقہ رکھتا ہے۔ فقرۂ چہارم (اذ ھما فی الغار) جبکہ وہ غار میں تھے
اس میں سوائے شرکت مکانی کوئی خاص فضیلت نہیں۔ بسا مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ
مختلف مذاہب کے آدمی متقی و مشرک کافر و فاجر مومن و منافق ایک جگہ
جمع ہو جاتے ہیں۔ حضرت نوح و لوط علیہم السلام کو ازواج کافرہ سے یکجائی تھی
خود ہمارے حضور پر نور کو ام المومنین عائشہ و حفصہ سے جن کے بحکم آیہ مندرجہ
سورۂ تحریم (فقد صغت قلوبکما) راہ راست سے دل ہٹ گئے تھے برسہا
برس اتفاق ہمبستری ہوا۔ حضرت آسیہ و فرعون کا حال سب پر ظاہر ہے۔

ابوطالب جو کہ بزعم اہل سنت کافر تھے شعب معروف میں عرصۂ دراز تک حضرتؐ کے یار غار رہے۔ اصحاب کہف کا کتا بہ این عنوان شریک غار رہا جس کا قصہ قرآن میں موجود ہے یہ شرف بھی اگر بذیل شرف معدود کیا جائے تو کوئی قابل نظر شرف نہیں ہے۔ فقرۂ پنجم (اذ یقول لصاحبہ) اس کی بحث اول گزر چکی جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ لفظ صاحب عام ہے کوئی خاص بات نہیں۔ فقرۂ ششم (لا تحزن) بھی طے ہو چکا۔ فقرۂ ہفتم (فانزل اللہ سکینتہ علیہ) یہی فقرہ زیر بحث ہے۔ فقرۂ ہشتم (وایدہ بجنود لم تروھا) ہم نے اُس کی ایسے لشکروں سے مدد کی کہ جن کو تم نے نہ دیکھا۔ اِس آیہ میں (علیہ) (وایدہ) (واخرجہ) کی کل ضمیریں حضرتؐ سے متعلق ہیں جن کو کفار نے مکہ سے نکالا۔ جن کی نظر نہ آنیوالے لشکروں (فرشتوں) سے مدد کی اُنہی پر سکینہ کو نازل فرمایا اہل سنت خواہ مخواہ بہ حمایت و طرف داری حضرت ابوبکر عزت سکینہ کو اپنے نبیؐ سے سلب کئے لیتے ہیں۔ بعض مفسرین اہل سنت مثل ملا حسین کاشی صاحب تفسیر حسینی نے لکھا ہے کہ ابوبکر محتاج سکینہ بہ ایں جہت تھے کہ اُن کو اضطراب تھا اور حضرتؐ کو استقلال مستقل کے لئے ضرورت تسکین نہ تھی بلکہ مضطر کے واسطے لازمی تھی۔ اِس پر مجھ کو یہ عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے کہ دیگر مواقع پر جو مومنین و آنحضرتؐ کو نزول سکینہ میں حصہ دار بنایا گیا ہے وہاں حضرتؐ کا مضطر و غیر مستقل ہونا ماننا پڑے گا۔ دیکھو اسی سورہ میں آیۂ غار سے چند آیات پہلے خدا نے ارشاد فرمایا ہے (ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین الی آیہ) نہ معلوم اب حضرات اہل سنت کیا فرمائیں گے کیونکہ آنحضرتؐ پر نزول تسکین مع مومنین ہوا ہے علیٰ ہذا آیۂ غار میں جو سکینہ ہے وہ حضورؐ کی ذات گرامی سے علاقہ رکھتا ہے ابوبکر صاحب سے اُس کو کوئی علاقہ نہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب شمس العلماء ایل ایل ڈی دہلوی نے جو ترجمۂ قرآن حسب محاورہ کیا ہے اُس میں لفظ (علیہ) پر بریکٹ لگا کے لکھ دیا ہے (آنحضرتؐ) یعنی یہ شرف صرف سرور عالم کو ملا ہے۔ غرضکہ ابوبکر صاحب پر تسکین وارد نہیں ہوئی اگر وہ خدا کے نزدیک مومن ہوتے تو جس طرح

آیۂ بالا میں رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مومنین داخل سکینہ ہوئے یہ بھی موجب افسوس ہے سنیوں کی بیجا طرفداری پر کہ ایسے شخص کی حمایت میں قلم فرسائی کرتے ہیں جو کہ لباس مومنیت سے آراستہ نہ تھا۔ پس اگر ضمیر علیہ خلاف سیاقِ عبارت ابوبکر صاحب سے چسپاں ہوگئی تو ضمائر منتشر ہوجائیں گی اور مطلب خبط و بے ربط ہوجائے گا کہیں کوئی مراد ہوا اور کہیں کوئی۔ یہ امر انتظام کلام کے مغائر اور حدود فصاحت سے باہر سمجھا جائے گا۔ تعجب ہے کہ جس کے طفیل سے نزول سکینہ ہو وہ محروم اور ابوبکر مالک کل۔ اگر بخاطر واشت اہل سنت ہم مان بھی لیویں کہ تسکین ابوبکر ہی پر نازل ہوئی تھی اور حضرتؐ کو کوئی مساہمت نہ تھی تو لازم تھا کہ حضرت ابوبکر کا قلب مسکن مدام بے خطر رہتا ارباب سیر لکھتے ہیں کہ بعد واقعۂ غار راہ مدینہ میں سراقہ (جو کہ تلاش کناں متعاقب آرہا تھا حضرتؐ کے پاس پہونچ گیا ابوبکر اُس کو دیکھکر گھبرائے اور مثل غار ہائے وائے کرنے لگے اُسوقت بھی حضرتؐ نے (لا تخف) فرمایا اگر بقول اہل سنت ابوبکر نزول سکینہ سے بہرہ یاب ہوچکے تھے تو تھوڑی ہی دیر میں وہ تسکین کچے رنگ کی طرح کیوں طبیعت سے دور ہوگئی تھی۔ ایسا تسکین یافتہ راہ میں سراقہ کو روکتا بڑھکر ہاتھ مارتا نہ یہ کہ گرم گرا کر رسولؐ کے دامن قبا سے منہ چھپاتا۔ دیکھو جس پر خدا نے انعام سکینہ فرمایا تھا وہ برابر لا تخف کہتا رہا۔ اگر ابوبکر خدا کے نزدیک مومن ہوتے تو شریک سکینہ کیئے جاتے اور بجائے علیہ۔ علیہما وارد قرآن ہوتا۔ پس بہ وجوہات صدر ثابت ہوا کہ آیۂ غار میں حضرت ابوبکر کی مدحت نہیں بلکہ اُن کے بودے پنے کی مذمت ہے اسی واسطے ایک خوش کلام شاعر نے کہا ہے بیت

پس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل
آں خزن دہ قراری شیخ معمم

میں امید کرتا ہوں کہ اگر بلا تعصب و انصاف حضرات اہل سنت توضیح آیہ پر نظر فرمائیں گے تو حضرت ابوبکر کی بیجا طرفداری سے مستعفی ہوجائیں گے۔

آیۂ سوم مندرجہ وسیلۂ نجات

(وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر) صفحہ ۸ سطر ۱۴ سے تا سطر ۱۹ صفحہ ۹
سب اوورسیر صاحب نے معہ ترجمہ و مفاد آیہ طولانی عبارت حوالۂ قلم فرمائی
ہے (انہوں کے لئے زمین میں نہ کوئی مددگار ہوگا نہ یار) یہاں تک تو آیۂ مندرجہ کا ترجمہ
تھا مفاد یہ بیان کرتے ہیں (کہ منافقین کا دنیا میں کوئی معاون و مددگار نہ ہوگا بے
یار و یاور ہو کر مخذول و منکوب ہو جائیں گے۔ چونکہ خلفائے ثلاثہ کی اُس وقت کے تمام
مسلمانوں نے امداد کی اور ہر عنوان سے اُن کی اعانت کے لئے موجود ہو گئے نظر بریں
سمجھا گیا کہ وہ منافق نہ تھے اگر ہوتے تو خدا مدد نہ فرماتا۔ منکرین قرآن جو حضرت امیرؑ
کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ گھر گھر مہاجر و انصار سے طالب نصرت ہوئے مگر کسی نے اُن
کی مدد نہ کی یہ بالکل غلط ہے۔ اگر علیؑ دعویدار خلافت ہوتے اور پیغمبر صلعم نے اُنکے
باب میں کچھ ارشاد کیا ہوتا تو ضرور اُن کی صحابہ مدد کرتے۔ مگر جبکہ حضرت امیرؑ نے
ابوبکر کو خلیفۂ حق مانکر اُن کی بیعت کر لی تو معلوم ہوا کہ شیعہ اپنے دعوے میں بر سر ناراستی
ہیں) لہذا چند تنقیحات پر اظہار مطلب کیا جاتا ہے تاکہ سب اوورسیر صاحب اور دیگر
ناظرین کی سمجھ میں آجائے۔

(۱) یہ کہ آیۂ (وما لھم فی الارض) سے مراد خداوندی کیا ہے۔

(۲) اہل دنیا نے اکثر و بیشتر دینداروں کی اعانت کی ہے یا کہ اُن سے گریز و
فرار اختیار کیا ہے۔

(۳) حضرت علیؑ یہ علم رکھتے تھے کہ رسول مقبولؐ نے اُن کی نسبت درباب
خلافت کچھ فرمایا ہے۔

(۴) حضرت امیرؑ نے درباب حصول خلافت کوئی کوشش کی یا کہ بلا تامل حضرت
ابوبکر کو خلیفۂ جائز سمجھکر اُن کی بیعت کر لی

(۵) جو لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ علیؑ نے لوگوں کے گھر جا کر تحریص بہ نصرت خود کی

وہ منکرِ قرآن ہیں۔

تنقیح اوّل،

آیۂ (وما لھم فی الارض) سے مرادِ خداوندی کیا ہے۔

چونکہ حضراتِ ثلاثہ کے ساتھ اُس وقت کے اکثر مسلمان متفق ہو گئے تھے لہٰذا سباؤ و رسیر صاحب اور اُن کے پیرِ مرشد شاہ صاحب کو دھوکا ہوا کہ اگر خلفائے ثلاثہ منافق ہوتے تو اُن کا کوئی ولی ونصیر یعنی دوستدار و مددگار نہ ہوتا افسوس ہے کہ ہر دو صاحب بجوشِ محبتِ خلفاء تعبیرِ آیہ میں غلطی اُٹھا گئے اِس جگہ وہ مطلب ہی نہیں جو کہ حضرات نے سمجھا ہے۔ آیۂ نزاعی سورۂ توبہ میں واقع ہوئی ہے جس سے ماقبل در بابِ منافقین یہ آیہ ہے (وان یتولوا یعذبھم اللہ عذاباً الیماً فی الدنیا والاخرۃ) جنابِ باری ارشاد فرماتا ہے کہ اگر منافقین اپنی حرکت سے باز نہ آئیں گے تو اُن پر دنیا و آخرت میں عذابِ شدید وارد کیا جائے گا۔ (وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر) اُن کے واسطے زمین میں کوئی مددگار نہ ہوگا۔ سلسلہ وار معنی پر نظر کرنے سے یہ مطلب پیدا ہوا کہ جس زمین پر اُنہوں نے منافقانہ طرز اختیار کی ہے۔ اُس موقع پر اُن کا کوئی ایسا مددگار نہ ہوگا جو کہ عذابِ خدا کو اُن سے ہٹا دیوے۔ اِس موقع پر بعض تفاسیرِ اہلِ سنت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مرادِ خداوندی (ولی ونصیر) سے یہی ہے کہ خدا جب اہلِ نفاق و اربابِ شقاق پر عذاب نازل کرے گا تو اُس کا کوئی دفع کرنے والا نہ ہوگا یا یہ مطلب ہی جو کہ سباؤ و رسیر صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں اُن کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اِس موقع پر تفاسیرِ اہلِ سنت سے مدد لیویں تاکہ توضیحِ مطلب ہو جائے تفسیرِ بیضاوی میں لکھا ہے (وما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر) سے یہ مطلب ہے (فینجیھم من العذاب) اور تفسیرِ مدارک میں ہے (ولا نصیر ینجیھم من العذاب) تفسیرِ حسینی میں بھی یہی نتیجہ ہوا کہ عذابِ خداوندی کی گرفت سے کوئی ایسا نہ ہوگا کہ منافقین کو چھڑا سکے

سبا وو رسیر صاحب نے جو استدلال فرمایا ہے اُس سے لازم آتا ہے کہ جس کا
کوئی دنیا میں معاون و مددگار نہ ہو وہ منافق ہے اور جس کی امداد کے لئے گروہ
گروہ خلایق موجود ہو وہ مومن کامل سمجھا جائے۔ بہم برین بنا ماننا پڑیگا کہ جو انبیاء
بے یار و مددگار شہید ہوئے اور کوئی اُن کا عزادار و غمگسار نہ ہوا تو معاذ اللہ وہ حضرات
منافق اعتقاد کئے جائیں۔ افسوس ہے کہ سبا وو رسیر صاحب کو تفاسیر پر
بالکل اطلاع نہیں محبت ثلاثہ سے جو چاہتے ہیں لکھدیتے ہیں۔ ارباب فہم کو آگاہ ہونا
چاہیے کہ آیۂ موصوفہ عام منافقین حاضران لشکر اسلام سے علاقہ نہیں رکھتی بلکہ اِسکا
تعلق خاص قسم کے لوگوں سے ہے باین معنی کہ لفظ (مالہم) مندرجۂ آیہ کی ضمیر اُن
لوگوں کی طرف راجع ہے جو کہ (قائلین کلمۂ کفر اور کافرین بعد اسلام میں داخل ہیں)
یہ مطلب اُس آیہ سے بخوبی حل ہوتا ہے جو کہ قبل از آیہ مقدلہ وارد قرآن ہوئی ہے
اور وہ یہ ہے (وقالوا الکلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامہم) شیعہ تو
مقصود آیہ ثلاثہ کو قرار نہیں دیتے بلکہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو کہ بظاہر اسلام
ترک کر کے مرتد ہو گئے تھے مگر چونکہ سبا وو رسیر صاحب نے بوجہ کثرت اعوان و
انصار ثلاثہ کے سر پر یہ پگڑی رکھی ہے لہذا ہم بھی تسلیم کر کے یہی کہتے ہیں کہ وہ اہلسنت
کے خلیفہ ہی تھے جن کی تعریف آیت میں ہے وہ بجرم عصیان و طغیان ضرور معذب
ہوں گے۔ آیۂ نزاعی سورۂ توبہ میں واقع ہوئی ہے جس سے ماقبل یہ آیت ہے
(وان یتولوا یعذبہم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والآخرۃ) یعنی اگر ارباب نفاق
اپنی حرکات ناز یبا اور کفر کیشی سے باز نہ آئیں گے تو اُن کو اللہ دنیا و آخرت
میں عذاب شدید سے معذب کرے گا۔ تفسیر جلالین میں ہے (عذابا الیما
فی الدنیا بالقتل والآخرۃ بالنار) یعنی اُن لوگوں کے لئے عذاب دنیا یہ ہے
کہ قتل کئے جائیں اور آخرت میں جہنم کی بھٹی کا ایندھن بنا دئے جائیں ہرچند
کہ یہ لازمی نہیں ہے کہ دنیا میں وہ بضرور قتل ہی کئے جائیں۔ لیکن یہ لابدی
ہے کہ عالم جاودانی میں دوزخ کے کندے ہو جائیں۔ خلیفہ ثانی و ثالث پر

عذاب قتل بھی واقع ہوا۔ حضرت دوم حسب روایات اہل سنت جلسۂ نماز میں
قتل ہوئے اور اہل جماعت سے کسی نے اُن کی یاری و مددگاری نہ کی قاتل
مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا صاف نکل گیا جس کا آج تک پتہ نہیں چلا اتنے بڑے
باہیبت بادشاہ کا مارنے والا چشم خلایق سے پوشیدہ ہو کر قصاص سے بری
رہے سخت تعجب کی بات ہے یہ قاتل نہ تھا بلکہ عذاب خدا مجسم ہو کر آیا تھا کہ مثل صاعقہ
گرا اور بروے ہوا چلا گیا دنیا کی تاریخوں میں اس کی نظیر موجود نہیں۔ جناب ثالث
عرصۂ کثیر تک محبوس و محصور رہے حالانکہ اُن کے غلام و خُدام بکثرت تھے اور کئی ہزار
صحابہ مدینہ میں موجود تھے مگر ایک بھی تلوار پکڑ کر آمادہ پیکار نہ ہوا۔ بلکہ بروایت ابو سعید
الخدری آٹھ سو صحابہ اور حسب مقولہ عبداللہ ابن عمر مدینہ کا کوئی شخص ایسا نہ تھا
جس نے حضرت ذوالنورین کو خوار و مخذول نہ کیا ہو۔ واہ جناب سب اوور سیر
صاحب آپ نے خوب آیت پیش فرمائی جس سے اقتدار ثلاثہ کی قلعی کھل گئی۔
پس اس جگہ عذاب خدا کے روکنے والوں کا معدوم ہونا بیان کیا ہے نہ کہ منافقین
کے لئے اعوان و انصار ظاہری کا نہ ملنا۔ دیکھو اکثر دشمن خدا ایسے گزرے ہیں در
اب ہیں کہ تمام عالم یا خاص اُس رعایا نے جس کے وہ بادشاہ تھے اُن کا ساتھ دیا
ہے۔ نمرود و شداد و فرعون و ہامان وغیرہم کے حالات پر نظر کرنی چاہئے کہ کسقدر
خلقت اُن لوگوں کی مددگار تھی اور اُس زمانہ کے انبیاء کا کتنے لوگوں نے ساتھ دیا
(رب انی مغلوب فانتصر) پر نظر فرمانی چاہئے کہ حضرت نوحؑ کیسے دردناک
لفظوں میں اپنا مغلوب ہونا بیان کرکے خدا سے طلب نصرت کرتے ہیں۔ اگر عامہ
خلایق کے اتفاق کو محمول بہ ولی و نصیر کیا جائے تو سب اوور سیر صاحب کو ماننا پڑیگا
کہ ثلاثہ کی نصرت بھی مثل امداد سلاطین جابرہ تھی۔ خاصان خدا ہمیشہ مبتلائے بلا رہے
ہیں اور دشمنان دین کے سامنے مدام مظلوموں کا دستہ دست بستہ دیکھا گیا ہے
بعض انبیاء آرہ سے چیرے گئے کوئی آگ میں ڈالا گیا کوئی قوم میں ذلیل و
خوار ہوا کسی کا بدن کیڑوں نے کھایا کوئی جیل خانہ میں رہا تو کیا یہ کہا جائے گا

کہ یہ لوگ بے یار وغم گسار بوجہ نفاق کے تھے۔ جب ایسا خیال ہو گا اسلام جھٹ
ہو کر سیدھا مکہ معظمہ کا راستہ پکڑیگا۔ پس حسب سیاق آیات اوّل و آخر سورہ
توبہ میں ولی ونصیر سے یہی مراد ہے کہ عذاب خدا کے روکنے اور ہٹانے میں
منافقوں کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔

ذرا پھر ملاحظہ ہو۔ جب عثمان کے قتل پر عام مسلمانوں نے اتفاق کر کے
اس ہمدردی سے اُن کو ہلاک کیا کہ لاش اقدس کے گاڑنے دابنے میں بھی
مضایقہ کیا بہ قول احمد اعثم کوفی و روضۃ الصفا وغیرہ کتوں نے بھی لاشہ سے ایک
ٹانگ توڑ لی تھی غریب خلیفہ کی لاش مزبلہ پر پھینک دی ہی جو کہ بالآخر گورستان یہود
میں دفن ہوئی عایشہ صاحبہ نے (اقتلوا نعثلاً فقد کفر قتلہ اللہ) کہکر اُنکے
قتل کا فتویٰ دیا۔ یعنی اے مسلمانوں قتل کرو اس یہودی کو تحقیق کہ اس دراز ریش
نے کفر کیا ہے خدا اس کو قتل کرے۔ دیکھو انسان العیون و نہایہ ابن اثیر تحت
لفظ نعثل و کامل ابن اثیر۔

سبا و در سیر صاحب غور فرمائیں۔ جبکہ حضرت ثالث کا کوئی ولی ونصیر نہ تھا
اور مفسدانِ مصر کی نصرت پر تمام عرب متفق ہو گیا تھا تو کیا حضرت عثمان منافق تھے
جن کی نصرت سے مسلمانوں نے ہاتھ اُٹھا لیا تھا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ
کل بہتر آدمی تھے اور یزید کے ہمراہ ساری خدائی تھی چونکہ حضرت کا کسی نے ساتھ
نہ دیا اور بے ولی ونصیر یکہ و تنہا چھوڑ دیا۔ لہٰذا لازم آیا کہ حسب خیال سبا و در سیر
صاحب معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ جناب عایشہ و معاویہ کے ساتھ فوج کثیر تھی
اور حضرت امیرؑ کے ساتھ قلیل قلیل۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں تحریر
فرمایا ہے کہ ثلاثہ کے وقت میں جو فوج فوج عنایتِ ربانی نازل ہوتی تھی وہ علیؑ
کے وقت میں بالکل بند ہو گئی تھی۔ ثلاثہ کے تحت رایت جو مسلمانوں نے جدال و
قتال کیا وہ علیؑ کے ساتھ نہیں کیا۔ اندریں حالت لازم ہوا کہ العیاذ باللہ وہ
منافق تھے۔ یہ اتفاق امت غیر ہیں جو بعد اعلان مولائیت حضرت امیرؑ آنحضرت نے

چند دعائیں دی ہیں اُن میں بعض فقرات یہ ہیں (وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ) خدایا مدد کر اُس کی جو مدد کرے علیؓ کی اور خوار و ذلیل کر اُس کو جو علیؓ کی نصرت سے دست کش ہو جائے۔ چونکہ ابو ہریرہ و عبد اللہ ابن عمر و سعد وقاص وغیرہ نے حضرت امیرؑ کی بیعت نہیں کی اور کسی معرکہ میں اُن کا ساتھ نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ بہ ترک بیعت و نصرت مرتضوی مخذول و منکوب ہوئے۔ اور ہاں خوب یاد آیا۔ چونکہ ثلاثہ بھی اسی مد میں شمار کئے جاتے ہیں لہذا وہ بھی جملہ بددعائیہ کے اثر میں داخل ہیں۔ جملہ معاملات مصرحہ صدر پر غور فرما کر مترجم صاحب ارشاد فرمائیں کہ آیۂ مبارکہ (ومالھم فی الارض) کے یہ معنی ہیں کہ منافقوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا یا یہ کہ عقوبات خداوندی کا دنیا میں کوئی اُن سے روکنے والا نہیں ہے حالات گزشتہ سے قطع نظر کر کے عرض کرتا ہوں کہ زمانۂ موجودہ میں مخالفان خدا و رسول نے کس درجہ عروج حاصل کیا ہے اور انسانی جماعت سے کتنی اُن کی مددگار رہے۔ رسیا اور سیر صاحب جن کو بیکا مومن خالص بنا سمجھ رہے ہیں اُن کے زمانہ نے کیا حالت بنا رکھی ہے حسب مذاق شاہ صاحب وسیا اور سیر صاحب جن سلاطین کی امداد کو بے تعداد خلایق جمع ہو رہی ہے وہ مومن ہیں اور جو مسلمان بیچی گردن کئے ہوئے ہر طرح کے جبر اُٹھا رہے ہیں وہ مشرک ہیں۔ خوب کان کھولکر سن لینا چاہیئے۔ آیۂ ومالھم کا وہ مطلب نہیں جو کہ پیر سنیاں نے بیان کیا ہے۔ بلکہ اصل وہی ہے جس کو میں عرض کر چکا ہوں چونکہ حسب مفاد آیات بالا منافقین پر نزول اکا وعدہ ہوا ہے اور شیعہ ثلاثہ کو قطعی منافق بتلاتے ہیں۔ لہذا دیکھنا چاہیے کہ ان منافقوں پر دنیا میں کیا عذاب نازل ہوا بعض عذاب خلیفہ دوم و سوم کے جو کہ حسب تصریح جلالین متعلق قتل تھے اوپر دکھلائے گئے اب کچھ اور دکھاتا ہوں واضح ہو کہ عذاب کے یہی معنی نہیں کہ فقط ٹانگ ٹوٹ جائے یا آنکھ پھوٹ جائے۔ یا کسی مرض صعب میں کوئی مبتلا ہو جائے۔ بلکہ عذاب کی اقسام گوناگوں ہیں۔ انبیاء و اولیاء و صدیقین

و صالحین جو مورد آفات و بلیات ہوئے ہیں وہ بہ حکم (البلاء للولاء) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ اُن کا نشانۂ آفات ہونا خلایق کے لئے موجب ہدایت ہوا ہے۔ لیکن اہل دنیا جو گرفتِ خداوندی میں آئے ہیں وہ اُن کی سوء کرداری کا سبب ہے۔ دیکھئے حضرتِ ابوبکر ایک مرتبہ تبلیغ سورۂ برارت پر مامور ہوئے اور پھر بہ فاصلۂ قلیل معزول ہوکر چشم خلائق میں ایسے ذلیل ہوئے کہ رو رو کر آنحضرتؐ سے پوچھتے تھے کہ مجھ سے کیا قصور ہوا جو حضور نے برطرف کیا۔ روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ میں سب حال درج ہے۔ بقول صاحب تحفہ عمرو ابن العاص کی ماتحتی میں جو کہ شریر و حیلہ جو تھا حضرات شیخین کو داخل کیا۔ کبھی کسی جنگ میں سردار نہ بنایا حتیٰ کہ بوقتِ وفات خود آنحضرتؐ نے اُسامہ غلام زادہ کے تحتِ کمان شیخین کو کر دیا۔ توفیق جہاد قدرت نے اُن سے سلب کر لی کبھی کسی جنگ میں ثابت قدم نہ رہے مدام گریز پائی کو اپنا شعار کیا (ثم ولیتم مدبرین) اے لوگو ہوگئے تم دُبر دکھانے والے۔ کی ذلت میں مبتلا ہوئے بروئے آیہ مندرجہ انفال (یاایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار الی اٰخرھا) مستحق عذاب ابدی ہوئے۔ جنگ خیبر کی ناکامی پر محب خدا و رسولؐ کے معزز رتبہ سے حسب ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خارج کئے گئے۔ آخر حیات آنحضرتؐ میں بوجہ عدم امتثال حکم آنحضرتؐ جو کہ جیشِ اُسامہ کا شرکت سے واقع ہوا تھا مورد لعن ہوئے۔ دوات و قلم کے قصہ میں قوم لعنی کی سخت و شدید جھڑکی سے گمراہیٔ امت کا تمغہ گلے میں ڈال کر حجرۂ نبویؐ سے باہر کئے گئے۔ شرف نماز جنازہ و دفن و کفن نبی سے محروم ہوکر دنیا طلبوں کی فہرست میں داخل ہوئے۔ اہل بیت نبویؐ سے بیعت طلب کرنے میں حدیث ثقلین کے مخالف بنکر اہل بغاوت میں داخل ہوئے۔ دروازۂ سیدہؑ پر آگ لیجا کر ظالموں کی فہرست میں اُن کا چہرہ لکھا گیا۔ فاطمہؑ کے جنازہ کی شرکت سے روکے گئے۔ حسنین علیہم السلام نے مجمع عام میں منبر نبویؐ سے نیچے آنے کی دھمکی دیکر بنظر خلایق ذلیل و

خوار کیا۔ علی ؑ نے کاذب و غادر و خاین سمجھکر ہمیشہ کے لئے بے وقار کر دیا۔ اسی واسطے مخبر صادق ؐ نے اِن کے کان میں ڈال دیا تھا (انستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامہ) یعنی عنقریب تم حرص امارت کروگے اور وہ قیامت میں تم کو ندامت دینے والی ہوگی۔

کیوں سب اوورسیر صاحب اس سے زیادہ بھی کوئی عذاب دنیا ہوتا ہے جو آپ کے مرشدانِ طریقت کو ہوا۔ یہ جسقدر عذاب حقیر نے بطور اختصار دکھلائے ثلاثہ کی صفات ظاہری کے بے اعتبار ثابت کرنے والے ہیں۔ اب وہ بعض عذاب بیان کرتا ہوں جن کا علاقہ شیخین کی ذات خاص سے ہے اور بوقت مرگ ان سے ملحق ہوئے۔ تاریخ طبری کامل مبرد و کتاب السقیفہ جوہری شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کتاب السیاست والامامۃ ابن قتیبہ کتاب الاصول تفسیر کبیر طبرانی تاریخ ابن عساکر مراۃ الزمان ابن جوزی جمع الجوامع سیوطی کنز العمال مصنفہ ملا علی متقی منتخب کنز العمال وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے مرض الموت میں بہ صد کرب دبےچینی فرمایا کہ مجھکو سخت افسوس ہے تین باتوں کے کرنے اور تین کے نہ کرنے اور تین امروں کو آنحضرت سے نہ پوچھ لینے کا۔ یہ کلھم اجمعین نوباتیں ہیں جن کے کرنے اور نہ کرنے اور نہ پوچھ لینے کا صدیق نے افسوس کیا ہے سب کو حقیر نے رسالہ تقریب ولیڈر میں بتفصیل لکھ دیا ہے یہاں صرف تین افسوس کے بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

افسوس اول

ہائے میں نے کشف دروازہ سیدہ ؑ کیوں کیا۔ یعنی عمر کو خانہ سیدہ ؑ پر آگ اور لکڑیاں لیکر نہ بھیجتا تو اچھا تھا۔ تاریخ طبری و منتخبات علی متقی کی یہ عبارت وقف نظر ہوگی (لیتنی ترکت بیت فاطمۃ ولم احرق بابھا)

افسوس دوم

سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا بار میں نے اپنی گردن پر کیوں رکھا۔

افسوس سوم

خالد ابن ولید سے مالک بن نویرہ کو کیوں قتل کرایا۔
بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ انسان خود اپنے جرائم کا معترہو جاتا ہے۔ جناب ابو بکر کے تین تاسف پر جو تھا افسوس یہ ہے۔ جبکہ عذاب کا یہ جہنم خود معائنہ فرما چکے تھے تو خلافت کو اصلی حق داروں پر کیوں نہ رد کر گئے۔ حضرت امیرؑ سے مقدمہ آتش افروزی میں کس لئے عذر خواہ نہ ہوئے۔ خالد کو بجرم قتل بیگناہ کیوں نہ شہر بدر کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ صاحب اپنے کردار سے از بس محجوب وندامت زدہ رہتے تھے۔ ازالۃ الخفا کے مقصد دوم میں صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے کہ کاش میں راستہ کا درخت ہوتا جس کو اونٹ کھا کر ہگ دیتا اور میں اُسکا فضلہ بنکر براہ مقعد نکل جاتا۔ تاریخ کامل جلد ۳ کے صفحہ ۱۱۲ و ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۹۷ پر تحریر ہے کہ حضرت فاروق نے بوقت رحلت فرمایا کہ اگر تمام روئے زمین پر ہمارا قبضہ ہو درحالیکہ وہ بالتمام سونے کی بن جائے تو اس عذاب کے بدلے جو ہو رہا ہے تصدق کر دیا جائے۔ ابن عباس نے جو کہ اتفاقیہ وہاں موجود تھے جواباً فرمایا کہ آپ نے رسول اللہؐ کی صحبت اُٹھائی۔ ابو بکر صاحب کی صحبت سے فیض پایا ایسے مضطر کیوں ہو رہے ہو۔ فرمانے لگے کہ یہ تمام گیر و دار تمہارے صاحب (مراد از علیؑ) کے سبب سے ہو رہی ہے۔ واہ صاحب پھر بھی خلافت کو بہ این شرائط وقیود سپرد پنچایت کر گئے کہ حضرت امیرؑ تک ہوا ئے حکومت نہ پہنچ سکے یقین ہے کہ آیہ مبارکہ (وما لھم فی الارض) کے معنی سب اور دبیر صاحب خوب سمجھ لیں گے۔

تنقیح دوم

اہل دنیا نے اکثر و بیشتر دینداروں کی اعانت کی ہے یا کہ اُن سے گریز و
فرار اختیار کیا ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے حالات پر نظر فرمائی جائے
کہ کتنے لوگوں نے اُن کی امداد کی ابتدائے اسلام میں خاص مکہ والے بلکہ اُن
کے خاندانی آدمیوں نے کیا کام کیا بعد استحکام اسلام و اجتماع عوام الناس
بدر و حنین و احد و خیبر وغیرہ میں اُن مسلمانوں نے جن کو بوجہ فرار و گریز مسلمان
کہنا بیجا ہوگا کیا امداد کی ہر معرکہ میں حضرت کے ساتھ جان لڑانے والے تھوڑے
ہی آدمی رہے۔ مال غنیمت لینے کے وقت البتہ بہت لوگ اور خاص وہ بزرگوار
بھی جمع ہو جاتے تھے جن کی تلوار کو کم ہوا لگتی تھی۔ پس تمام جہلائے عرب کا جو کہ
محتاج محض تھے بہ طمع لوٹ کھسوٹ زیر لوا رحلنا ہو جانا اس بات کا ثابت
کرنے والا نہیں کہ اسلام کا طبقۂ اعلیٰ اُن کا ولی و نصیر ہوگیا تھا اور بوجہ شرکت
عامۃ الناس وہ کوئی خاص وقعت رکھتے ہیں۔ غدیر میں جو آنحضرتؐ نے جناب
امیرؑ کو مولائے مومنین فرمایا تھا اُس کے معنی حضرات اہل سنت یہ فرماتے ہیں
کہ اس جگہ محب و ناصر سے مراد ہے۔ بفرض اگر یہی معنی ہیں جو کہ سنیوں نے بیان
فرمائے ہیں تو حضرت امیرؑ پر اعانت و نصرت مومنین کی لازم تھی سب اوور سیر صاحب
فرمائیں کہ حضرت امیرؑ نے اپنے فرائض منصبی کو عہد ثلاثہ میں کس وقت ادا کیا
کس کس معرکہ میں ذوالفقار لیکر ثلاثہ کے ساتھ گئے۔ ورق اول میں صفحہ ۴۳ سطر ۱۲
سے خود سب اوور سیر صاحب کا بیان پیش کر چکا ہوں کہ حضرت امیرؑ نے جنگ مرتدین
میں ثلاثہ کا ساتھ نہیں دیا یہ ساتھ نہ دینا دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ حضرت امیرؑ
خود معین نہیں ہوئے یا یہ کہ خلفا نے اُن کو اپنا شریک نہ بنایا۔ بصورت اول
لازم آیا کہ حضرت امیرؑ نے اپنے فرض منصب کو ادا نہیں کیا حالانکہ بہ قول اہل سنت
وہ ناصر مومنین تھے۔ چونکہ حضرت امیرؑ کسی جنگ میں مددگار خلفا نہیں ہوئے

لہذا سمجھا گیا کہ وہ اُن کو مومن نہ جانتے تھے۔ اس لئے کہ اگر حدیث غدیر کو حسب
خیال اہل سنت بہ معنی محب و ناصر سمجھا جائے تو آپ مومنین کے معاون ہیں نہ کہ
منافقین و فاجرین کے۔ صحیح بخاری کے باب الفتن میں صفحہ (۱۰۵۹) پر یہ عبارت
درج ہے (عن حذیفہ انما کان النفاق علی عہد النبی فاما الیوم فانما
ھو الکفر بعد الایمان) حذیفہ کہتے ہیں کہ عہد نبیؐ میں لوگ منافق تھے اور
اب تو کھلے ہوئے کافر ہیں پس معین مومنین کیونکر منافقین کی مدد کرتا۔ بصورتِ
دوم اگر خلفاء نے جناب امیرؑ کو شریکِ جنگ نہ کیا تو اُن پر سخت الزام وارد
ہوتا ہے کہ ایسے فاتح اور بہادر شخص کو جس نے عہد نبی میں وہ کارنمایاں کئے
جن سے اوراقِ کتب بھرے ہوئے ہیں معطل کر کے گھر میں بٹھا دیا۔ جنگ آزمادہ
تجربہ کار جنیل کی ہر بادشاہ قدر کیا کرتا ہے مگر حضرات ثلاثہ بہادر آدمیوں کی کچھ
قدر نہ کرتے تھے۔ پس نتیجہ تنقیح یہ نکلا کہ اکثر و عموماً اہل دنیا دینداروں سے گریز کرتے
ہیں اور دنیاداروں سے پیوستہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ جہلائے عرب بہ طمع نفسانی
خلفاء کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ اگر اُن کی جنگ محض ترویج اسلام کے لئے خالصاً
لوجہ اللہ ہوتی تو حضرت امیرؑ ضرور اُن کا ساتھ دیتے۔

تنقیح سوم

حضرت علیؑ یہ علم رکھتے تھے کہ در بابِ خلافت آنحضرتؐ نے اُن کے لئے کچھ
فرمایا ہے حقیر نے ایک رسالہ مسمی بہ آفتابِ خلافت لکھا ہے جو کہ بہ عنایت الٰہی
چھپکر شایع ہو چکا ہے اُس کے معائنہ سے ہر اہل نظر پر انشاء اللہ واضح ہو جائیگا
کہ حضرت امیرؑ کو کہاں تک اس کا یقین تھا کہ سرور عالمؐ نے در بابِ خلافت اُن کے
لئے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ مگر چونکہ سب اور صاحب کا اطمینان خاطر از بس منظور ہے
لہذا اُن سے عرض کیا جاتا ہے کہ بخاری شریف جلد ششم ہاتھ میں لیجئے صفحہ ۲۷۹
نکالئے یہ مطلب برآمد ہو گا کہ حضرت عباس عم رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

آنحضرتؐ کے ایام علالت میں حضرت امیرؑ سے کہا کہ چلو در باب خلافت دریافت کرلیں کس کی نسبت اُن کا خیال ہے حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ پوچھکر کیا کریں گے وہ سوائے میرے کسی کو اپنا جانشین نہ تبلائیں گے۔ مگر مسلمان صاحب مجھ کو مسند خلافت کے نزدیک بھی نہ آنے دیں گے۔ شاہ صاحب نے تحفہ میں بحوالہ مشکوٰۃ تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرما دیا تھا کہ اگر علیؑ کی خلافت پر تمنے اتفاق کیا تو تمپر وہ راہ ہدایت کھول دے گا۔ لیکن مجھکو یقین ہے کہ تم لوگ اُسپر متفق نہوگے۔ ہائے۔ آنحضرتؐ پر کیسا صدمہ ہوگا۔ کہ میرے اصحاب طالب ہدایت نہ ہوں گے۔ حضرتؐ کا تمامتر اہتمام یہی تھا کہ لوگ ہدایت پاکر مسلک غوایت کو چھوڑیں۔ مگر وہ بزرگوار کچھ ہدایت طلبی کے لئے مسلمان تھوڑا ہی ہوئے تھے اُن کا تو مطلب ہی کچھ اور تھا۔

تنقیح چہارم

حضرت امیرؑ نے در باب حصول خلافت کوئی کوشش کی یا کہ بلا انکار حضرت ابوبکر کو خلیفہ جائز سمجھکر اُن کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

رسالہ مشعل ہدایت مطبوعہ مقبول پریس دہلی کے صفحہ ۴۱ لغایتہ ۵۰ پر بعمدہ وضاحت حقیر نے گفتگو کرکے کتب اہل سنت سے ثابت کردیا ہے کہ حضرت امیرؑ نے خلفائے ثلاثہ کو کبھی امام اسلام نہیں سمجھا اور نہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی بلکہ بوقت بیعت طلبی اپنا احق و اولے ہونا ثابت فرمایا۔ سب اور دیر صاحب اُس رسالہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن بپاس خاطر مجیب اس موقع پر بعنوان دگر گفتگو کرکے ثابت کردوں گا کہ بقول علمائے اہل سنت حضرت امیرؑ نے حصول خلافت میں بدرجۂ اتم کوشش کی مگر ناکام رہے ساتھ ہی یہ بھی دکھا دوں گا کہ اہل سنت جو حضرت امیرؑ کو خلیفہ چہارم کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ اُن کی ذات میں عیوب شدید قایم کرتے ہیں:

شاہ ولی اللہ بدر صاحب تحفہ قرۃ العینین کے صفحہ (۱۹۱) پر لکھتے ہیں (باید دانست کہ حضرت مرتضےٰ لامحالہ نصیب اوفی داشت از زہد واخبار زہد وے بسیار صحیح شد ورجحان او بر بسیارے از صحابہ نیز متحقق است اما بہ نسبت شیخین محل تامل است زیراکہ بے رغبتی بہ دنیا اعظم آں بے رغبتی است درخلافت وایں معنی در صدیق وفاروق بوجہ اتم ظاہر شد (قال ابوبکر واللہ ماطلبتہا فی اللیل والنہار) بخلاف مرتضیٰ کہ سعیہا در طلب انشائے خلافت واستمرار آں بہ کار برو) نتیجہ کلام یہ ہوا کہ علی مرتضےٰ کا زہد بہ نسبت اکثر صحابہ بڑھا ہوا تھا اور وہ اس صفت میں حصہ وافی ونصیبۂ کافی منجانب قدرت پائے ہوئے تھے مگر شیخین کے مقابلہ میں اُن کے زہد کا فیصلہ اشکال رکھتا ہے۔ کیونکہ زاہد ترین شخص وہ ہے کہ دنیا سے اُس کو رغبت نہ ہو اور بالخصوص معاملہ خلافت میں۔ اور یہ بے پروائی ابوبکر وعمر نے کر دکھائی کیونکہ ابوبکر کا قول ہے کہ میں نے حصول خلافت میں بالکل طمع یا کوشش نہیں کی نہ دن کو اُس کے ملنے کی تگ ودو کی اور نہ رات کو۔ لیکن علی المرتضےٰ نے کوشش کا کوئی درجہ خلافت کے ملنے اور اُس کے مستمر ومستقر ہونے میں اُٹھا نہیں رکھا۔ سبحان اللہ عجیب انصاف ہے جو لوگ نبی کو بے غسل وکفن چھوڑ کر انصار سے لڑتے بھڑتے پھرے وہ زاہد کہے جائیں اور علیؑ جنہوں نے گھر کا دروازہ بند کرکے گوشہ نشینی اختیار کی اور عندالموقع اپنے حقوق کا اظہار فرمایا وہ طامع ودنیا طلب کہے جائیں اور قبائے زہد اُن کے جسم سے اُتار لی جائے۔ کیوں سب اور سیر صاحب آپ تو فرماتے تھے (کہ اگر علیؑ دعویدار خلافت ہوتے تو صحابہ اُن کی مدد ضرور فرماتے) آپ کے ولی اللہ تو کہتے ہیں کہ (کہ سعیہا در طلب انشائے خلافت واستمرار آں بکار برو) فرمائیے گا کہ اُس سعی کا کیا نتیجہ ہوا۔ کسی نے اُن کی مدد کی کوئی صحابی خلیفہ اول کے پاس گیا کہ آپ علیحدہ ہو کر علیؑ کو مسند حوالہ کر دیں۔ جس شخص نے اپنے حق کے لیے اتنی کوشش کی ہو اُس کی نسبت کوئی عقل کا دشمن کہہ سکتا ہے کہ خلیفہ اول کی اُنہوں نے بہ رغبت بیعت کر لی تھی۔ واہ کیا ایمان ہے کہ زاہد ترین امت

ہوی پر اہل سنت الزام طمع وارد فرمائیں اور پھر دعویٰ کریں کہ ہم اُن کو نبی کا چوتھا خلیفہ جانتے ہیں۔

ناظرین ابھی گھبرائیں نہیں شاہ صاحب محدث کا ایک اور مضمون اُسی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین سے دکھلاتا ہوں (باید دانست کہ فی الحقیقت کثرت انتفاع در اسلام بسبب شیخین واقع شدہ است زیرا کہ جمع قرآن و حمل ناس بر روایت حدیث و تنقیح مسائل شرعیہ و فتح عرب و عجم بر دست شیخین واقع شدہ و اکثر اہل اسلام مالکیان و حنفیان و شافعیان اند و اہل مذہب ایشان معتمد است بر مسائل اجماعیہ فاروق بجز در چند مسائل بر آثار مرتضیٰ اعتماد ندارند۔ و بر دست مرتضیٰ فتح اسلام واقع نشد و در ہیچ فنے از فنون شرع اعتماد کلی بر آثار مرتضیٰ بظہور نیامدہ و بر دست ایشان خلافت منتظم نگشت پس انتفاع امت بہ شیخین اعظم است از انتفاع ایشان بہ مرتضیٰ بلکہ مقرر است کہ بکثرت اتباع ثواب بہ متبوع میرسد و اتباع شیخین اہل سنت اند کہ غالب در فاتحین بلدان اسلام ایشانند و از ذریت حضرت امیر سہ فرقہ ضالہ بر آمدند کہ ہیچ تقصیر نکردند در برہم زدن دین محمدی اگر حفظ اللہ تعالےٰ شامل حال این امت نبودے) خلاصہ عبارت بالا یہ ہوا کہ مسلمانوں کو شیخین کی خلافت سے انتفاع عظیم پہنچا اُنہیں کے زمانہ میں قرآن جمع ہوا اُنہیں کے وقت میں روایت احادیث کا سلسلہ قائم ہوا مسائل شرعیہ کی چھان بین اُنہیں کے اوقات حکومت میں ہوئی کثرت فتوح بھی اُنہیں کے زمانہ میں ظاہر ہوئی تمام مسائل دین اُنہیں سے ماخوذ ہیں سوائے چند باتوں کے علیؑ کی کوئی بات بھی معتمد نہیں سمجھی گئی فتح اسلام اُنکے ہاتھ سے نہیں ہوئی فنون شریعت سے کسی فن میں اُن کے اقوال پر اعتماد نہیں ہوا اکثر اہل اسلام شافعی و حنفی و مالکی وغیرہ ہیں وہ سب متبعین شیخین سے ہیں پس حضرات شیخین زیادہ تر مستحق ثواب ہیں کیونکہ اُن کے معتقدین کثرت سے ہیں جس کے تابعین زیادہ ہوں گے اُس کو ثواب بھی زیادہ ملیگا علیؑ کی اولاد سے تین گروہ گمراہ پیدا ہوئے اگر فضل خدا شامل حال ہوتا تو دین محمد کے پلٹ دینے میں اُنہوں نے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔

علاوہ بریں ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں (وحالانکہ در عنایت الٰہی مقرر بود کہ ہیچ گاہ حضرت مرتضیٰ و اولاد او تا قیامت منصور نشوند و ہیچ گاہ خلافت ایشاں بیچ وجہ صورت نہ گیرد بلکہ از میان ایشاں ہر کہ دعوت بخود کند و سر بقتال آرد مخذول بلکہ مقتول گردد خدائے می فرماید (ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔ وللخلفاء الذین ھم خلفاء الانبیاء حقاً اسوۃ المرسلین فھم المنصورون وھم الغالبون) نتیجہ کلام یہ ہوا کہ مشیت ایزدی میں یہ بات داخل ہو چکی تھی کہ علیؑ واولادِ علیؑ قیامت تک مظفر و منصور نہوں اور کبھی خلافت بوجہ من الوجوہ اُنپر قایم و مستقر نہو بلکہ اگر کوئی شخص اُن میں سے اپنے لئے دعوتِ خلافت کا قصد کرے تو مخذول (خوار) بلکہ مقتول ہو) آیہ قرآنی کا یہ مطلب لکھا ہے کہ اس آیہ کا تعلق نصرت وغلبہ سے ہے یہ بات حضرات خلفاء کو حاصل ہوئی کہ وہ غالب و منصور رہے درحقیقت خلیفۂ نبی اکرم وہی تھے۔

جناب سب او ورسیر صاحب اور جملہ اہل سنت بغور ملاحظہ فرمائیں کہ ولی اللہ صاحب نے چوتھے خلیفہ اور اُن کی اولاد کی کیا عزت افزائی فرمائی۔ کیا اب بھی اہل سنت یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم حضرت امیرؑ کو خلیفۂ چہارم جانتے ہیں اس کو اگر فریب ودغا اور دھوکا کہا جائے تو کیا بیچارے سنیوں کو لازم ہے کہ صاف کہدیں ہمکو علی المرتضیٰ علیہ السلام سے کوئی علاقہ نہیں بلکہ ہم اُن کو اور اُن کی اولاد کو بدراہ کنندۂ خلایق سمجھتے ہیں۔

ولی اللہ صاحب نے تو درباب زہد گفتگو کر کے کچھ شرم دنیاوی سے حضرت امیرؑ کی نسبت لکھا تھا (کہ حضرت مرتضیٰؑ لامحالہ نصیبہ وافی داشت از زہد و اخبار زہد وئے بسیار صحیح شدہ رجحان او بر بسیارے از صحابہ نیز متحقق است الی آخرہ) لیکن اُن کے پسر فرخندہ سیر شاہ عبدالعزیز صاحب کو اتنا بھی گوارا نہ ہوا بقول ے گر پدر نتواند پسر تمام کند۔ اُنھوں نے حضرت امیرؑ کو ایک تعلقہ دار و پورا دنیا پرست

قرار دیکر فرو زاہدین سے بالکل ہی خارج فرما دیا۔ چنانچہ رسالہ تکمیل میں اہل تفضیل کی تنبیہ
کے لئے لکھتے ہیں (گویند تفضیلی) از ہدالناس علیؓ بود رضی اللہ عنہ گوییم زہد نامے از بے رغبتی
است در لذائذ دنیا و در اولاد و اتباع و ازواج و حشم و خدم بالیقین معلوم است کہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ چوں اسلام آورد مال بسیار داشت و آں ہمہ را اللہ و فی مرضاۃ اللہ و رسولہ
صرف کرد و جماعہ را از ضعفائے مسلمین خرید و آزاد فرمود تا آنکہ ہیچ درم از مال او باقی نماند
و ازیں جہاں گذشت و ہیچ مزرعہ و عقارے برائے خود نہ خرید و برائے اولاد خود نہ
گذاشت و از بیت المال نہ گرفت الا بقدر قوت و باز از حصہ خود کہ بغنائم می رسید
در بیت المال صرف میکرد بخلاف مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ کہ ضیاع و عقار بسیار گرفت
و مزارع و باغات احداث فرمود و برحال ابوبکر است حال عمر بن الخطاب چنانچہ جمیع صحابہ
آں وقت بر زاہد بودن او گواہی دادند۔ اما مرتضیٰ علیؓ چوں فوت شد چہار زن گذاشت
و نوزدہ سریہ و خادماں و غلاماں بسیار و قریب سی۳ کس از اولاد و برائے ایشاں از
ضیاع و عقار بقدرے کہ بسبب آں اغنیا بودند گذاشتہ رفت و قصبہ ینبوع کہ ہزار وقیہ تمر از اں
می آمد سوائے غلہ و زراعت نیز متروکہ اوست بخلاف عمر رضی اللہ عنہ و نیز زہد حقیقی آں نیست
کہ نہ خود بہ لذت دنیا بپردازد نہ اقارب و اولاد خود را بداں منتفع بسازد و حال ابوبکر
ہمیں است کہ مثل طلحہ بن عبید اللہ برادر زادہ داشت و مثل عبد الرحمن پسرے و مثل عائشہ
دخترے یکے را ازینہا عامل نفرمود و ہم چنیں عمر ہیچ کس را از بنی عدی عامل نہ فرمود
مگر نعمان بن عدی را کہ بر میسان عامل فرمودہ و بزودی عزل نمودہ حالانکہ از آنہا مثل سعد
بن زید و ابو جہم بن حذیفہ و خارجہ بن خزاعہ و عمر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عمر بودہ اند و
مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عباس را عامل بصرہ فرمودند و عبید اللہ بن عباس
را بر یمن و قثم بن عباس را بہ مکہ و سعد بن عباس را بر مدینہ و جعدہ بن ہبیرہ را کہ ہمشیرزادہ اش
بود و محمد بن ابی بکر را کہ ربیبش بود بر مصر و حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ را بعد از خود
خلیفہ ساخت انتہیٰ کلامہ) کیوں جناب سب اور سید صاحب آپ نے دیکھا۔ شاہ صاحب
نے کیسے دلچسپ اعتراض منافی زہد کئے ہیں۔ ایسے راستباز علماء کی نسبت کوئی

عاقل خیال کر سکتا ہے کہ یہ لوگ موالیان حضرت امیرؑ سے تھے اور اُن کو خلیفۂ
چہارم بتصمیم قلب اعتقاد کئے ہوئے تھے نہیں ہرگز نہیں بلکہ ہر شخص بادی النظر میں
یہ خیال کرنے کی گنجایش نہیں پیدا کر سکتا ہے کہ یہ بزرگوار بجائے محاسن منقصت دکھلانے
والے تھے اگر شاہ صاحب کے سچا ثابت کرنے کی غرض مرکوز خاطر کرکے میں حضرت
امیرؑ کا زہد جو کہ اہل ایمان کے نزدیک آفتاب سے روشن تر ہے کتب اہلسنت
سے ثابت کرنا چاہوں تو ایک طویل مضمون ہو جائے۔ لیکن اس جگہ عامل بالخصوص
ہو کر چند علمائے سنیہ کے بیان پیش کئے دیتا ہوں اُن کو دیکھکر سب اور سید صاحب
خود دیکھ لیں گے کہ شاہ صاحب حضرت امیرؑ کی فرد معایب مرتب کرنے میں چنداں
صحیح القول نہیں ہیں اول اُن کے والد ماجد کے اُس فقرہ پر ناظرین کو توجہ دلاتا
ہوں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے (و حضرت مرتضےٰؑ لامحالہ نصیب اوفی داشت از زہد
و اخبار زہد وے بسیار صحیح شد در حجاز او بر بسیارے از صحابہ نیز متحقق است)
ولی اللہ صاحب نے حضرت امیرؑ کو زاہد کامل تسلیم کرکے اُن کے دامن زہد پر
صرف یہ دھبا لگایا ہے کہ اُنہوں نے حصول خلافت کی کوشش کو بدرجۂ غایت
پہنچا دیا تھا۔ ہم کو بالکل اس جملہ سے اتفاق ہے کہ حتی الامکان جناب امیرؑ نے
خلافت ملنے کے متعلق تدبیر کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا۔ اگر عقلاً کسی حقدار
کا اپنے حقوق تلف شدہ کی بازپسی میں سعی موفور کرنا منافیٔ زہد ہے تو ہم بہت
خوشی سے ولی اللہ صاحب کے ساتھ اتفاق رائے کرنے کے لئے موجود ہیں
لیکن افسوس ہے کہ صاحب تحفہ نے بخلاف پدر خود دائرۂ زہد کو محض خلافت
تک محدود نہیں فرمایا بلکہ جہاں فریبی مد نظر کرکے ایک پوری فرد جرم دفتر خوارج
سے نقل کرکے پیش فرما دی ہے۔ اگر ہر جرم پر بہ امعان نظر کی جائے تو ایک بھی
ایسا نہیں جو کہ قاطع بنیان زہد ہو۔ شاہ صاحب نے جو حضرت امیرؑ پر الزام
قائم فرما کر فرد زاہدین سے اُن کا نام نامی خارج فرمایا ہے اگر ہر عیب مقررہ کردہ
پر گفتگو کروں تو میدان کلام وسیع ہو کر کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ لہٰذا محض دو

بیبوں کی توضیح پیش کرتا ہوں اول یہ کہ حضرت امیرؑ کے اولاد کثیر تھی۔ دوم یہ کہ چند ازواج رکھتے تھے اس اعتراض سے معلوم ہوا کہ اصل زاہد اور خدا کا بندہ وہ ہے جو اولاد مراد جورو ڈھور وغیرہ نہ رکھتا ہو چونکہ آنحضرت صلعم بہت ازواج رکھتے تھے لہذا معلوم ہوا کہ خود بھی بڑے پکے دنیا دار تھے اور صفوف زاہدین میں کھڑے ہونے کا اجازت نامہ دفتر اہل سنت سے پانے کے مستحق نہ تھے۔ علاوہ عداوت مرتضوی سے حضرات علمائے سنیہ وہ ناپ شناپ مضمون لکھ جاتے ہیں جسکا سر پیر ندارد ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ایسے زاہد تھے کہ اپنی بیٹی عایشہ کو کبھی عامل نہ بنایا۔ اگر زہد کی یہ ہی تعریف ہے کہ اپنی اولاد کو کبھی کوئی ملکی خدمت نہ دی۔ تو میں حضرت ابو بکر کی نہایت تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے جناب عایشہ کو کسی صوبہ کا عامل نہ بنایا اگر خدانخواستہ یہ کسی ملک کی ویسرائن ہو جاتیں تو نہ معلوم کیا غضب ڈھاتیں بعد پدر جو معظمہ نے سپہ سالاری کر کے اصحاب رسولؐ کے خون سے صحرائے عرب کو لالہ زار بنایا وہ تاریخ دان لوگوں پر پوشیدہ نہیں بی بی صاحبہ عاملانہ دماغ نہ رکھتی تھیں بلکہ جنگی خیالات کی بیرونشین لیڈی تھیں۔ حضرت ابو بکر سے بڑی فروگذاشت ہوئی اپنے لشکر کے دو حصے کر دیتے۔ ایک کی کمان افسری خالد ابن ولید سیف اللہ کرتے دوسرے پر یہ خدائی قرولی حکمران ہوتی۔ المختصر چونکہ حضرت امیرؑ کے زہد پر منجانب شاہ صاحب سخت حملہ ہوا ہے لہذا سوائے ولی اللہ صاحب دیگر علمائے سنیہ کا بیان مثبت زہد پیش کرتا ہوں۔

حالات زہد حضرت امیرؑ از مسند امام احمد بن حنبل

(۱) (عن ابن شہاب قال کان عمر بن عبد العزیز یقول ما علمنا ان احدا من ھذہ الامۃ بعد رسول ازھد من علی ابن ابیطالبؑ ما وضع لبنۃ علی لبنۃ ولا قصبۃ علی قصبۃ) ابن شہاب نقل کرتے

ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ ہم نے اس امت میں جناب رسول خداؐ کے بعد علی ابن ابیطالبؑ سے زیادہ کسی شخص کو زاہد نہیں جانا اُنہوں نے نہ کبھی ایک اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ کبھی ایک بانس پر دوسرا بانس رکھا۔

(۲) ہارون بن عنیزہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اُنہوں نے کہا کہ میں ایک روز ایام سرما میں حضرت علیؑ کے پاس گیا جبکہ آپ قصر خورنق میں تھے دیکھا کہ آپ شدت سرما سے کانپ رہے ہیں اور فقط ایک پرانا کپڑا اوڑھے ہوئے ہیں پس میں نے کہا یا امیرالمومنینؑ اللہ تعالے نے آپ کے اور آپ کے اہل وعیال کے لئے اِس بیت المال سے حصہ قرار دیا ہے اور اپنے نفس کے لئے آپ کرتے ہیں جو کرتے ہیں۔ پس آپ نے فرمایا کہ واللہ میں تمہارے مالوں میں سے یا جو کچھ تمہارے لئے ہے اُس میں سے کسی چیز کو پسند نہیں کرتا واللہ یہ میرا وہی کپڑا ہے جس کو میں مدینہ سے لیکر نکلا تھا۔

(۳) ابوالخیر اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی کرم اللہ وجہہ کو ایک موٹا اور گاڑھا تہ بند باندھے ہوئے دیکھا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسا تہ بند ہے فرمایا کہ بیٹے اسے پانچ درم کو خریدا ہے راوی کہتا ہے کہ جناب امیرؑ ایک چادر کا تہ بند باندھتے اور ایک رسی سے اُسے سخت کس لیتے اور اپنے اونٹ کا آپ کھڑے ہو کر چلتے حالانکہ آپ اُس زمانہ میں خلیفہ تھے۔

(۴) حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ میں ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جناب میں حاضر ہوا آپ اپنی جوتی سی رہے تھے۔ میں نے کہا کہ یا حضرت یہ جوتی کس قیمت کی ہے۔ فرمایا بخدا تمہاری دنیا سے یہ مجھے زیادہ عزیز ہے اور تمہاری حکومت سے زیادہ محبوب ہے میں اُس سے حق کو ادا اور باطل کو دفع کرتا ہوا۔ رسولؐ خدا اپنی جوتیاں سیتے اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور اُلاغ پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھا لیتے ابن عباس

کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سوائے اُس چیز کے جو کہ مدینہ سے آپ
کے ساتھ تھی کچھ نہ کھاتے تھے ایک دن آپ کے آگے فالودہ رکھا گیا آپ نے
نہ کھایا میں عرض کیا کہ کیا یہ حرام ہے فرمایا حرام تو نہیں ہے مگر میں اپنے نفس کو ایسی
چیز کا خوگر کرنا مکروہ جانتا ہوں جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ
کھایا ہو۔ اُسد الغابہ میں بہ روایت علی بن حزہ ایک طولانی روایت ہے کہ
جس میں آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کی تعریف فرمائی ہے اُس کا ایک جملہ لکھتا
ہوں (اے علیؑ سب سے زیادہ درجہ زہد کا ہے اور وہ تم کو بفضلہ بوجہ اکمل حاصل
ہے۔ دنیا سے تجھ کو کوئی چیز حاصل ہوگی اور نہ دنیا کو تجھ سے کوئی چیز ملے گی۔)
علاوہ بریں یہ بیس حدیثیں کتب اہل سنت سے صاحب (غایۃ المرام) نے صفحہ
(۶۶۶) پر نقل کی ہیں اُن کے معائنہ سے حقیقت زہد ظاہر ہو جائے گی۔
اب لازم ہے کہ سب اودیر شاہ صاحب منکر زہد کے منہ میں بصلۂ اثبات ایمان
شہد کا شربت ٹپکائیں۔
بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ حضرت امیرؑ نے حصول خلافت میں پوری کوشش
کی اور ولی اللہ صاحب کے نزدیک وہ منافی زہد تھی بایں وجہ درجہ چہارم
کی بھی لیاقت نہ رکھتے تھے اور اہل سنت اُن کی خلافت کے معتقد نہیں
ہیں

آیۂ چہارم

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم
ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم الی آخر آیہ خلاصۂ مطلب
یہ ہوا کہ خدا رضامند ہوا اُن مومنین سے جنہوں نے زیر درخت بیعت کی
اللہ اُن کے دلوں کی حالت سے واقف ہے خدا نے اپنی تسکین اُن مومنین
پر نازل فرمائی (ترتیب عثمانی میں یہ آیۂ مبارکہ بے محل واقع ہوئی ہے۔) کیونکہ
اس آیت سے چند آیات پہلے یہ آیت ہے (ان الذین یبایعونک ا

یبایعون اللہ + ید اللہ فوق ایدیھم + فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ ومن اوفیٰ بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً خلاصۃً مفاد یہ ہے کہ اے محمدؐ جن لوگوں نے تجھ سے بیعت کی اُنہوں نے گویا خدا سے بیعت کی اور اللہ کا ہاتھ بلند ہے جو لوگ اس بیعت کو توڑیں گے وہ اپنے نفس کے لئے برائی کریں گے اور جو اپنے عہد پر مستقل رہکر ایفاے وعدہ فرمائیں گے وہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے) اس واقعہ کے بیان میں قرآن کی کمیٹی ترتیب نے مبتدا کو پیچھے کر دیا اور خبر کو آگے لازم تھا کہ اول بیعت کا ذکر کیا جاتا اور زآں بعد اُس کی جزاء و سزا کا مگر اتفاقاتِ وقت سے کچھ ایسے عالی دماغ جمع ہو رہے تھے جن کو سیاقِ کلام کے بگڑنے کا مطلق خیال نہ تھا۔ حضرات اہل سنت فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے زیر درخت بیعت کی خدا اُن سے رضا مند ہوا مطلب اُن کا یہ ہے کہ شیخین چونکہ موقعہ بیعت پر حاضر تھے لہذا اللہ اُن سے خوشنود ہوا۔ شیعہ جو اُن کو منافق و نامسلمان تبلاتے ہیں اگر وہ ایسے ہوتے تو احاطہٗ رضامندی میں کیوں داخل کئے جاتے۔ شیعہ صاحب کہتے ہیں کہ اُن مومنین سے خدا رضامند ہوا جو کہ اُس کے علم میں اپنے عہد بیعت پر قایم رہنے والے تھے نہ کہ تمام مبایعین سے جن میں اکثر آیندہ وعدہ پر برقرار نہ رہے اگر کل بیعت کنندگان سے اللہ راضی ہوتا تو (عن المومنین) نہ فرماتا (عن المبایعین) ارشاد ہوتا۔ اس جگہ چند باتیں قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ جو شخص آنحضرت کے دست حق پرست پر اسلام لاتا تھا وہ اول بیعت کرتا تھا یہ علانیہ فعل لوگوں کو درکرا دیتا تھا کہ فلاں شخص مطیع محمدؐ ہوگیا بعد اُس عام اور معمولی عمل کے زیر درخت دوبارہ کیوں بیعت لی گئی دوم یہ کہ جن لوگوں نے بیعت کی وہ اپنے اقرار بیعت پر ثابت رہے یا آنکہ کچھ لوگوں نے اُس کا نکث کیا (توڑ دیا) سوم علم الٰہی میں یہ بات داخل تھی کہ بعض لوگ اپنے عہد پر قایم نہ رہیں گے یا یہ کہ تمام و کل اپنے وعدہ سے نہ ہٹیں گے تینوں باتوں کی حقیقت

دکھلائی جاتی ہے۔

امر اوّل آنحضرت صلعم نے صحابہ سے بیعت پر بیعت کیوں لی

قبل از بیعت رضوان مثل بدر و اُحد و خندق وغیرہ چند معرکے ایسے روبکار ہو چکے تھے کہ اکابر صحابہ جن کو اہل سنت کہتے ہیں وہ عین حالت گھمسان میں آں حضرت صلعم کو میدان قتال میں تنہا چھوڑ کر گریزپا ہو جاتے تھے اور اگر بھاگنے کا موقعہ نہ ہوتا تو لڑائی میں جان نہ لڑاتے تھے مثل بنیے بقالوں کے شریک جنگ رہکر ہاتھ پر ہاتھ دھرے کھڑے رہتے تھے نہ کسی کو مارتے تھے نہ خود اپنے جسم پر تلوار کی آنچ آنے دیتے تھے جب بہادران اسلام و صفدران لشکر معرکہ کو سر کر لیتے تھے تو مال غنیمت میں حصہ لینے کے لئے ڈیڑھ گز کا رومال بچھا دیتے تھے۔ اور بوقت تقسیم آں حضرت صلعم شوخ چشمی کر کے کہا کرتے تھے کہ آپ تقسیم میں عدالت نہیں کرتے۔ ہر چند کہ ہزاروں آدمی حضرت کے لشکر میں اہر صفت خوری پر کمر باندھکر شریک غوغا رہتے تھے مگر چونکہ مابین سنی و شیعہ در باب ثلاثہ بحث و اختلاف ہے۔ لہذا وہ بضرور اس صفت میں اعلیٰ حصہ رکھتے تھے بلکہ دوسروں کے معلم بن جاتے تھے۔ اِن کے بھاگنے کا یہ اثر ہوتا تھا کہ اور لوگوں کی ثبات قدمی بھی قائم نہ رہتی تھی بہ نظر اتمام حجت منظور باری یہ ہوا کہ خاص طور پر اُن لوگوں سے نہ بھاگنے اور مرنے مارنے پر عہد موثق لیا جائے۔ اور جیسی کہ عدم اظہار اسم منافقین میں شان ستاری دکھلائی ہے وہی عمل یہاں کیا گیا۔ فاتح اور فرار کی دونوں پر بار ڈالا گیا۔ اگر محض فرار شعار لوگوں سے بیعت لی جاتی تو ایک گروہ عظیم انگشت نما ہو جاتا جس سے اُن بیچاروں کو سخت ندامت اُٹھانی پڑتی اور لوگوں کو خندہ بازی کا موقعہ مل جاتا۔ لہذا ساتر العیوب نے بلا امتیاز بد و نیک سب کو ایک دائرہ میں بٹھا دیا۔ اگر اصحاب نبیؐ میں یہ عادت نہ ہوتی تو بیعت لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ ثبوت اس کے کہ بیعت صرف نہ بھاگنے

کے اقرار پر ہوئی تھی صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور کا صفحہ (۱۹۹) دکھلاتا ہوں چند احادیث متضمن اقرار ثابت قدمی صفحہ مذکور پر درج ہوئی ہیں از انجملہ یہ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیعت کے جلسہ میں چودہ سو اصحاب تھے سمرہ کا درخت تھا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی شرط یہ تھی کہ میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگیں گے عنوان بیعت خود بتلا رہا ہے کہ صرف بھگوڑوں کی تنبیہ اس سے مد نظر تھی۔ مولوی مہدی علی صاحب مولف آیات بینات بھی بذیل بحث آیۂ لقد رضی اللہ عن المومنین فرماتے ہیں (حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے بیعت لی کہ قریش سے لڑیں اور کسی طرح منہ نہ پھیریں) اس تحریر سے بھی واضح ہوا کہ جنگ میں منجانب صحابہ ڈھیل ڈھال ہوتی تھی اور موقع دیکھ کر بھاگ بھی جاتے تھے۔ قرآن پاک سے بھی یہی خبر نکلتی ہے کہ بھاگنے والوں کو رضائے خداوندی سے کچھ نہ ملیگا۔ دیکھو یہ آیہ مبارکہ (ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا قل لن ینفعکم الفرار الی آخرہ) بھاگنے والوں سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ باوصف اقرار کیوں بھاگے تھے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ آیہ رضوان کوئی مایۂ ناز نہیں بلکہ صحابہ کے بھگوڑے پن پر دلالت کرتی ہے۔ اس بیعت نے لوگوں پر ظاہر کردیا کہ اصحاب نبی لڑائی میں پوری جانفشانی نہ کرتے تھے بدیں وجہ یہ عہد ان سے لیا گیا تھا۔

امر دوم

جن لوگوں نے نہ بھاگنے کے اقرار پر بیعت کی تھی وہ اپنے عہد پر قایم رہے یا توڑ دیا۔

تحریر صدر میں ظاہر ہو چکا ہے کہ کم و بیش چودہ سو ۱۴۰۰ آدمیوں نے بہ اقرار عدم فرار بیعت کی تھی۔ بعد معاہدہ پہلا معرکہ خیبر کا پیش آیا جس میں شیخین متبادر و تک علم بردار لشکر اسلام ہو کر ناکام رہے دیکھو ازالۃ الخفا کا مقصد دوم

یہ صفحہ (۲۵۶) و مطالب السئول صفحہ (۱۳۶) و کتاب مغازی واقدی وغیرہ زآن بعد حنین کا مقدمہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو ایسی شکست ملی کہ کسی دوسری لڑائی سے اُس کی مثال نہیں مل سکتی مشہور ہے کہ بدنظر پتھر کو توڑ دیتی ہے جنگ مذکور میں حضرت ابوبکر کی بدنظری وہ کام کر گئی جو ہتوڑا سنگ خارا سے کرتا ہے۔ روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ کفار کی جماعت کم تھی اور مسلمان دو گنے چوگنے تھے صدیق اکبر نے اسلام کے لشکر کی کثرت دیکھکر فرمایا کہ اوہ ہم تو ان کافروں کو بھون کر چبا جائینگے یہ آدمی ہی کتنے ہیں قدرت خدا سے ان کے بڑے بول کا ایسا سر نیچا ہوا کہ کفار نے ایک حملہ میں پیر اکھاڑ دئے جن کو بھاگنے کی عادت تھی وہ اپنے ساتھ اور صدہا کو لے بھاگے۔ صحیح مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ بروز حنین سوائے رسول صلعم و علی مرتضیٰ و چند بنی ہاشم کے کوئی باقی نہ رہا جلتے پھرتے نظر آئے اُس وقت آنحضرتؐ کو غصہ آیا اپنے ناقہ پر سوار ہوئے اور رجز پڑھا حضرت عباس سے کہا کہ آپ بلند آواز میں اُن لوگوں کو پکاریئے جنہوں نے بہ اقرار جاں سپاری نہ بھاگنے پر بیعت کی تھی حضرت عباس پکار پکار کر کہہ رہے تھے (این اصحاب السمرۃ) کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے زیر درخت بیعت کی تھی۔ وہ ہر چند چیخے چلائے مگر کوئی واپس نہ ہوا۔ بحمداللہ ثابت ہوگیا کہ جن حضرات نے زیر درخت آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی وہ اپنے عہد پر قایم نہ رہے اور بوجہ عدم ایفاے وعدہ خدا کی رضامندی کا شرف اُنکے شامل حال نہ رہا۔ حضرات اہل سنت جو ناز کرکے فرماتے ہیں کہ خدا اُن سب سے اور بالخصوص ثلاثہ سے رضامند تھا یہ بیجا ہے۔

امرِ سوم

علم الٰہی میں یہ بات داخل تھی کہ بعض لوگ اپنے عہد پر قایم نہ رہیں گے یا یہ کہ

تمام وکمال اپنے وعدہ سے نہ ہٹیں گے۔

حضرات اہل سنت کا بپاس خاطر حضرات ثلاثہ یہ عقیدہ ہے کہ جن لوگوں نے زیر درخت بیعت لی تھی وہ سب مجموعاً دواماً خدا کی رضامندی کے احاطہ میں داخل ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ رضائے خداوندی کا شامیانہ اُن پر تنا ہوا ہے کہ جنہوں نے عدم فرار پر بیعت کر کے معارک مابعد میں پائے استقلال کو لغزش کی ٹھوکر سے بچایا۔ اور از جملۂ مبایعین جنہوں نے اپنی عادت قدیم کو نہیں چھوڑا اور ہر معرکہ میں فرار کو قرار پر ترجیح دیتے رہے وہ رضائے خدا کے مضبوط وعدہ سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اگر سب بیعت کرنے والے آیۂ رضوان کی آغوش عاطفت میں بعلم الٰہی لوریاں کھانے والے ہوتے تو خدا بذریعہ آیہ وافی ہدایہ (فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ) متذکرہ بالا یہ قید نہ لگاتا کہ جو لوگ اِس بیعت کو توڑیں گے وہ اپنے نفس پر ظلم کریں گے اور وفا کنندۂ عہد اجر عظیم پائیں گے۔ گر تمام بیعت کرنے والے اپنے وعدہ پر قایم رہنے والے ہوتے تو دانائے اسرار قلبی کبھی اس فعل صحابہ کو مشروط بہ نکث نہ فرماتا۔ یہ شرطیہ آیت خود بتلا رہی ہے کہ اُس جماعت میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کا امر بیعت پر قایم نہ رہنا علم الٰہی میں داخل تھا۔ چونکہ خدا کا کام حجت کا تمام کرنا ہے لہذا اُسنے بطور قول فیصل فرما دیا کہ اگر اِس عہد پر قایم رہ کر مدام اچھے کام کرتے رہو گے تو ہماری نعمات و عنایات سے متمتع ہو گے۔ بصورت اختلاف جو حال اور نافرمانوں کا ہے وہی تمہارا ہوگا اس موقع پر یہ بات دیکھنی لازم ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی وہ سب مومن تھے یا کہ اُن میں کچھ منافق بھی شامل ہو رہے تھے کیونکہ آیۂ رضوان مصرحہ بالا میں لفظ (عن المومنین) وارد ہوا ہے۔ نیز بیعت کرنے والے سب اپنے عہد پر قایم رہے اور تا دم حیات کسی ایسے فعل کے مرتکب نہیں ہوئے جس کا نتیجہ جہنم کی جماعت کا ترقی دہ ہو۔ مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ علمائے سنیہ کے اقوال سے اس پیچیدگی کو سلجھایا جائے جناب
مولوی مہدی علی صاحب آیات بینات میں بمقام تفسیر آیۂ رضوان تحریر فرماتے
ہیں کہ سوائے جدابن قیس منافق کے کسی نے تخلف نہیں کیا اس سفر میں منافقوں
کا نفاق اور مخلصوں کا اخلاص ظاہر ہوا۔ اِس تحریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں
اول یہ کہ جملہ حاضرین جلسہ مومن نہ تھے بلکہ اُن کے ساتھ منافق بھی گھٹنہ دبائے
بیٹھے تھے جس وقت کہ بیعت کے لئے لوگ جمع ہوئے (جدابن قیس) مذکور
پالان شتران کے نیچے چھپ گیا بدیں جہت اُس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ مگر جو
لوگ پختہ مزاج تھے وہ عیب نفاق کو دلمیں لئے ہوئے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاتے رہے اتنی
بڑی جماعت سے مولوی صاحب ممدوح نے صرف ایک بدمعاش کو گرفتار
کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ اور بھی اُس کے ساتھی ہوں موصوف الصدر مولوی جی
ہمیشہ مال کا کام کرتے رہے فوجداری میں اُن کا تجربہ کم تھا اور ہم بفضلہ ابتدا سے
اسی صیغہ میں بھرتی ہو کر رنگروٹ سے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹی کے درجہ پر پہنچے ہیں
ہماری نگاہ بڑی تیز ہے جرائم پیشہ لوگوں کو خوب پہچان لیتی ہے بڑے بھاری
ڈکیت پکڑ پکڑ کر حبس دوام کی سزا دلا چکے ہیں درخت ببول کے نیچے بیٹھ کر
جن لوگوں نے بیعت کی تھی اُن میں جو لوگ پردۂ نفاق ڈالے ہوئے مومنین
کے ہم بازو بنے ہوئے ہیں اُن کی گرفتاری کو ہتھکڑی لیکر اُٹھتے ہیں انشاء اللہ
گرفتار کر کے ابھی کوتوالی کی حوالات میں بھیجے دیتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف
نے عین جلسۂ بیعت میں جدابن قیس منافق کو پابجولاں کر کے اہل سنت کے اُس
عقیدہ کو توڑ دیا کہ تمام مبایعین مومن تھے۔ اب اُن کو ماننا پڑے گا کہ نہیں
سب مومن نہ تھے بلکہ منافق بھی گھسے ہوئے تھے جو نہ کی گھنیوں کی طرح اُن کے ساتھ
ملے جلے ہوئے تھے۔ خدا نے جو (لقد رضی اللہ عن المومنین) فرمایا ہے
وہ حسب عقیدۂ شیعہ صاف ہو گیا۔ خدا مومنین سے رضامند ہوا نہ کہ جملہ
مبایعین سے جن میں جدابن قیس جیسا منافق بھی شامل تھا۔ ممکن تھا کہ ان منافقین

کا نام بتلا دیتا جو کہ موقعہ بیعت پر موجود تھے مگر صیغۂ رازداری مجھ کو منع کرکے یہ بتلاتا ہے کہ نام نہ لو بلکہ بحکم (الکنایۃ ابلغ من التصریح) یعنی کنایہ و اشارہ صراحت سے زیادہ اثر رکھتا ہے لہٰذا ایک آیۂ قرآن کا پتہ دیتا ہوں اُس کے معائنہ سے انشاء اللہ اُن لوگوں کا پتہ چل جائیگا کہ جنھوں نے منافقانہ حیثیت سے بیعت کرکے پھر خلاف معاہدہ کیا اور حسب عادتِ قدیم میدانِ جنگ سے بصد تیز قدمی اپنی جان بچاکر ڈیرے خیمے۔ چھولداریوں میں چلے آئے اول عرض کر چکا ہوں کہ جب اصحاب باصفا مرنے مارنے لڑائی سے نہ بھاگنے کا اقرار کر چکے اُس کے بعد جو معرکہ پردازی ہوئی وہ خیبر و حنین کی تھی دیکھنا چاہیے کہ اُن باحیا عہد کرنے والوں نے اُس موقع پر اپنے وعدہ کو کس انداز سے پورا کیا صحیح مسلم سے اول دکھا چکا ہوں کہ سوائے علی مرتضیٰؑ اور چند بنی ہاشم کے اور کوئی حضورؐ کے ساتھ نہ رہا۔ سورۂ توبہ میں اُن بھاگنے والوں کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ (ثم ولیتم مدبرین) یعنی اے زیرِ درخت بیعت کرنے والو پھر گئے تم ، پیٹھ دکھانے والے۔ سب اور سیر صاحب کتب تواریخ کھولکر ملاحظہ فرمائیں جن جھگوڑوں کے بانڑوں پر دہکتے ہوئے ہیسوں کا داغ لگا ہوا دیکھیں سمجھ جائیں کہ ان لوگوں نے اقرار کرکے وعدہ پر وفا نہ کی۔ اُن پیماں شکنوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ لڑائی میں پشت بہ میدان ہوئے بلکہ دیگر امور مکروہہ بھی اُن سے پیش آئے صلح حدیبیہ فوراً بعد اُس بیعت کے واقع ہوئی تو ایک جلیل القدر صحابی نے آنحضرتؐ سے گستاخانہ پیش آکر نفس نبوت میں شک پیدا کر لیا اور حضورؐ کے سچے نبی ماننے پر اُن کی طبیعت نے ہدایت نہ فرمائی اُس شکی کا نام کتب تواریخ میں درج ہے مثل جدابن قیس منافق مذکورؐ کے اور بھی چند بزرگوار ہیں جن سے اعمال قبیح سرزد ہوئے ہیں از انجملہ عبد الرحمٰن بن عدیس بصری ہے اُس کی نسبت ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ اس نے تحت الشجرہ بیعت کی تھی اور یہی

شخص حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھا احتیاطاً عبارت بھی لکھے دیتا ہوں (کان ممّن بایع تحت الشجرة رسول اللّٰہ قال ابو عمرو ھو کان الامیر علی جیش القادمین من مصر الی المدینة الذین حصروا عثمان وقتلوہ) ابن تیمیہ قاتل عمارؓ یاسر کی نسبت لکھتے ہیں کہ ابو العادیہ وہ شخص تھا جس نے آنحضرتؐ سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ عبارت مندرجہ منہاج السنة یہ ہے (و ذکر ابن حزم ان عمار ابن یاسر قتلہ ابو العادیہ وانّ ابا العادیہ ھذا من السابقین ممّن بایع تحت الشجرة) اور یہ ظاہر ہے کہ بحکم حدیث قاتل عمار جہنمی ہے۔ چنانچہ بخاری اور اُس کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا (یا عمار ستقتلک الفئة الباغیة تدعوھم الی الجنة ویدعونک الی النار) یعنی اے عمار تجھ کو باغی لوگ قتل کریں گے تو اُن کو جنت کی طرف بُلائے گا اور وہ لوگ تجھ کو دوزخ کی دعوت دیں گے اِس سے گروہ معاویہ کا ناری و باغی ہونا ثابت ہو۔ سبقت اسلام و شرکت بیعت رضوان و حضوری جنگ بدر وغیرہا بلا ایمان صحیح و خاتمہ بخیر کچھ کارآمد نہیں۔ دیکھو شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں (نزد اہل سنت عصمت خاصہ انبیا است صحابہ را معصوم نمی دانند لہذا حضرت امیرؑ و شیخین بعضے صحابہ را حد زدہ اند وخود جناب پیغمبر صلعم مسطح را کہ اہل بدر بود و حسان بن ثابت را زیر حد قذف گرفتہ اند وکعب بن مالک و مرو ابن الربیع و ہلال بن امیہ را کہ دو کس از ایشاں حاضران غزوہ بدر بودند در سزائے تخلف از غزوہ تبوک تا پنجاہ روز مطرود و مغضوب داشتہ اند وماعز اسلمی را رجم فرمودہ و بسیارے را تعزیر شرب خمر جاری فرمودہ اند) پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا اپنی رضامندی کا سارٹیفکٹ اُن لوگوں کے حوالہ کرے جو کہ منافق اور عہد کے توڑنے والے تھے جنہوں نے حضرت عثمان و عمار یاسر کو قتل کیا نبوت کو صحیح نہ جانا۔ زنا میں مبتلا ہو کر کوڑے کھائے شراب پی کر سروں کی گرد جھڑوائی۔

بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ علم خداوندی میں ضرور ایسے لوگ بھی داخل تھے
جن سے عدم ایفائے وعدہ کا یقین تھا چنانچہ حسب تسلیم علماء اُس جماعت میں
چند آدمی ایسے شامل تھے جن سے سوائے فرار اور اکثر ایسی نالایق حرکات واقع
ہوئی ہیں جن کی سزا سوائے جہنم اور کچھ نہیں ہو سکتی حضرات اہل سنت جو کل بیعت
کرنے والوں کو مورد الطاف الٰہی سمجھتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اُن کو لازم ہے کہ
تحریر حقیر سے سبق حاصل کریں۔ جو لوگ بیعت پر قایم نہیں رہے اُن کو نفرت
بھری نگاہوں سے دیکھیں اور بحق ثلاثہ کبھی آیۂ رضوان کو مفید نہ سمجھیں۔
سب سے آخر ایک اور پر لطف جملہ عرض کئے دیتا ہوں جملہ صحابہ اور خصوص
حضرات ثلاثہ کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ حضرات اہل سنت ایک دعائیہ
فقرہ (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے ہیں۔ حقیر عرض کرتا ہے جبکہ زیر درخت بیعت
کر لینے سے خدا راضی ہو گیا تھا تو پھر یہ دعا بحق ثلاثہ کیوں کی جاتی ہے کہ اللہ اُن
سے خوشنود ہو اہل عقل اس کو تحصیل حاصل کہتے ہیں جس کو لا حاصل ہونے کا
ثمرہ ملتا ہے اگر آیۂ رضوان کا ورود بحق ثلاثہ حضرات اہل سنت یقینی جانتے ہیں
تو آیندہ اس کلمہ کے کہنے سے احتراز کریں ورنہ سمجھا جائے گا کہ اُن کو بجائے
خود بھی اس کا یقین نہیں ہے کہ خدا اُن سے خوشنود ہے۔ حضرت امیرؑ اور اُن
کی ذریت طاہرہ کے باب میں کوئی بھی کلمۂ مذکور کا استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ جناب
امیرؑ کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ یا اُن کو مع اُن کی اولاد بزرگ کے علیہ السلام
بولا جاتا ہے۔ خدا چونکہ اُن سے رضا مند ہے لہٰذا غیر ضروری سمجھکر کوئی بھی
استدعاء رضامندی نہیں کرتا۔ اگر اہل سنت اس توجیہ پر گہری نظر ڈالیں گے
تو ثلاثہ کو رضی اللہ عنہ کہنا چھوڑ دیں گے۔

آیۂ پنجم منذر جیۂ نور

(وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض

كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون) اس آیہ مبارکہ کو تنویر کے صفحہ (۷۴) پر لکھ کر سہیلی وو سیر صاحب نے یہ ترجمہ دیا ہے (یعنی وعدہ کیا اللہ نے بعضے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے اچھے عمل کئے ہیں اس بات کا کہ اُن کو زمین کا خلیفہ اور بادشاہ بنا دیگا جیسا کہ اُن سے پہلوں کو اور اُن کے لئے اُس دین کو جو اُن کے لئے اللہ تعالےٰ نے چھانٹ رکھا ہے اور پسند کر رکھا ہے خوب جما دیگا اور اُن کو بعد اس کے کہ اندیشہ اور خوف رہا کرتا تھا امن دے گا کہ وہ پھر میری ہی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو ذرہ برابر عبادات میں میرا شریک نہ کریں گے اور جو لوگ بعد اس نعمت کے کفران نعمت کریں اور ناشکری کریں وہی ہیں اصلی فاسق اطاعت سے نکلے ہوئے ماحصل آیہ یہ لکھتے ہیں (یہ وعدہ ہر کسی سے نہیں ہوا اُس زمانہ کے مومنین سے ہوا ہے یعنی صحابہ سے ہوا ہے کیونکہ الذین آمنو کے بعد منکم بھی بڑھایا ہے اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ اُنہیں سے وعدہ ہے کہ تمہارے زمانہ میں مومن ہیں پچھلوں کو اس لفظ کے ذکر کرنے سے علیحدہ کر دیا ہے تو اب حضرت امام مہدی کا تسلط روئے زمین پر اس وعدہ سے علیحدہ ہے اور یہ وعدہ اُس زمانہ کے مومنین سے ہے۔ کیونکہ خطاب حاضرین سے ہے نہ کہ غائبین سے اور امام موصوف اُس وقت موجود نہ تھے وہ آیت کے مفاد سے بوجہ غیبت مستثنےٰ ہیں۔ (منکم) میں جو من ہے وہ (تبعیضیہ) ہے جس کا اثر یہ ہے کہ بعض لوگ مستفید ہوں گے کل مسلمانوں کو اُس سے کوئی فائدہ نہوگا۔ اس آیت سے ثلاثہ کی خلافت جس سے شیعہ کو انکار ہے ثابت ہوئی صفحہ (۵۰) سطر (۱۱) پر لکھتے ہیں (کہ مضمون آیت سے اتنی بات نکلی کہ صحابہ سے خداوند کریم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم میں سے کم سے کم تین شخصوں کو کہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہونگے

ضرور ہم خلیفہ بنا کر روے زمین پر اُن کو مسلط کر دیں گے۔ سبا و ور سیر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں جو بشارت خلافت ہے وہ عام نہیں بلکہ خاص ہے اور اُس کا تعلق خلفائے ثلاثہ سے ہے۔ چونکہ آیت میں وعدہ عطاے خلافت اُن لوگوں سے کیا گیا ہے جو کہ پابند عمل صالح ہوں گے لہذا حسب مذاق سبا و ور سیر صاحب لازم آیا کہ جن تینوں کو خلافت ملی وہی عمل نیک کرنے والے تھے اُنہوں ہی نے بحکم (یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا) خلوصِ عقیدت سے بلا اشتمال شرک خدا کی عبادت کی پھر صاحب ممدوح تحریر فرماتے ہیں کہ یہ انعام اُن مصائب و بلیات کے معاوضہ میں اُن (ثلاثہ) کو دیا گیا تھا جو کہ ترکِ وطن وغیرہ میں از قسم اتلاف مال و جائداد و مکانات وغیرہا اُنہوں نے برداشت کئے تھے۔ حقیر کہتا ہے کہ اگر یہ خلافت اُن نقصانات کا بدل تھی جو کہ مہاجرین کو اُٹھانے پڑے تو اس مد میں جملہ مہاجرین برابر حصہ رکھتے ہیں اور وہ ایک نہیں صدہا سے متجاوز ہیں تعجب ہے کہ خدا اپنے خزانۂ غیب سے صرف تین آدمیوں کو معاوضہ دے اور باقی لٹے گھٹے ہوئے لوگوں کے حقوق کو غایت نا انصافی سے پامال کر دیوے نہ معلوم خزانۂ الٰہی میں کیا کمی آ گئی تھی کہ دائرہ عطیات و تفضلات کو ایسا تنگ کیا کہ محض تین آدمیوں کو متمتع دلایا اور باقی سب مہاجر و انصار و اصحاب وفا شعار اُس نعمت عظمیٰ و عطاے کبریٰ سے قطعی محروم کئے گئے واضح راے ارباب دانش ہو کہ تمام قرآن میں یہی ایک ایسی آیت ہے جس کو ہر سنی داخل وظیفہ سمجھ کر جھوم جھوم کے تلاوت کرتا ہے اور یہ زعم خود جانتا ہے کہ خلافتِ ثلاثہ پر یہ آیت جلی و محکم بلا تاویل ہے کہ جس کا مافوق ممکن نہیں۔ چونکہ خلفائے ثلاثہ بظاہر متمکن سریرِ سلطنت ہوئے ہیں کو اہل سنت بہ اصطلاح خود خلافت بولتے ہیں اور آیت میں لفظ استخلف وارد ہوا ہے جو کہ مثبتِ خلافت ہے لہذا اہل سنت لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے بہ ثبوت خلافت ثلاثہ یہ آیت

پیش کر کے فریب دہ جبلا ہوا کرتے ہیں اور لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں بہ وضاحت وصراحت ان لوگوں کی خلافت مذکور ہوئی ہے یہی سبب ہے کہ بعض متکلمین سنیہ آیہ موصوفہ بالا سے مستدل بخلافت ہوئے ہیں اہل عرب وغیرہ کو چھوڑ کر ہندیوں کا ذکر کرتا ہوں اُن میں اول درجہ پر شاہ صاحب ہیں اُن کا مایۂ استدلال جناب سلطان العلماء السید محمد صاحب رضوان مآب نے بوارق موبقہ میں بدلائل شافیہ باطل فرمایا کتاب موصوف کے صفحہ (۶۰) سے تا (۷۷) سب اور سیر صاحب ملاحظہ فرمائیں اُس کے بعد میر نجف علی صاحب ساکن فرید آباد علاقہ دہلی نے یہی قرینہ بحث اختیار کیا۔ جناب مولوی عمار علی صاحب مرحوم سونی پتی نے ایک مبسوط رسالہ مسمی بہ (دفع المغالطہ) اُس کے جواب میں تحریر فرمایا پھر ایک پنجابی حنفی المذہب نے بذریعہ رسالہ مسمی بہ (مجمع الاوصاف) آیۂ متذکرہ کو پیش کیا۔ جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب تعلقدار مصطفےٰ آباد ضلع رائے بریلی نے قواضب الاسیاف کے صفحہ (۹۰) سے تا صفحہ (۱۴۱) نہایت مشرح جواب دیا اسی طرح چند علمائے سنیہ آیت پیش فرماکر جواب پا چکے ہیں۔ سب اور سیر صاحب پر لازم تھا کہ پہلے اُن جوابوں کا رد فرماکر پھر کوئی تازہ بحث قایم فرماتے مگر افسوس ہے کہ اُنہوں نے اجوبۂ شیعہ کو بالکل ملاحظہ نہ فرمایا یا آنکھ دیکھکر دہ دانستہ جواب سے اعراض فرمایا اور بہ اتباع علمائے قدیم تحفہ وغیرہ سے مضمون نقل فرمادیا ہے۔ یہ بات خلاف انصاف ہے کہ شیعوں کے جوابوں کا جواب الجواب نہ دیا جائے اور اُسی بات کو سو سو مرتبہ لکھے جاؤ جس کے متعدد جواب ہو چکے ہیں۔ بخدا ہم جواب لکھتے لکھتے تھک گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں باتوں کو جو کہ بکرات و مرات زیر قلم آچکی ہیں یوں لکھیں مگر افسوس ہے کہ اہل سنت بالکل کچھ نہیں سنتے گونگے بن گئے ہیں پھیر کر وہی باتیں کرتے ہیں جن کو بصد طمطراق اگلے کر کے مسکت جواب پا چکے ہیں۔ اسی ایک بات پر فیصلہ ہے

گر سنی سچے ہیں اور اپنے دعوے پر کوئی دلیل رکھتے ہیں تو بسم اللہ وہ زینفرمائیں
بوارق۔ ورفع المغالطہ۔ تواضب الاسیاف کا جواب دیں اُن کتب کے تمام
اندراجات کا نہی جواب نہیں مانگا جاتا صرف آیۂ استخلاف کی بحث کا جواب
حوالہ قلم فرمادیویں۔ مگر سخت افسوس ہے کہ وہ کچھ نہ کریں گے قیامت تک
وہی مضامین لوٹ پوٹ کئے جاویں گے جن کو عزتِ جواب مل چکی ہے میں
سخت حیران ہوں اس گروہ والے کس دماغ کے آدمی ہیں۔ حسبِ بیانِ بالا
شاہ صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب و دیگر علمار لکھ رہے ہیں کہ خلافت نبوی
اصولی اعتقادی نہیں بلکہ فروعی عملی ہے قرآن میں اُس کا کہیں پتہ و اشارہ تک
نہیں اور خلفائے ثلاثہ نہ معصوم تھے نہ منصوص بااین ہمہ تو وہ تو وہ آیات
پیش کرنے کے لیے قلم بدست ہو جاتے ہیں ناظرین چند ورق اُلٹ کر دیکھ لیویں
دھیرنے بہ نقل عبارات ابتدائے رسالہ میں لکھدیا ہی کہ خلافت منصوص من اللہ
والرسولؐ نہیں بلکہ اجماعی ہے اور بقول شاہ صاحب اگر خدا کسی کو خلیفہ کرے تو
اُس سے فساد لازم آجائے تجویز خلافت بدست امت ہے۔ ہرگاہ دربابِ
خلافت یہ عقیدہ ہے تو ثلاثہ کو خلیفۂ رسولؐ کیوں کہا جاتا ہے کیونکہ خلیفہ وہ ہوتا ہی
جس کو بعد اپنے کوئی مستخلف قائمقام تجویز کرے۔ جبکہ ثلاثہ منصوص من الرسولؐ نہیں
بلکہ امت کے بنائے ہوئے ہیں تو خلیفۂ امت ہوئے جیسکہ بعض اقوام اسلام
چودھری با چودھرایت اور حقہ تجویز کرلیا کرتے ہیں یہی مرتبہ ان خلفار کا تھا جن پہ
اہلِ سنت فریفتہ ہیں۔ تحیر ہے کہ سیاوور سیر صاحب بہ این موانع شدید قرآن
سے خلافت ثابت کرنے کا ادعا فرماتے ہیں اور طرہ برآں یہ کہ ہزارہا مہاجر و انصار
سے صرف مستحق خلافت شیخین و عثمان صاحب کو جانتے ہیں۔ چونکہ آیۂ استخلاف
میں چند شرائط ہیں مثلاً اٰمنوا۔ وعملوا الصٰلحٰت۔ ویعبدوننی لا یشرکون
بی شیئاً وغیرہ۔ نظر برآں محض اُنہیں لوگوں کو جو کہ خلعت خلافت سے ممتاز ہوئے
باایمان اور عملِ نیک کرنے والے اور خالص عابد و خدا پرست بتلاتے ہیں

باقی سب کو اُس کے مغائر ظاہر کرتے ہیں۔ سنیوں کی یہ جرأت قابل حیرت ہے کہ کل طبقۂ صحابہ کی نیکوکاری وخوش کرداری سے قطعی مستغنی ہو گئے اور ثلاثہ کو مثل تعویذ سہ گوشہ گلے کا ہار بنا لیا عموماً اہل سنت کہا کرتے ہیں ورمولوی مہدی علی صاحب نے آیات بینات میں ارقام فرمایا ہے کہ شیعہ ہزارہا صحابہ سے صرف دس پانچ کو اچھا بتلاتے ہیں باقی سب کو مسلک صحیح سے ہٹا ہوا کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں شیعہ اُنہیں کو بُرا جانتے ہیں جنھوں نے ثلاثہ کی دمسازی سے اہل بیت نبوی پر ابواب ظلم کشادہ کئے اور اُن کے طرفدار بنکر خاندان رسالت سے چشم پوشی کرلی اور جو ضعفا کہ اُن کے دباؤ سے مہر سکوت لگا کر بیٹھ رہے اور بہ حمایت خاندان رسالت ذرا لب کشا نہ ہوئے اور موقع دیکھکر پھر حضرت امیرؑ کی جانب داری پر کمر بستگی اختیار کی وہ ممدوح ہیں اور جو لغزش کہ بجالت درماندگی و بیچارگی اُن سے وقوع پذیر ہوئی تھی وہ عفو سمجھی گئی ہے۔ سنی صاحب چشم انصاف کھولکر دیکھیں کہ اُنھوں نے تمام اصحاب نبویؐ سے ثلاثہ کے سر پر ایمانداری کا سہرا لپیٹ کر باقی سب کو مشرک و ناقص الایمان الاعتقاد فرمالیا اگر دیگر حضرات موجود الوقت بھی ایماندار وصالح ہوتے تو خدا اُنکو بھی آیۂ استخلاف سے فائدہ پہنچاتا اہل سنت ثلاثہ کی بیجا طرفداری سے ایسے بہک جاتے ہیں کہ عواقب امور پر نظر نہیں کرتے کہ بالآخر کیا نتیجہ ہوگا اناپ شناپ جو چاہتے ہیں کہہ جاتے ہیں اگر کوئی غیر اسلام واﻻعتراض کرے کہ خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین کی نبوت اُن کے ہاتھ پر ایمان والوں کے لئے ایسی غیر مؤثر ہوئی کہ صرف تین آدمی ایماندار وعمل نیک کرنے والے ثابت ہو کر خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے تو نہ معلوم حضرات کیا جواب دیں گے۔ قرآن پاک میں جو فوج فوج لوگوں کا دین خدا میں داخل ہوتا بیان ہوا ہے اِس کا کیا دفعیہ فرمائیں گے سب ادور سیر صاحب اور دیگر اہل سنت جن کے خیال میں آیۂ بالا مبشر بہ خلافت ثلاثہ ہے ضرور اِس بات کے معتقد ہیں کہ بس یہی تین شخص برگزیدہ

باری تھے انہیں کو خوف و ہراس تھا جس کا بدلا امن سے کیا گیا۔ اچھے
اچھے کام کرنا محض انہیں کا شعار تھا۔ خدا پرستی اور موحدانہ عبادت کا جامۂ
زیبا خیاط ازل نے انہیں کے قد زیبا کے لئے قطع کیا تھا۔ باقی جملہ اصحاب
اُن کے خلاف راہ چلنے والے تھے اگر وہ بھی صفات مذکورہ سے کسی صفت کے
ساتھ متصف ہوتے تو ضرور نعمات الٰہی سے بہرہ یاب ہوتے۔ اگر ہم کسی شخص
کو بجرم مخالفت خاندان رسالت بدکیش کہیں تو رافضی کا خطاب پائیں اور
سنی صاحب کل مسلمانوں کو محروم از عطیات باری خیال فرما کر پکے دینداروں
میں بجائے خود شمار ہونے کا دعوے کریں مجھکو پُرانے با انصاف اور نئے
تعلیم یافتہ سنیوں سے کامل امید ہے کہ وہ ایسے راستہ کو پرخطر سمجھیں گے جس
میں جم غفیر اہل اسلام کی ایمان و اعمال حسنہ سے خالی ہاتھ بھٹکتی ہوئی پھرتی نظر
آئے گی اور محض تین آدمیوں کے سر پر ایمان و دیگر صفات مندرجہ آیہ کا
کوہ گراں سر بہ فلک کشیدہ معلوم ہوگا۔ آیہ استخلاف مصرحۂ بالا میں چند
جملے ہیں بہ نظر توضیح حال ہر فقرہ کی تصریح کئے دیتا ہوں کہ جانچ کرنیوالوں
کو امر صحیح کا پتہ لگ جائے اور بعد سمجھنے کے غلطی میں نہ پڑیں۔

فقرہ اول (آمنوا) یعنی وہ خلفاء صاحب ایمان ہوں گے۔

دوم (منکم) یعنی تم میں سے جو ایمان لایا خلیفہ کیا جائے گا۔

سوم (وعملوا الصلحت) یعنی اُن سے عمل نیک سرزد ہوئے ہوں گے۔

چہارم (کما استخلف الذین من قبلھم) تم کو ایسا خلیفہ کریں گے جیسا کہ
اُن سے پہلوں کو کیا ہے۔

پنجم (ولیمکنن لھم دینھم) یعنی اُنکے دین کو تمکین حاصل ہوگی۔

ششم (الذی ارتضی لھم) یعنی دین اُن کا پسندیدہ باری ہوگا

ہفتم (ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا) یعنی بعد خوف اُن کو امن دیا جائیگا

ہشتم (یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا) یعنی جو لوگ خلیفہ کئے جائیں گے وہ

ایسے خلوص وحسن عقیدت سے عبادت کریں گے کہ سوائے خدا کے اور کسیکو لایق پرستش نہ سمجھیں گے۔
نہم (ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون) اور جو لوگ بعد اس نعمت کے کفران نعمت کریں اور ناشکری کریں وہی اصلی فاسق اطاعت سے نکلے ہوئے۔

تنبیہہ۔فقرہ صدر کا ترجمہ حرف بحرف وہی ہے جو کہ سب اور سید صاحب نے کیا ہے۔

تصاریح ہر فقرہ

فقرہ اول

(امنوا)

خدا نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا ہے کہ خلیفہ کرے گا تم کو جیسا کہ پہلے لوگوں کو کیا ہے۔ سنی وشیعہ میں جسقدر بھی گفتگو ہے وہ ثلاثہ کے ایماندار ہونے میں ہے۔ حضرات اہل سنت ثلاثہ کرام کو مومن بالیقین بتلاتے ہیں اور شیعہ نامسلمان ومنافق کہتے ہیں۔ قدیم الایام سے اسوقت تک اس بحث میں منجانب شیعہ کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔ رسالہ نفاق الشیخین بحکم صحیحین و رسالہ سجادیہ و آئینہ حق نما وغیرہا۔ سید مظہر حسن نقوی رئیس امروہہ محلہ دانشمندان نے بذریعہ حمایت الایمان مشتہر کیا کہ اگر کوئی سنی بہ رد رسالہ آئینہ حق نما ثلاثہ کا باایمان مرنا ثابت کردے گا تو ہم سادات امروہہ اُس کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے آجتک کسی عالم اہل سنت کو جرأت نہیں ہوئی کہ اُن رسائل کا جواب دیکر خلفاء کو نفاق کے مضبوط جال سے نکال کر کوچۂ ایمانداری کی سیر کرائے۔ تا وقتیکہ سنی صاحب بہ رد مضامین رسائل مذکور اپنے پیشوایان دین کا ایمان صحیح پر مرنا ثابت نہ کردیویں صفت (امنوا) ان پر قایم نہیں ہوسکتی۔

فقرہ دوم

(منکم)

سب او و رسیر صاحب فرماتے ہیں کہ اِس جملہ میں جو (من) ہے وہ تبعیضیہ ہے یعنی یہ وعدۂ خداوندی بعض صحابہ سے علاقہ رکھتا ہے سب سے اُسکا تعلق نہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ (من) اِس جگہ بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں وہ آنحضرتؐ اور سب مومنوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے اور اِس آیت میں خلافت اصطلاحی مراد نہیں بلکہ لغوی ہے اصطلاح عام میں خلیفہ وہ بولا جاتا ہے جس کو کوئی شخص اپنی غیبت میں دوام کے لئے یا چندروزہ اپنا جانشین کر جائے اور لغوی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا قایم مقام ہو جائے اِس جگہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ (من بیانیہ ہے یا تبعیضیہ) خلافتِ لغوی کی توضیح آگے کی جائے گی علامہ زمخشری جلد دوم تفسیر کشاف مطبوعہ مطبع محمد آفندی کے صفحہ (۹۸) پر آیۂ استخلاف کے متعلق لکھتے ہیں (الخطاب لرسولِ صلعم ولمن معهٗ ومنکم للبیان) یعنی یہ وعدہ آنحضرتؐ اور اُن کے ساتھیوں سے خدا نے کیا ہے اور منکم کا من اس موقعہ پر بیانیہ ہے۔ تفسیر بیضاوی جلد دوم مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ کے صفحہ (۸۷) پر ہے کہ (خطاب للرسول ولامته او له ومن معه ومن للبیان). مطلب یہ ہوا کہ اِس جگہ مخاطبہ رسولؐ اور اُن کی امت سے ہے جو کہ طبقۂ اول میں تھے اور (من) واسطے بیان کے وارد ہوا ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالی تفسیر فتح البیان مطبوعہ بولاق مصر جلد ششم صفحہ (۳۴۳) پر رقمطراز ہیں کہ (الخطاب للنبی صلعم ومن معه) یعنی آیۂ استخلاف میں نبی صلعم اور اُن کے ہمراہیوں سے خطاب ہے۔ نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ سب او و رسیر صاحب کے دعوے کو بلا اِس کے کہ ہم کچھ زحمت اُٹھاتے اُنہیں کی ہم مذہب مفسروں نے ڈسمس کر دیا۔ اگر اُن کو کچھ غیرتِ ایمانی ہے تو من پر جو کہ تبعیضیہ

پر چڑھایا ہے اُس کو انبہ یا لیموں کی کھٹائی سے صاف کر دیویں کیونکہ علامہ زمخشری وقاضی بیضاوی وصدیق حسن خاں مشاہیر علماء کے سامنے اُن کی توجیہ غیر وجیہ کا چراغ ہرگز نہ جل سکے گا۔ میں یہ بھی ظاہر کئے دیتا ہوں کہ اہل سنت اور خصوص سب اور سید صاحب کو یہ کوشش کیوں ہے کہ من بیانیہ نہیں تبعیضیہ ہے اُس کی وجہ موجبہ یہ ہے کہ اہل سنت شرم خلایق سے ظاہر لبظاہر مثل اپنے برادران عموزاد خوارج کے حضرت امیرؑ کی خلافت ظاہری سے انکار تو نہیں کرتے۔ مگر بدل معتقد بھی نہیں وہ راشد و اہل خلفائے ثلاثہ ہی کو جانتے ہیں اور نعمت استخلاف کو انہیں کی ذات میں محصور بتلاتے ہیں اور حضرت امیرؑ کی ذات سے اُس کی نفی کرتے ہیں۔ لہذا تبعیض کو بحق ثلاثہ مفید سمجھکر (من) کے بیانیہ ہونے سے بعض کم فہم و متعصب انکار کرجاتے ہیں بہ ثبوت اس کے کہ حضرت امیرؑ کی رشادت سے سنیوں کو انکار ہے چند اقوال ہدیہ نظر کرتا ہوں امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر کی چھٹی جلد میں صفحہ (۲۰۹) پر لکھتے ہیں (بعد تحقیق معلوم ہوا ہے کہ آیہ استخلاف میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ بہ زمانہ ابوبکر و عمر و عثمان پوری ہوگئیں بایں وجہ کہ اُن کے زمانہ میں خوب خوب فتوحات ہوئیں تمکین دین ہوکر لوگوں کو آسایش ملی امن و امان سے مسلمان اوقات بسر کرنے لگے۔ علی المرتضیٰؑ کے وقت میں نہ دین کو تمکین حاصل ہوئی نہ مسلمانوں کو تفکرات شبانہ روزی سے نجات ملی نہ اخلاف کفار حق ہوا نہ کوئی ملک فتح ہوکر داخل محروسۂ اسلام ہوا بلکہ وہ مسلمانوں سے لڑتے بھڑتے رہے شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی کے صفحہ (۲۳۴) پر ایک طولانی عبارت فارسی لکھتے ہیں جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے (علی مرتضیٰ) پر اسے نام خلیفہ تھے مشایخ ثلاثہ کے تحت رایت جسطرح مسلمانوں نے جدال و قتال کیا اُس طرح علیؑ کے ساتھ ہوکر نہیں لڑے۔ عنایت ربانی جو عہود ثلاثہ میں فوج فوج نازل ہوتی تھی وہ اُن کے وقت میں ہبا ہوگئی تھی تمکین دین کے

خلاف مسلمانوں میں مناقشہ ومجادلہ کی تند ہوا چلتی تھی آیۂ استخلاف کی بشارت کا اُن میں مطلق اثر نہ ہوا ایسی بزرگ اپنی دوسری کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین کے صفحہ (۱۶۹) پر لکھتے ہیں (وحضرت مرتضےٰؑ در ایام خلافت خود در شغل مناقشہا ومنازعہا افتاد ودر ایام او ہیچ بلد مفتوح نہ شد وہیچ فتحے ظاہر نہ گردید بلکہ جہاد بالکلیہ مسدود ماند) عبارات صدر کے معائنہ سے ہر باانصاف کہہ سکتا ہے کہ عند السنیہ آیۂ استخلاف کے مقصود الیہ صرف ثلاثہ ہیں اور حضرت امیرؑ کو وہ موعود من اللہ خلیفہ نہیں جانتے۔ بلکہ اُن کے زمانہ کرامت نشانہ کو انسلاب عنایاتِ ربانی کا سبب کہتے ہیں۔ رازِ دل کتنا ہی پوشیدہ رکھنا چاہو مگر ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ اہل سنت بہ ظاہر گو کہ حضرت امیرؑ کی امامت کے قائل ہیں مگر دل و زبان میں چونکہ اتفاق نہیں لہٰذا بہکنے میں کچھ نہ کچھ اسرار نہانی ظاہر ہو ہی جاتے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں بہ مقام مطاعن عثمان لکھتے ہیں (جناب رسول خداؐ بہ علی مرتضیٰ فرمودہ بود یا علی لا تجتمع الامۃ علیک بعدی وانک تقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین۔ یعنی اے علیؑ جمع نخواہد شد امت بہ ریاستِ تو بعد از من و ہر آئینہ جنگ خواہی کرد باعہد شکناں و بے انصافاں و از دین بیرون شوندگان) چونکہ حسب اعتقاد اہل سنت خلافت اجماع سے ہوتی ہے لہٰذا وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ پر مثل ثلاثہ اجماع امت نہیں ہوا علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں (قال البخاری فی تاریخہ روی عن جمہان عن سفینۃ ان النبی صلعم قال لابی بکر وعمر وعثمان ھولاء الخلفاء من بعدی) یعنی بخاری نے اپنی تاریخ میں جمہان سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوں گے۔ دیکھئے اس جگہ بھی حضرت امیرؑ کا نام جدا کیا گیا کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مسجد بنائی تو ابو بکر سے کہا کہ میرے پتھر کی برابر اپنا پتھر رکھو علی ہذا ابو بکر کے پتھر کے ساتھ عمر کا رکھوایا اور اُن کی برابر

عثمان کا جب تینوں بزرگوار اپنا اپنا پتھر ایک دوسرے کے برابر رکھ چکے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے یہ سنگ بازی بھی ثلاثہ تک محدود رہی۔ اینٹ ڈلے پتھر انہیں کی خلافت کے شاہد رہے علاوہ بریں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں فرماتے ہیں (قال رسول اللہ صلعم رایت کان میزاناً دنی من السماء فوزنت بابی بکر فرجحت بابی بکر ثم وزنت ابو بکر بعمر فرجح ابو بکر بعمر ثم وزن عمر بعثمان ثم رفع المیزان فقال النبی صلعم ھذہ خلافۃ نبوۃ ثم یؤتی اللہ ملک من یشاء) یعنی سرور عالمؐ نے فرمایا کہ ایک ترازو آسمان سے آئی میں اور ابوبکر اس میں تولے گئے میرا بوجھ ابوبکر سے گراں تھا پھر ابوبکر کے ساتھ عمر تولے گئے ابوبکر کا وزن بڑھا رہا پھر عمر و عثمان کی باری آئی عمر کا پلہ بھاری رہا از آں بعد وہ ترازو اٹھتی ہوئی آسمان کو چلی گئی۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا کہ خلافت نبوت انہیں پر ختم ہوگی آئندہ جو مالک ہوگا وہ بادشاہ ہوگا۔ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ خلفائے نبی صرف تین ہیں ابوبکر و عمر و عثمان اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر علمائے حدیث ساکن بصرہ و شام علیؑ کو خلیفہ نہ مانتے تھے بلکہ اُن کے زمانہ کو فساد و فتنہ و تفرقۂ اہل اسلام کا سبب اعتقاد کئے ہوئے تھے۔ شاید سب اور سیر صاحب یہ عذر کریں کہ ہمارے علمائے قدیم نے درباب حضرت امیرؑ غلطی اٹھائی جو ایسا لکھ دیا لہذا میں انہیں کا بیان پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے گا کہ اُن کے نزدیک بھی حضرت علیؑ مفاد آیۂ موصوف الصدر سے بے بہرہ ہیں تنویر کے صفحہ (۵۳) پر یہ عبارت لکھی ہے (اور نیز یہ بھی اہل فہم و انصاف پر روشن ہو گیا کہ اُن کے زمانہ میں اُن کے ہاتھوں سے جو کچھ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج پایا جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک نہ دینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کو منع کرنا و تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان رضؓ

کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھانا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق ارتضی لہم
ہے علیٰ ہذا المقیاس جس مسئلہ پر اُن کے زمانہ میں اجماع اور اتفاق ہوگیا وہ لاریب
حق و ثواب ہے اُس سے جو منحرف ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے
منحرف ہے اور جو اس کا منکر ہے وہ حق کا منکر ہے۔ جملۂ (وعد اللہ الذین
امنوا منکم وعملوا الصلحت) حقیت خلفائے ثلاثہ پر بوجہ احسن دلالت کرتا
ہے۔ یہ عبارت دراصل مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے (جو کہ بجرم تبدیل معنیٰ
قرآن کافر ہو کر مرے ہیں اور جن کے فتاوائے کفر پشت تحفۃ الاشعریہ مطبوعہ
مطبع یوسفی دہلی کے صفحۂ آخر پر بہ ثبت مواہیر علمائے سنیہ نظر بازوں کو نظر آرہے
ہیں) ہدیۃ الشیعہ میں لکھی تھی سب اوور سیر صاحب نے مال مفت سمجھ کر بقولے
نقل را چہ عقل حرف بحرف نقل کر کے اپنا نام فرد متکلمین میں داخل کرانا چاہا۔ بہرحال
یہ بات ثابت ہوگئی کہ آیۂ مبحوث عنہ کو سب اوور سیر صاحب بھی ثلاثہ کی مقبوضہ
بلا شراکت غیرے جانتے ہیں اور حضرت امیرؑ کو اُس میں کسی درجہ کا شریک
وسہیم تجویز نہیں فرماتے۔ تعجب ہے کہ زبانی چوتھے درجہ کا خلیفہ حضرت امیرؑ کو
بتلائیں اور بشارت آیت سے مستثنیٰ سمجھیں واقعی عقیدت مند ایسے ہی
ہوتے ہیں سب اوور سیر صاحب نے جو بہ تقلید مولوی محمد قاسم صاحب لکھا ہے
کہ فدک و متعہ وغیرہ کے متعلق جو خلفاء نے قوانین جاری کئے وہ دین پسندیدہ
وارتضی لہم کی صفت سے موصوف تھے۔ جو اُن احکام سے انحراف کرے
وہ حق کا منکر ہے۔ چونکہ تجویز خلفاء سے راہ خلاف اختیار کرنے والے کو
منکر از حق بیان کیا جاتا ہے لہٰذا یہ امر قابل غور ہے کہ اُس دین پسندیدۂ خداوندی
سے کس نے مخالفت کی بر اے تحقیقات جو منحرف ثابت ہوگا وہ منکر حق تجویز ہو کر
عند السنیہ فرد اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ فدک کے متعلق کتب اہل سنت
میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ بعد وفات سرورِ عالم جب صدیق اکبر نے فدک
کو اپنے زیر قبضہ کیا تو جناب سیدہ نے استغاثہ پیش کیا کہ میرے والد بزرگوار

ہبہ کر گئے ہیں خلیفہ صاحب نے گواہ طلب کئے جناب امیرؑ اور حسنینؑ وام ایمنؓ وغیرہ نے وقوع ہبہ پر شہادت پیش کی۔ مگر خلیفہ صاحب نے اُس کو لایق اطمینان نہ سمجھکر رد کردیا اس واقعہ کو پر افسوس لفظوں میں ایک شاعر نے اس طرح ادا فرمایا ہی

بیت

	گر رسولِ خدا در رحمد ملول نہ شد	؎	شہادت علیؑ مرتضیٰ قبول نہ شد

بعد ڈسمسئی ہبہ وراثت کا دعویٰ سیدہ بتولؑ نے دائر کیا اُس پر یہ ارشاد ہوا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو مال وہ چھوڑ جاتے ہیں داخل صدقہ ہے اِس پر بھی بہ طرفداری معصومہ جناب امیرؑ نے بہ ثبوت وراثت انبیاء قرآن سے احتجاج کیا مگر سماعت نہ ہو ہمارے ایک باتحقیق عالم نے (۲۵) کتب اہل سنت کی کتاب مستطاب تشئید المطاعن میں جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے ہبہ و وراثت کو ثابت کیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ابو بکر صاحب کے اِن متواترہ احکام کی بیجائیت سے مخدومہ بحدے ناراض وملول خاطر ہوئیں کہ تادم حیات ابو بکر صاحب سے کلام نہ کیا اور بوقت رحلت حضرت امیرؑ سے وصیت کی کہ ابو بکر میرے جنازہ پر نہ آئے صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے عین دربار میں برسر عام حضرت علیؑ سے فرمایا کہ آپ نے مقدمہ فدک میں مجھکو اور ابو بکر کو کاذب، دغادر وخائن و آثم سمجھا متعہ کے باب میں یہ مضمون درج کتب سنیہ ہوا ہے کہ یہ مخالفت عمر جناب امیرؑ دوام کے لئے مجوز متعہ رہے اور صاف صاف فرمادیا کہ متعہ امت محمدی کے لئے زنا سے بچنے کے واسطے ایک چادر رحمت تھی جس کو عمر نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اگر وہ حرام نہ کرتے تو اہل اسلام میں سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا مجلس شوریٰ میں جو کہ بعد قتل عمر تجویز خلافت کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ عبد الرحمان بن عوف پریسیڈنٹ تھے سوال پر آپ نے قطعی انکار کردیا کہ میں سیرت شیخین کی پابندی نہ کرونگا۔ سب سے اول سیر صاحب اول وہ کتابیں دیکھیں جو کہ بجواب تحفہ منتہی الکلام و آیات بینات و ہدیۃ الشیعہ وغیرہا منجانب گروہ امامیہ لکھی گئی ہیں

اور جن کی تعداد صدہا سے متجاوز ہے صرف ایک تحفہ کے بہ قید ابواب (۶۵) جواب
ہیں۔ پھر بائے قایم فرمایں کہ بجرم مخالفت احکام شیخین خاندان نبوت منکر حق
ہے یا کیا ہائے افسوس زبانی یہ دعوے کہ اہل بیت نبوی سرتاج امت ہیں
اور حضرت امیرؑ چوتھے درجہ کے باقتدار خلیفہ ہیں اور بطون یہ کہ اُن کو صرف
عدم اتباع شیخین سے دین پسندیدۂ خداوندی کا منحرف اعتقاد فرمائیں۔ ہم اور دوسرے
صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کی نوعیت قایم کرکے بتلائیں کہ اہلبیت
رسول کو صحابہ کرام کے احکام سے منحرف ہونے کے جرم میں وہ کس دفعہ قانون کا
مستحق سمجھتے ہیں پس بوجوہات بالا ثابت ہوگیا کہ بعض صحابہ یعنی ثلاثہ کو مفاد آیہ سے
متمتع دلانا بالکل خلاف ہے اور آل نبیؐ کو خلفائے ثلاثہ سے کوئی پیوستگی نہ تھی
بلکہ میت کی شرکت بھی اُن سے چھوٹی ہوئی تھی۔

فقرۂ سوم

(وعملوا الصٰلحت)

آنحضرتؐ کے عہد میں صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اُن سب کی نسبت
حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ (الصحابۃ کلھم عدول) یعنی تمام صحابہ
اہل عدالت سے ہیں و نیز یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام صحابہ مثل نجوم ہیں جس سے
اقتدا کیا جائے ہدایت حاصل ہوگی۔ کمال تعجب ہے کہ جس گروہ کو صحابہ سے یہ
عقیدت ہو اور سب کو عادل و ثقہ و لایق اقتدار سمجھے وہ اعمال صالحہ کے دائرہ
کو ایسا تنگ کرے کہ صرف تین بولیوں پر حقیت اسلام کا نیلام ختم کردیوے
افسوس بحال اہل اسلام اتنی جماعت کثیر سے سوائے ثلاثہ کے ایک بھی ایسا
نہ ہوا جو عمل خیر کی گٹھڑی سر پر رکھے ہوئے نظر آتا۔ اگر بہ نظر انصاف سنی صاحب
ان خلفائے مقبول کی لائف پر نظر فرمائیں گے تو اُن کے جسم کو بھی بے داغ
نہ پائیں گے جیش اُسامہ سے ثلاثہ نے تخلف کیا اور نبیؐ کے حکم کو نہ مانا جسکی

سزا تازیانہ لعن سے کھائی (دیکھو شہرستانی کی ملل و نحل کا صفحہ ۹) اس نافرمانی کا دفعیہ شاہ صاحب نے تحفۂ اثنا عشری مطبوعہ مطبع نول کشور کے صفحہ (۴۲۳) پر ان لفظوں سے لکھا ہے (نہایت کار آن است کہ در عصمت او مخل باشد و عصمت در امامت شرط نیست بلکہ ضروری عدالت است و از ارتکاب یک دو گناہ صغیرہ عدالت ہم برہم نمی شود) کیا خوب ابوبکر وغیرہ بر رد حکم نبوی ارتکاب گناہ کریں اور خدا اُن کے سر پر آیۂ استخلاف کا تاج رکھ دیوے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ نعمات باری سے وہ لوگ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ بقول مریدان خود گنہگار اور نبیؐ کا حکم نہ ماننے والے ہوں۔

فِقرۂ چہارم

(کما استخلف الذین من قبلہم)

جیسا پہلوں کو خلیفہ کیا ایسا ہی تم کو کرے گا۔

چونکہ جناب احدیت نے فرمایا ہے کہ اے مومنو جیسا کہ ہم نے پہلوں کو خلیفہ کیا ایسا ہی تم کو بھی کریں گے لہٰذا اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ خلفائے اوّلین جن کے مثل و مانند خدا نے آنحضرتؐ پر ایمان لانے والوں کو قرار دیا کس رتبہ اور حیثیت کے تھے اور وہ معصوم تھے یا غیر معصوم اور بصورت معصوم ہونے کے ثلاثہ کو اُن سے کیا نسبت ہے ارباب عقل کو معلوم ہو کہ قرآن میں خلفاء کی دو قسمیں ہیں ایک معصوم دوم غیر معصوم جو کہ باتفاق امت صاحب عصمت خلیفہ ہیں وہ تین بزرگوار ہیں اول جناب ابوالبشر علیہ السلام اُن کے باب میں ارشاد ہوا ہے (انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ) تحقیق کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔ دوم جناب داؤد علیہ السلام (یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض) اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔ سوم جناب ہارون علیہ السلام اُن کے لئے یہ خبر ہے (اذ قال موسیٰ لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی) موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارونؑ سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے خلیفہ یا قائم مقام

ہو لیس ثلاثہ اِن خلفائے معصومین کے ہم پلہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ معصوم وغیر معصوم ایک قسم کا عہدہ منجانب حضرت عزت نہیں پا سکتے۔ البتہ حضرت امیر علیہ السلام چونکہ باجماع شیعہ معصوم ہیں وہ اُن کے ہم تراز و سمجھے جائیں گے۔ اسی سبب سے ہم لوگ نہایت فخر ومباہات کے ساتھ حضرتِ امیر علیہ السلام کے چوتھے خلیفہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

جناب خضر علیہ السلام نے حسب روایات شیعہ حضرت امیرؑ کو ان لفظوں سے سلام کیا ہے کہ (السلام علیك یا رابع الخلفاء) یعنی اے چوتھے خلیفہ تم پر سلام ہو۔ اہل سنت اس موقع کو اپنا مفید مطلب سمجھ کر یہ اڑنگا لگاتے ہیں کہ دیکھو حضرت خضر کے بیان سے بھی ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ رابع الخلفاء کے جملہ نے اُن تینوں کی تصدیق کردی (ابوبکر وعمر وعثمان) حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں جناب ولایت مآبؑ اُنہیں تین معصوم کے بعد چوتھے ہیں جو کہ بحکم قرآن منصوص من اللہ ہیں حقیر نے رسالۂ اعجاز داؤدی میں ۲۵ آیات قرآن و ۲۵ احادیث نبویؐ سے حسب تسلیم عظمائے اہل سنت حضرت امیرؑ کو منصوص من اللہ والرسولؐ خلیفہ ہونا ثابت کردیا ہے۔ اِس موقعہ پر اہل سنت یہ ایراد کرسکتے ہیں کہ ہرگاہ علی المرتضےٰ خلیفۂ چہارم ہوئے تو شیعہ کا وہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ آپ ائمۂ دوازدہ گانہ کے اول ہیں اُن کو سوچنا چاہیے کہ خدا نے بمفاد آیۂ مندرجۂ سورۂ مائدہ فرمایا ہے (ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا) یعنی خدا نے بنی اسرائیل میں بارہ نقیب قایم فرمائے سوائے اُس فائدہ کے جس کو عنقریب بیان کرنے والا ہوں آیۂ صدر سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوا کہ امام وخلیفہ ونقیب کا قایم فرمانا بدست خدا ہے جس کو اہل سنت ناجائز تجویز فرماتے ہیں۔ الحاصل چونکہ حسب خبر معتبر امت محمدی اکثر امور میں مماثل ومشاکل امتِ موسوی ہے لہٰذا ہمارے نبی صلعم نے بھی خبر دی کہ میرے اوصیا بھی ہم عدد نقبائے بنی اسرائیل ہوں گے پس خلفائے اولین حضرت آدمؑ وداؤدؑ وہارون علیہم السلام کی ذیل میں حضرت امیرؑ چوتھے خلیفہ ہیں اور ائمۂ اثنا عشر کے دور میں اول وابوالائمہ ہیں اس میں استبعاد مطلق نہیں ہے۔ اِس خلافت کو خاص اور الٰہیہ کہتے ہیں شاہ صاحب نے جو تحفہ کے

باب ہفتم میں حسب صراحت اوراق بالا لکھا ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا بدرجہٴ امہت ہے خدا کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں اور اگر وہ اپنی جانب سے کسی کو تجویز کرے تو اُس سے فساد پیدا ہو کر انتظام عباد میں خلل پڑ جائے۔ سب اور سیر صاحب اور دیگر اہلسنت جن کو شاہ صاحب کے تحفہ پر معمول سے زیادہ ناز ہے ارشاد فرمائیں کہ حضرت ابوالبشر و داؤد و ہارون علیہم السلام سے جو کہ بحکم قرآن مقرر کردہ جناب باری تھے کیا فساد دنیا میں پیدا ہوا خلفائے موصوفین کی فرد معایب دیکھکر عجب نہیں کہ لوگوں کو خدا کی معاذ اللہ سفاہت عقلی پر یقین کامل ہو جائے۔ اہل سنت اصلی و واقعی خلیفہ اُس کو مانتے ہیں جس کو حکومت زمین حاصل ہو اور خوب خوب فتح ممالک کرے۔ براہ کرم حضرات سنیہ بہ نظر تطابق اعتقاد خود خلیفہٴ اول جناب آدم علیہ السلام کے حالات پر نظر فرمائیں کہ اُنھوں نے کتنی جماعت انسانی پر سلطنت کی اور کس کس ملک کو فتح کیا اُن کے زمانہ میں تو وجود انسانی سے زمین خدا بالکل خالی تھی سنیوں کو لازم ہے کہ حسب کلیہ مقرر کردہ خود اُن کو خلیفۃ اللہ نہ کہیں اور جن جن آیات میں خدا کا خلیفہ مقرر فرمانا درج ہے اُن کو کلام مجید سے نکال ڈالیں۔ خلفائے معصوم کی توضیح ختم کر کے اب میں اُس جماعت کو دکھلاتا ہوں جس کو خدا نے بہ لفظ خلیفہ یاد کیا ہے اسی کو لغوی خلافت سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک قوم کی جگہ دوسروں کو قائم کرنا آیہٴ استخلاف اسی مد میں داخل ہے۔ کلام پاک میں کئی جگہ اس قسم کی خلافت کا ذکر ہوا ہے بطور نمونہ چند آیات دکھلاتا ہوں۔ سورہٴ انعام میں خدا فرماتا ہے (ان یشا یذھبکم ویستخلف من بعدکم ما یشاء کما انشاءکم من ذریۃ قوم اٰخرین) اگر خدا چاہے تو تم کو دفع کر کے قائم کرے جس کو چاہے تمہارے بعد جس طرح کہ پیدا کیا تم کو اور لوگوں کی اولاد سے حضرت ہود نے جو اپنی قوم سے فرمایا ہے وہ سورہٴ ہود کے رکوع چہارم میں اس طرح ہے (ویستخلف ربی قوما غیرکم) میرا پروردگار سوائے تمہارے اور لوگوں کو قائم مقام کرے گا۔ بنی اسرائیل کے باب میں ارشاد ہوا ہے (عسیٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف

تعملون) قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن (فرعون) کو ہلاک کرے اور خلیفہ کرے تم کو زمین میں پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ جاننا چاہیے کہ یہاں تمام بنی اسرائیل سے مخاطبہ ہے خدا نے فرعون کو معہ اُس کی قوم کے ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو اُن کی جگہ قایم فرمایا۔ عنان حکومت حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں رہی۔ علی ہذا آیہ بحث طلب میں بھی خطاب جملہ مومنین سے ہے کہ کفار کے ملک کا اُن کو حاکم بنایا اور تمام عرب پر مسلط کر دیا اور رسول صلعم اُن پر فرمانروا رہے۔ سورہ حدید میں ہے (امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین امنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر) ایمان لاؤ خدا و رسول پر اور خرچ کرو اُس چیز سے جس میں خدا نے تم کو گذشتگان کا قایم مقام قرار دیا پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور خرچ کیا اُن کے واسطے اجر عظیم ہے۔ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور وہی لفظ استخلاف اِس جگہ بھی درج آیہ ہے۔ عجب نہیں کہ یہاں بھی ایمان بخدا و رسولؐ لانے والے اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے حضرات اہل سنت ثلاثہ ہی کو تجویز فرما کر باقی ایمانداروں کو ہوا بتلائیں سوائے ازیں دیگر آیات میں بھی ذکر خلافت ہوا ہے (فنجیناہ ومن معہ فی الفلک وجعلناھم خلائف واغرقنا الذین کذبوا بآیتنا) حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں خدا فرماتا ہے کہ نجات دی ہم نے اُس کو اور اُن کو جو کہ کشتی میں اُس کے ساتھ تھے اور مقرر کیا ہم نے اُن کو خلیفہ یعنی قایم مقام اگلوں کا اور غرق کر دیا ہم نے اُن لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ پھر قوم ہودؑ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے (واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح) یاد کرو جبکہ ہم نے تم کو خلیفہ مقرر کیا قوم نوحؑ کے بعد۔ قوم ثمود کے بارہ میں ارشاد ہوا ہے (واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد) جبکہ بعد قوم عاد کے ہم نے تم کو خلیفہ کیا اُس وقت کو یاد کرو اس موقع پر یہ نکتہ بلیغ بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جسقدر آیات اوپر بیان کی گئیں اُن سب میں لفظ (کم) وارد ہوا ہے اِس جملہ کا یہ فائدہ ہے کہ عین وقت خطاب ایمانداروں کو وہ خلافت یعنی گذشتگان کی قایم مقامی حاصل ہو جائے اگر حسب عقیدہ

اہل سنت یہ خلافتیں لغوی نہ تھیں بلکہ اصطلاحی تھیں جیسا کہ ابوبکر صاحب نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا یا معاویہ نے یزید کو اور مروان نے اپنی اولاد کو یہ ہرگز کسیطرح قابل تسلیم نہیں کیونکہ آیہ استخلاف جس میں خلافت بمعنی لغوی ہے آنحضرت ؐ پر نازل ہوئی تھی حضور کی موجودگی میں کوئی شخص خواہ وہ بکر ہوں یا عمر خلیفہ نہ کہلاتے تھے اس امت میں جو خلیفہ بہ منشاے آیہ ہیں وہ مشبہ ہیں اور خلفائے اولین جن کے مثل خدا نے خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ مشبہ بہ ہیں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مشبہ بہ کی خلافت لغوی معنی پر مستعمل ہو اور مشبہ کے اصطلاحی معنی پر بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ جن خلفائے اولین کے مثل و مانند اہل اسلام کو خلافت دینے کا آیہ میں مذکور ہوا ہے اُس سے خلافت نبوی ؐ مراد نہیں جس کو سنیوں نے سمجھ کر گردن فخر بلند کی ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ مژدہ گزشتگان کی قایمقامی کا دیا گیا ہے۔ اگر اہل انصاف تحریر حقیر پر نظر فرمائیں گے تو حقیقت واقعہ پر مطلع ہو کر کبھی خلافت اصطلاحی کا نام نہ لیں گے۔

فقرۂ پنجم

(ولیمکنن لھم دینھم)

یعنی اُن کے دین کو تمکین (ثبات و قرار) دیا جائیگا

ابتدائے اسلام میں جبکہ آنحضرت ؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے غلبہ کفار و اشرار بمرتبہ تھا کہ مسلمان علانیہ نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ کلمۂ توحید آزادانہ طور پر زبان سے نہ نکالتے تھے۔ مگر جبکہ جنگ بدر واقع ہو کر مسلمانوں کو غلبہ ہوا۔ تدریجاً اسلام کا اقتدار بڑھتا گیا۔ تا اینکہ فتح مکہ تک پورا تمکن ہو گیا۔ کفار اسلام کے نام سے کانپنے لگے۔ تیغ مرتضوی نے بڑے بڑے سرکشوں کی گردن نیچی کر دی۔ دمبدم اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔ بحدے غلبہ ہوا کہ ابوسفیان ایسے شور و پشت و مفسدہ پرداز کو بھی مجبوراً اسلام ظاہری قبول کرنا پڑا۔ سنی، شیعہ دونوں کی کتابیں آنحضرت ؐ کی صحیح حدیثیں موجود ہیں حضور انور ؐ نے فرمایا کہ ہمارے نام میں خدا نے وہ جلالت عطا فرمائی ہے

کہ ایک مہینہ کی راہ پر کفار ہمارا نام سنکر بستر خواب پر چونک پڑتے ہیں تمکن حقیقی و واقعی
آنحضرت ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا آیندہ ہر سلطان اُسکو ملک گیری کر کے ترقی دیتا
رہا آیۂ موصوف الصدر کو بغور دیکھو لفظ (وَعَدَ اللّٰہُ) بصیغۂ ماضی بولا گیا ہے نزول
قرآن سے سالہا سال بعد خلافت ثلاثہ واقع ہوئی ہے تعجب ہے کہ زمانہ مابعد کی خلافتوں
کو جو عزت ہو وہ صیغۂ ماضی سے یاد کی جائے جو کہ بالکل مہمل و غیر موزون و نامربو
ہے۔ قیدِ ماضی نے ہم کو بتلا دیا کہ قبل از نزول سورۂ نور جس میں آیت درج ہے مومنین
صالحین سے وعدہ کیا گیا تھا کہ تم کو تمکن دیا جائے گا جو کہ بفضلہ فتح مکہ پر پورا ہو گیا مخاطب
اُس کے جمیع مومنین موجود الوقت ہیں نہ کہ سنیوں کے ثلاثہ جن کو سالہا سال بعد
خلافت ملی جس کے لیئے نہ اصطلاحی صفت قایم ہو سکتی ہے نہ لغوی۔ معروضہ حقیر کی
تائید آیۂ ذیل سے جو کہ سورۂ انفال میں ہے بخوبی ہوتی ہے (وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ
قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ
وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) بعد واقعۂ بدر
بنا بر تسکین و تسلی اہلِ ایمان آیۂ بالا کا نزول ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اُس وقت
کو یاد کرو جبکہ تم قلیل اور کمزور تھے اور اِس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں کفار تم کو پکڑ کر
نہ لے جائیں پس خدا نے تم کو جگہ دی اور تمہاری مدد کی اپنی نصرت سے اور پاک و
پاکیزہ روزی تم کو عنایت فرمائی تاکہ تم شکر گزار ہو۔ سب اہلِ بصیرت صاحب غور فرمائیں
کہ اگر آنحضرت کے زمانہ میں تمکین دین حاصل نہ ہوئی تھی اور تمام مسلمان خوفِ بداہنی
میں تھے تو خدا نے اُن کی کب اور کہاں مدد کی اور خوف کفار کس وقت اُن کے قلوب
سے برطرف ہوا جس کا شکریہ خدا اپنے بندوں سے طلب کرتا ہے۔ تعجب ہے ذاتِ
خداوندی سے ثلاثہ کے عہد میں جس کی انتہا ۳۵ھ ہے اسلام کو تمکن و تسلط حاصل
ہو کر خوف برطرف ہوا اور خدا اُس زمانہ سے پہلے لوگوں کو یہ ارشاد فرمائے کہ تم
میرے تفضلات کا شکریہ ادا کرو۔ اہلِ عقل کو یقین فرمانا چاہیے کہ خلفائے اہلِ سنت
سے آیۂ استخلاف کو بحقِ ثلاثہ تعبیر فرمانے سے وہ سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دو انگشت

ناخن یا اتر گیا ہے۔ ہائے افسوس اہل سنت مطلق غور نہیں فرماتے محبت ثلاثہ سے جو
چاہتے ہیں لکھدیتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ جس بات کو ایک عالم اہل سنت صحیح کہتا ہے اُسی کو
دوسرا عالم جھوٹا کہنے لگتے ہیں مولوی صدیق حسن خاں بھوپالی تفسیر فتح البیان کے صفحہ ۲۴۴
پر بذیل تفسیر آیۂ استخلاف لکھتے ہیں (بَدَلًا مِنَ الْکُفَّارِ وَھُوَ وَعْدٌ یَعُمُّ جَمِیْعَ الْاُمَّۃِ
وَقِیْلَ ھُوَ خَاصٌّ بِالصَّحَابَۃِ وَلَا وَجْہَ لِذٰلِکَ) مطلب یہ کہ غلبۂ کفار کے بدلے
میں خدا اہل اسلام کو تسلط دے گا اور یہ وعدہ عام ہے خاص نہیں تمام امت اسمیں
شامل ہے اور ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق خاص صحابہ سے ہے مگر اس
کی کوئی وجہ نہیں پھر اُسی صفحہ پر عبارت بالا سے تین سطر بعد لکھتے ہیں (وَقَدْ اَبْعَدَ مَنْ
قَالَ اِنَّھَا مُخْتَصَّۃٌ بِالْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَۃِ اَوْ بِالْمُھَاجِرِیْنَ) تحقیق کہ بہت ہی دور
گیا ہے حق سے وہ شخص جس نے یہ عقیدہ کیا کہ وہ خلافت مخصوص ہے خلفائے اربعہ
یا مہاجرین سے تفسیر جلالین مطبوعہ مطبع حیدری واقع بمبئی کی جلد دوم میں صفحہ (۵۰) پر
بذیل تفسیر (لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ) (بَدَلًا عَنِ الْکُفَّارِ) لکھا ہے یعنی
بجائے کفار مسلمانوں کو قائم کرے گا اور (کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ)
کی تفسیر میں یہ لکھا ہے (مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ بَدَلًا عَنِ الْجَبَابِرَۃِ) مطلب یہ کہ بنی اسرائیل
کو جبابرہ و اشرار و جبار کا قائمقام کیا گیا۔ سب [illegible] و دیگر اہل سنت جن کے
ذاتی خیال میں تاجِ خلافت محض ثلاثہ یا خلفائے اربعہ کے سر پر رکھا ہوا ہے وہ
تفاسیرِ متذکرہ کی عبارات سے سبق حاصل کریں ورنہ قیامت میں کل مسلمان اُن کا
دامن پکڑ کر کہیں گے کہ واہ صاحب آپ کون تھے کہ شاملاتِ دیہہ کے نمبر جس میں
سب زمینداروں کو حقوق مشترکہ حاصل تھے تین آدمیوں کے قرعہ میں لگا دئے آپ
لوگوں نے ہماری اُن مشقتوں پر جو خدماتِ اسلام کی بجا آوری میں کی گئی تھیں خاک
ڈالدی اور عطائے ربانی کو اُن تین آدمیوں سے مخصوص کر دیا جو کبھی کسی کافر کے
مقابلہ میں ثابت قدم نہ رہے۔ کیا آپ کے نزدیک ہم نے عمل صالح نہ کئے تھے؟
کیا ہم مشرکانہ طریقہ سے بتوں کو سجدہ کیا کرتے تھے؟ جو آپ نے ہم کو خوانِ نعمت سے

اُٹھا کر میٹھے پلاؤ کا لقمہ ثلاثہ کے گلے میں ٹھونس دیا عجب نہیں کہ دل جلے مسلمان اُس وقت کچھ اور کہہ پڑیں نہ معلوم اُس ہنگامہ شورافزا میں سب اوور سیر صاحب کیونکر اپنی جان بچائیں گے۔ اے اہل سنت یاد رکھو جتنا جتنا تم ثلاثہ کی بجا طرفداری کر کے قلم گھساؤ گو اُسی قدر بلا میں پڑو گے دنیا میں کوئی ہے جو ہمارے قلم کے سامنے قلم اُٹھا کر سب اوور سیر صاحب کو دام بلا سے چھڑا سکے۔

فقرہ بست و ششم

(ارتضیٰ لہم)

جب اوور سیر صاحب نے حسب صراحت بالا اس جملہ کا یہ ترجمہ دیا (اور اُنکے لئے اُس دین کو جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے چھانٹ رکھا ہے اور پسند کر رکھا ہے خوب جما دے گا) شان ترجمہ سے واضح ہوا کہ جو دین مستخلفین کے لئے خدا نے انتخاب کیا تھا وہ اُن کے وقت میں خوب جما دیا گیا حسب اعتقاد سب اوور سیر صاحب وہ دین پہلے محکم نہ تھا اُن کے وقت میں وہ مضبوطی پذیر ہوا بہر حال وہ دین اسلام تھا جو کہ ثلاثہ کے زمانہ حکومت میں تہ زمین پر پہنچکر ایسا چمٹ گیا کہ جیسے ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سیمنٹ ہونے کی مدد سے پکڑ لیتی ہے معلوم ہوا کہ قبل ازیں یعنی بعہد ختمی مرتبت اسلام مثل شاخہائے بید لرزاں تھا اور ثلاثہ کے وقت مثل سرو سہی قد سپید صاف کھڑا ہو گیا افسوس ہے کہ بجوش محبت ثلاثہ اہل سنت ایسی باتیں تراشتے ہیں کہ جس سے وقعت نبوت کالعدم ہو جائے۔ جاننا چاہیئے کہ ارتضیٰ لہم سے مراد خداوندی یہ ہے کہ اللہ راضی ہوا دین اسلام سے کہ یہ امت اُسے اختیار کرے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اُن لوگوں سے خدا رضا مند ہوا وہ جو فعل چاہیں کریں خدا کے نزدیک سب پسندیدہ ہے دیکھو خدا فرماتا ہے (وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ) یعنی جو شخص سوائے اسلام کے کسی اور دین کی خواہش کرے وہ ہرگز مقبول نہوگا۔ پھر ارشاد ہوا ہے (رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) یعنی میں رضا مند ہوا تمہارے واسطے دین اسلام سے۔ اِس موقع پر

اُن تفضیے سے مراد نفسِ اسلام ہے جو کہ مستقل و مضبوط طریقہ سے آنحضرت اور اُن کے تابعین کے لئے پسند کیا گیا تھا نہ یہ کہ صرف عہدِ ثلاثہ میں اُس کو خوب جمایا گیا تھا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ جس دین کو خلفائے ثلاثہ اپنی بغل میں لئے ہوئے تھے وہ کس مرتبہ کا تھا اور اُس وقت کے ذی عزت مسلمان اُس کو کس با اقتدار نگاہ سے دیکھتے تھے اور کس حد تک واجب الاتباع جانتے تھے۔ خلافتِ اول پر جو جھگڑا ہوا محتاجِ بیان نہیں سقیفۂ بنی ساعدہ میں مابینِ مہاجر و انصار جو درشتی و سخت کلامی ہوئی کسی پر لوگوں پر مخفی نہیں سعدِ عبادہ سردارِ انصار جن کی تعریف کلام پاک میں موجود ہے اسی خلافت کے قصہ میں پامال ولگد کوب ہوئے اور بالآخر با بیعتِ صدیق رہگرائے ملکِ بقا ہو گئے۔ حضرت امیرؑ و ابو بکر صاحب سے بوقت بیعت طلبی جو گفتگو ہوئی روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ کے دیکھنے والوں پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے آپ نے ابو عبیدۂ جراح سے صاف لفظوں میں لکھد کہ معدنِ نبوت و مہبط وحی ہم ہیں۔ رموزِ اسلام کا ہم سے بہتر جاننے والا کوئی نہیں ہو سکتا تم لوگ یہ کوشش نہ کرو کہ حکومتِ اسلام ہمارے گھر سے نکل کر دوسرے خاندانوں میں چلی جائے اُس موقع پر آپ نے وہ مدلل تقریر کی کہ بالآخر خلیفۂ اول کو لاجواب ہو کر یہی کہنا پڑا کہ اے ابو الحسن آپ کی باتوں کا جواب میرے پاس سوائے سکوت کچھ نہیں۔ شیخ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں عجزِ ابو بکر کو ان لفظوں سے ادا کیا ہے (ابو بکر چوں دید کہ کلماتِ علیؑ جملہ محکم و استوار و مقابلِ صد ہزار است الخ) حاصلِ کلام دلائلِ مرتضوی سے عاجز ہو کر ابو بکر صاحب نے فرمایا۔ اے علی میں آپ سے یہ امید رکھتا ہوں کہ جس طرح لوگوں نے اتفاق کر کے مجھ کو حکومت کے لئے تجویز کیا ہے آپ بھی عزت افزائی فرمائے اور گر آپ کی رائے اِس وقت نہیں ہے تو مجھ کو بھی زیادہ اصرار نہیں۔ علیؑ اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ چندروز بعد خلیفہ صاحب کی خفیہ پولس نے رپورٹ دی کہ علیؑ حضور کی خلافت سے بخدے ناراض و دل تنگ ہیں کہ اپنے گھر میں لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کرتے ہیں کہ خدامِ دولت کو تختِ حکومت سے اُتار دیں خلیفہ صاحب نے اپنے ایڈی کانگ

(شبیرِ خاص یا نفسِ ناطقہ) حضرت عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اُن کو بیعت کے لئے حاضر کرو اگر نہ آئیں گھر پھونک دو - چنانچہ حضرت عمر گئے اور بہ سخت کلامی و ردوبدل آگ اور لکڑیاں نبی کا گھر جلانے کے لئے طلب فرمائیں - کتب اہلِ سنت سے جن میں ایک ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ بھی داخل ہے صاحب تشئید المطاعن نے اِس واقعۂ آتشبازی کو ثابت کیا ہے -
شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں تحریر فرمایا ہے کہ آگ نہیں لگائی مگر سیدہ کو دھمکایا خوف دلایا تھا کہ تم مفسدوں کو اپنے گھر سے نکالدو ورنہ میں آگ دلوا دونگا - اگر فاطمہ کا گھر جلوا بھی دیتے تو بھی وہ عند اللہ ماجور و مثاب ہوتے نہ کہ معتوب و مغضوب بلکہ سنت نبوی پر عمل کرتے - کیونکہ آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ جو لوگ شریکِ نمازِ جماعت نہوں اُن کا جھونپڑا پھونک دیا جائے - ابو بکر اجماعِ امت سے خلیفہ ہو چکے تھے اُن کی خلافت سے انکار کرنیوالوں کا اگر گھر جلا دیا جاتا تو وہ عینِ مستحب تھا - ایک خلافت پر جوار تضئی ام کا شامیانہ پرتو فگن تھا اُس کی شان دیکھی گئی اب دوسری حکومت سے جو مسلمانوں نے پیوستگی کی تھی اُس کو ملاحظہ فرمائیے چند کتب اہلِ سنت کے حوالہ سے دکھلایا جاتا ہے کہ حضرت عمر کی خلافت پر اکابر صحابہ نے ابتداء میں سخت مخالفت ظاہر کی تھی اور کسی طرح اُن کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے - بیاضِ ابراہیمی و صواعقِ محرقہ و تاریخِ واقدی و صحیحِ ترمذی و مستدرک و کنز العمال و ازالۃ الخفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب مرتے وقت حضرت ابو بکر نے عمر صاحب کے نام پروانِ قائمقامی تحریر فرمایا تو ذی عزت صحابی بگڑ گئے جن میں حضرات طلحہ و زبیر بھی داخل تھے اور اعتراض کیا کہ آپ ہم پر ایسے شخص کو مسلط کرتے ہیں جو کہ نہایت تند خو و بد مزاج ہے اور جس کی درشتیٔ طبیعت سے لوگ کارہ و دل تنگ ہو کر اُس سے بھاگنا چاہتے ہیں اور طبائع اُس کی جانب سے منقبض ہیں - ایک اُردو کتاب کی جو کہ زمانۂ حال میں تصنیف ہوئی ہے احتیاطاً عبارت بھی نقل کئے دیتا ہوں - مولوی عبد الصمد صاحب مدرس کو رجہ ساکن گھنٹا ولی ضلع بلند شہر نے ایک کتاب مسمی بہ مباحثۂ احمدیہ لکھکر مطبع برن پرکاش بلند شہر میں چھپوائی ہے اُس کے صفحہ ۸۰ پر یہ عبارت لکھی ہے - (عمر کے خلیفہ مقرر کرنے پر لوگوں نے کراہت کی اور ابو بکر سے کہا کہ کیا جواب دوگے

علاوہ اس بات کا کہ ہم جو سعد کیا تمنے مرد حق کو) سب اور پیر صاحب غور فرمائیں کہ اگر شیخین کا دین پسندیدہ تھا اور اُن کی رفتار علین مطابق حکم رسول تھی اور امور دینی حسب منشائے خدا وندی کرتے تھے اور بالکل اسلام کی سید ھی راہ پر چل رہے تھے اور بوجہ خلافت یہ انتظام خدمات اسلامی و تحمل و مشقت و ترک وطن و ابتلائے مصائب اُن کو سجا نب قدرت ملی تھی تو حضرت امیر نے خلیفۂ اوّل کی بیعت سے اُس وقت تک کیوں انکار کیا جب تک کہ اپنے دروازہ پر آتش افروختہ نہ دیکھ لی اور عمر صاحب کی خلافت سے علانیہ عدول سے کیوں انحراف کیا مجلس شوریٰ میں جو کہ بعد قتل خلیفۂ دوم مرتب ہوئی تھی حسب روایات اہلِ سنت حضرت امیر نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے کس لئے انکار کیا۔ تاریخ الخلفاء و صواعق محرقہ و مسند احمد بن حنبل میں واقعۂ شوریٰ کو ان لفظوں میں لکھا ہے (عَنِ ابْنِ وَائِلٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ كَيْفَ بَايَعْتُمْ عُثْمَانَ وَتَرَكْتُمْ عَلِيًّا قَالَ إِنِّي قَدْ بَدَأْتُ بِعَلِيٍّ فَقُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَسِيْرَةِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ ثُمَّ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلٰى عُثْمَانَ فَقَالَ نَعَمْ) ابن وائل کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہا کہ تم نے علیؑ کو چھوڑ کر عثمان سے کیونکر بیعت کی اُس نے جواب دیا کہ میرا اس میں کچھ قصور نہیں میں نے اوّل علیؑ سے کہا تھا کہ سنت رسولؐ و سیرت شیخین پر اگر عمل کریں تو میں آپ سے بیعت کرتا ہوں علیؑ نے جواب دیا کہ میں سیرت شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ نہیں کرتا عثمان سے جب یہی سوال کیا گیا تو اُس نے اتباع شیخین کرنے کا اقرار کیا اس واسطے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی گئی تعجب ہے کہ حضرت علیؑ و دیگر معززین صحابہ جو کہ رموز دان قرآن شریف تھے اور آیات مصحف کی تفسیر آنحضرتؐ سے سن چکے تھے وہ اب بھی نہ سمجھے کہ ان کا دین ارتضی لہم کے زیور سے آراستہ ہے ہم کو ان کی مخالفت ہرگز زیبا نہیں یہ نعمت اُن کو دین حق کے اجراء میں محنت اُٹھانے کا صلہ ملی ہے اور اعمال صالحہ کا خدا نے اُن کو بدلہ دیا ہے ایک ہو تو اس کی شکایت کی جائے سارا عرب بہک گیا مصریوں نے جمع ہو کر خلیفۂ ثالث کو بے جرم و خطا مار ڈالا کسی کے ذہن نے امداد نہ کی کہ ہم خلیفۂ موعود کے قتل میں کوشش کرتے ہیں

معلوم ہوا کہ سوائے سب اُور سیر صاحب اور اُن کے مرشدوں کے ایک بھی آیت کا اصل مطلب نہ سمجھا سب نافہمی کے تاریک گڑھے میں جا پڑے۔ بلکہ اگر بہ نظرِ تعمق دیکھا جائے تو حضرات شیخین کی بھی سمجھ میں یہ بات نہ آئی تھی کہ ہم سند یافتہ خلیفہ ہیں۔ حضرت عمر نے ایک روز بہ زمانۂ حکومت خود سرِ منبر فرمایا کہ (اَلَا اِنَّ بَیْعَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَتْ فَلْتَۃً وَقَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ شَرَّھَا فَمَنْ عَادَ اِلٰی مِثْلِھَا فَاقْتُلُوْہُ) مختصر مطلب یہ ہوا کہ بیعتِ ابوبکر بے غور و تامل ناگہانی طریقہ سے واقع ہو گئی تھی خدا نے اُس کے بُرے نتائج سے خلقت کو بچایا جو کہ بے فکر و غور کام کرنے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ آیندہ اگر کسی نے مثلِ ابوبکر حصولِ خلافت میں مبادرت کی تو اُس کا قتل کرنا ضروری ہے۔ با انصاف سُنی جو کہ حضرت عمر کو سچا جانتے ہیں بجائے خود سوچیں کہ اگر خلافتِ بکریہ حسب وعدۂ خداوندی واقع ہوئی تھی تو شیخ ثانی نے اُسکو مادۂ شرارت کیوں قرار دیا اور مثلِ ابوبکر ادعائے خلافت کرنے والوں کو واجب القتل کس لئے قرار دیا۔ تعجب ہے کہ خدا مثلِ خلفاءِ سابقین حضرت ابوبکر کو ایوانِ عزت کی سیر کرائے اور عمر صاحب فرمائیں کہ نہیں وہ بلا دربانوں کی اجازت کے خود بخود چلے گئے تھے۔ اگر آیندہ کوئی شخص اس طرح درانہ گھس آئے تو اُس کو باہر کر کے جنگی حوالات میں ٹھوک دیا جائے۔ مبادا کسی سُنی کو خیال پیدا ہو کہ حضرت عمر جناب ابوبکر کی خلافت کے بنیادی پتھر کو ایسا کمزور نہ بتلائے یہ شیعہ کا تراشیدہ مضمون ہے اُن کو چاہیے کہ تحفہ کے باب دہم میں مطاعنِ ابوبکر کو ملاحظہ فرمالیں انشاءاللہ معلوم ہو جائیگا کہ شاہ صاحب نے بھی قولِ عمر کی تصدیق فرمائی ہے۔

اِس سے بڑھکر سنیے خود حضرت ابوبکر نے فرمایا ہے (اَقِیْلُوْنِیْ اَقِیْلُوْنِیْ لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ) حاضرین دارالخلافہ سے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو چھوڑ دو علیؑ کی موجودگی میں میری کوئی ضرورت نہیں چونکہ حضرتِ اول کا خلافت سے استعفاء دینا بالکل مبطل و بیخ کنِ خلافت تھا لہٰذا شاہ صاحب نے باب دہم میں قطعی انکار کر دیا کہ یہ جملہ ہماری کتب میں موجود نہیں ہمارے عالم نے تشیید المطاعن میں جو کہ تحفہ کے باب دہم کا جواب ہے فصل ابی عبیدہ و تر بہان کی ابطال الباطل اور امام غزالی کی سرالعالمین و سبط ابن جوزی کی

خواص الامہ سے ثابت کر دیا ہے کہ بے شبہ حضرت ابوبکر نے استعفا کی عبارت
یہی لکھی تھی کہ جب علیؑ موجود ہیں تو پھر میری کیا ضرورت ہے اگر بقولِ اہلِ سنت خلافتِ بکر بر
حسبِ وعدۂ خداوندی تھی اور صحابہ نے جائز طور پر اجماع کیا تھا تو وہ کبھی منصبِ خداداد
سے مستعفی نہ ہوتے شاہ عبدالعزیز صاحب بھی عجب راست بیان تھے جس جگہہ دیکھتے تھے
کہ مذہب کو اس بات سے ضرر پہنچے گا صاف انکار کر جاتے تھے۔ اقالۂ بیعت کے واقعہ
کو ایسے جلیل القدر فضلا جن کے نام عرض کئے گئے تسلیم فرمائیں مگر شاہ صاحب بجز انکار
دبی زبان سے بھی اقرار نہ فرمائیں حقیقتِ واقعی یہ ہے کہ عزیز دہلوی نے سنیوں کو اس طرح
ہاتھ پیر باندھکر مغالطے کے بھنور میں دھکا دیا ہے کہ بیچارے غوطے پر غوطے کھا رہے ہیں مگر کنارے
نہیں لگتے اگر کوئی سنی دار وگیرِ روزِ عقبیٰ سے خوف کھا کر شاہ صاحب کے پنجوں سے
نکلنا چاہے تو صرف تشئید المطاعن کو از اول تا آخر چشمِ انصاف سے دیکھ جائے۔ پھر اگر خانۂ
سنیت پھونک کر شیعہ نگری میں نہ چلا آئے تو میرا ذمہ۔ قصہ مختصر یہ کہ اقالۂ بیعت کا ایسا سچا
واقعہ ہے کہ دہلی کے ایک مسلم الثبوت عالم نے بھی اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے اور وہ بزرگ
عالم شاہ صاحب سے مقدم ہیں اُن کا نام نامی شاہ عبدالحق ہے سرخیلِ محدثین زمینِ ہند پر
سمجھے گئے ہیں مدارج النبوۃ وغیرہ اُنہی کی تالیف سے ہے مقدم الوصف نے ایک رسالہ
تحریر فرمایا ہے جس کا ایک نام اعتقادیہ اور دوسرا تکمیل الایمان ہے اُس کے صفحہ (۱۱۴)
سے لغایت (۱۱۶) اس بات کو بہت شرح کے ساتھ دکھلایا گیا ہے کہ خلیفۂ ابوبکر کی خلافت
کے لئے خدا و رسولؐ کا کوئی حکم نہ تھا دلیل یہ لائے ہیں کہ اگر وہ کسی حکم سے مسندِ امامت
پر بیٹھتے (تو تنزل ازآں مقام و تخییرِ علی را چہ معنی دارد) یعنے نہ منبر سے نیچے آتے اور نہ علیؑ کے
اختیار کرنے کی مومنین کو ہدایت فرماتے چونکہ اُن سے یہ افعال رد ہوئے ظہور لائے نظر بر آں
سمجھا گیا کہ وہ غیر سند یافتہ خلیفہ تھے۔ عموماً اہلِ سنت اس عقیدہ کے دیکھے جاتے
ہیں جو کہ امامت کے لئے حکم خدا و رسولؐ کو غیر ضروری بلکہ باعثِ مفاسد سمجھ کر اس بات کے
قائل ہوئے ہیں کہ چند لوگوں کے اجماع سے خلیفہ ہو جاتا ہے۔ اُن کا اعتقاد توڑنے کے
لئے عرض کرتا ہوں کہ بعض خدا شناس و اہلِ معرفت نے یہ سمجھکر کہ عہدۂ امامت کا عطا کرنا

بہ اختیارِ خدا ہے سلطنت کو چھوڑ دیا اور اپنے آباؤ اجداد پر نفرین کی کہ بلا استحقاق محض چار آدمیوں کی گٹھوتی کر لینے سے خلیفہ کہلائے گئے وہ تارکِ سلطنت یزید کا بیٹا معاویہ ہے شیخ ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ کا ایک عالم اہلِ سنت نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے اُس کے صفحہ (۱۳۸۱) پر لکھا ہے کہ معاویہ ابنِ یزید نے سلطنت کو چھوڑا اور وجہ ترک یہ بیان کی کہ (امر خلافت عہدیست از جانب خدا و رسولؐ او بہ اختیار احدی نیست بلکہ خدائے تعالےٰ ہر کہ را لایق امر خلافت کردہ است پس او خلیفہ می شود نہ آنہا است کہ اختیار مردمان باشد و ہر کس کہ می خواہند خلیفہ نمایند و او را امام دین خوانند امامت و نبوت بید قدرتِ اوست ہر کہ را خواہد قابلیت این امر بدو داد چنانکہ جد مرا داؤد خواست کہ بعد او فرزندش پیغمبر شود خدائے تعالیٰ فرمود کہ اے داؤد نبوت و امامت اختیار من است بہ دستیکہ جد من معاویہ نزاع کرد درین امر باکسیکہ از خدا و رسولؐ دین و دنیا را احق و اولیٰ بود از روے علیؑ ابن ابیطالبؑ وقتیکہ او وفات یافت در قبر رہین ذنوب گشت الخ) حضرات اہلِ سنت ارشاد فرمائیں کہ اس جلیل القدر بادشاہ نے جو سلطنتِ عظیم سے یہ سمجھ کر استعفا دیدیا کہ امامت بدستِ خدا و رسولؐ ہے نہ کہ چار آدمیوں کے اختیار میں۔ ایسا فعل اُس سے کیوں سرزد ہوا آیا اُسکو خبط ہو کر عقل زائل ہو گئی تھی یا آنکہ منجانب قدرت اُس کو یہ ہدایت ہوئی تھی وہ بیگھہ زمین کوئی اپنے قبضہ سے علیحدہ نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ملکِ وسیع کی بادشاہت معاویہ ابنِ یزید نے صرف حکومت ہی کو نہیں چھوڑا بلکہ حضرت امیرؑ کو منجانبِ خدا و رسولؐ واحق بہ حکومتِ اسلام بتلایا اور اپنے دادا معاویہ ابنِ ابی سفیان کو ناحق جھگڑا کرنیوالا اور بالآخر جہنم نشین ظاہر کیا شاہ صاحب نے حسبِ تصریح صدر تحریر فرمایا ہے کہ اگر خدا کسی کو مقرر کرے تو اُس سے مفسدہ لازم آجائے اور ابنِ یزید کہتا ہے کہ امامت خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ دیدہ باید اِن دو مختلف القول میں اہلِ سنت کس کو سچا بتلائیں گے۔ واضح رائے اربابِ خرد ہو کہ ہر شخص اپنے حقدار وغیر ذی حق ہونے کا بجائے خود یقین رکھا کرتا ہے شیخین کے بعض واقعات کچھ ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی بہ یقین نہ تھے کہ ہماری خلافت از جانبِ قدرت ہے بلکہ اُن کو اپنے

خلیفۂ جائز ہونے اور نہ ہونے میں اس درجہ متذبذب تھا کہ قطعی فیصلہ نہ کر سکتے تھے کہ ہم کیا
چیز ہیں۔ بلکہ اُن کا ذہن رسا یہی قوت دیتا تھا کہ اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھیں۔ چنانچہ
تاریخ الخلفاء مطبوعہ مطبعِ محمدی واقع لاہور کے صفحہ (۹۵) پر جو عربی عبارت ہے اُس کا
اُردو ترجمہ یہ ہے (ابن سعد نے زادان سے بسلسلۂ سلمانؓ نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت
عمر نے سلمانؓ سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ بجواب سلمانؓ نے کہا اگر آپ نے
مسلمانوں سے ایک درہم بطورِ ناجائز حاصل کر کے غیر مشروع ضرورتوں میں صرف کیا
ہے تو آپ بادشاہ ہیں اور اگر ہر معاملہ میں احکامِ خداوندی پر عامل ہو کر مسلمانوں سے
اخذِ اموال کیا ہے تو حضور خلیفۂ رسولؐ ہیں۔ یہ امتیازی بات سنکر حضرت عمر رونے
لگے۔ سبادور سیر صاحب توجہ فرمائیں کہ جو شخص خدا کی طرف سے خلیفہ ہو اُس کو لوگوں
سے اس بات کی جانچ کرانے کی کیا ضرورت تھی کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ سلمانؓ
نے جو سلطنت و خلافت کی معیار بتلائی تھی اُس کو سنکر حضرت عمر کا رونا صاف
دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو ایسا ہی بادشاہ جانتے تھے جیسا کہ سلاطینِ دنیا
اندھا دھند لوگوں کا مال مار کر اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ اس مضمون سے یہ بھی پایا گیا
کہ صحابہ جلیل الشان بجائے خود متیقن نہ تھے کہ خلافتِ بکریہ و عمریہ بروئے وعدۂ ایزدی
واقع ہوئی ہے۔ ورنہ جس وقت ہچکیاں لے لیکر حضرت عمر رو رہے تھے جناب سلمانؓ
اُن کے آنسو رومال سے پونچھ کر کہتے کہ حضور قلبِ نازک کو کیوں صدمہ دیتے ہیں آپ
نے ایک پائی بھی کسی مسلمان کی ناروا طریقہ سے نہیں لی خدا م دولت فی الواقع خلیفہ ہیں
قرآن کی ایک بڑی آیۂ استخلاف اُس کی تائید کے لئے موجود ہے مقامِ تامل ہے
درحالیکہ حضرت عمر اپنے جائز خلیفہ ہونے میں متردد تھے نیز دیگر صحابہ بھی اُن کی خلافت
پر یقین نہ رکھتے تھے۔ تو اہلِ سنت پر وہ کونسی غیر معمولی وحی نازل ہوئی جس سے مقصودِ آیۂ
استخلاف شیخین کو جانتے ہیں۔ مدعی چو سست شد چہ جست برہان نادرست اہلسنت
نے خواہ مخواہ اُن کو آسمانِ عزت کا آفتاب بنا رکھا ہے وہ بیچارے تو اپنے آپ کو
مومن بھی نہ جانتے تھے۔ کتبِ اہلِ سنت میں وارد ہوا ہے کہ جنابِ حذیفہ سے جنکو

حسب تسلیم صاحب تحفہ علم المنافقین تھا حضرت عمر بہ اصرار دریافت فرمایا کرتے تھے
کہ آنحضرت صلعم نے بذیلِ منافقین میرا نام تو آپ کی یادداشت میں نہیں لکھایا۔ حذیفہ نے
جواب دیا کہ میں امینِ اسرار ہوں۔ کشفِ راز نہیں کر سکتا (اَنْتَ اَعْلَمُ بِنَفْسِكَ) حضور
اپنی کردار سے خوب واقف ہیں۔ آئینہ خیال سے دیکھ لیجئے اگر لیلۃ العقبہ میں آپ شریکِ
جماعتِ منافقین تھے تو سندی منافق ہیں بصورتِ دیگر آپ کے کھرے مسلمان ہونے
میں شک کرنا خود نامسلمان بننا ہے۔ عمر صاحب کا استفسار اور حذیفہ کا استتار نہایت
شک دلانے والا ہے۔ تہذیبِ اسلام یہی ہے کہ مؤمنین باہم گر مظنون بہ ظنِ واہیہ نہوں
چنانچہ کہا گیا ہے (ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا) یعنی مومنین کی طرف گمان نیک کرنا چاہیے۔
اگر درحقیقت عمر صاحب شریکِ جماعتِ مفسدین ہو کر درپئے آزار و ہلاکتِ نبوی نہ ہوگئے
تھے ورحسبِ عقیدۂ اہلِ سنّت نبیؐ کے سچے جاں نثار و یارِ وفادار تھے تو اُن کو یہ بدگمانی
نبی کی طرف کیوں ہوئی۔ کیا معاذ اللہ آنحضرت صلعم ایسے تھے کہ عمر جیسے ایماندار کا نام حذیفہ کی
فہرست میں تحت منافقین لکھوا دیں۔ عمر صاحب کی یہ بدخیالی صاف بتلا رہی ہے کہ وہ
رتبۂ رسالت سے واقف نہ تھے اور نہ اُن کو یہ معلوم تھا کہ مومنین کو باہم کیسے صاف
خیالات رکھنے چاہئیں۔ حذیفہ کا خشک جواب اور بھی دریائے تحیّر میں غوطے دے رہا
ہے۔ اگر فی الواقع اُن کی فہرست میں خلیفہ صاحب کا نام درج نہ تھا تو صاف کہدیتے
کہ جناب کیوں گھبراتے ہیں آپ نبیؐ کے سسرے اُن کے مصاحبِ خاص ہیں چند
موقع پر نبی صلعم کی رائے رد ہوئی اور حسبِ صوابدید و منشائے حضور نزولِ وحی ہوا۔
آپ کے غلام بھی منافق نہیں ہو سکتے وہ اور ہی لوگ ہیں جو کہ مبتلائے مرضِ نفاق
ہیں اتنا کہدینے میں حذیفہ پر کوئی الزام خلافِ رازداری عائد نہ ہو سکتا تھا جرمِ افشائے
جبھی قایم ہوتا جبکہ کسی ایسے شخص کو اطلاع دیتے جس کا نام فی الواقع اُن کی فہرست میں
درج ہوتا۔ حذیفہ کے گول جواب دینے سے معلوم ہوا کہ اُن کی پاکٹ بک میں
بالضرور بذیلِ منافقین اِن کا نام درج تھا حضرت عمر کا وہم کچھ ایسا بڑھ گیا تھا کہ ذرا
ذرا باتوں سے اُن کی طبیعت میں کھٹک پیدا ہو جاتی تھی۔ ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں

پر صفحہ (۴۰۴) شقیق و ابو وائل و مسروق کی چند روایتیں لکھی ہیں جن کو راویانِ موصوف
نے حضرت امّ سلمٰیؓ زوجۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کیا ہے خلاصہ اُن
روایات کا یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میرے بعض اصحاب ایسے ہوں گے
کہ جن کو میں نہ قیامت میں دیکھ سکوں گا اور نہ وہ مجھکو دیکھیں گے۔ حضرت عمر نے امّ سلمٰیؓ
سے پوچھا کہ آپ قسم کھا کر فرمائیں کہ کیا میں بھی اُنہی لوگوں میں سے ہوں جو کہ حضرتؐ کو
نہ دیکھ سکیں گے۔ معظمہ نے جواب دیا کہ میں نہ آپ کو اُن لوگوں سے خارج کر سکتی ہوں
نہ اُن میں داخل بتلاتی ہوں۔ تعجب ہے کہ امّ سلمٰیؓ نے بھی حضرتِ دوم کو اطمینان نہ دلایا
افسوس ہے کہ خلیفۂ دوم عجب تشویش و تذبذب میں نہضت فرمائے ملکِ بقا ہوئے
قبر میں بھی اُن کو یہی بے چینی ہو گی کہ دیدہ باید بر درِ بازپرس کیا ہو گا۔ تعجب ہے جو
شخص اپنے مومن و منافق و خلیفہ و بادشاہ ہونے میں مذبذب تھا اُس کو اہلسنت
زبردستی آسمانی خلیفہ بنائے دیتے ہیں۔ اگر بہ پاسِ خاطرِ اہلِ سنت ہم تسلیم بھی کر لیں
کہ حسبِ وعدۂ استخلاف ثلاثہ خلیفۃ اللہ تھے تب بھی اُن کو کوئی فائدہ اُس خلافت
سے پہنچتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری کی جلد دوم جو کہ مطبعِ میمنیہ مصر
میں چھپی ہے اُس کے صفحہ (۱۸۳) پر باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان و مقتل
عمر میں حضرت عمر کا یہ قول مندرج ہے۔ (وَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِکَ کَفَافٌ لَا عَلَیَّ وَلَا لِیَ)
خلاصہ مطلب یہ ہوا حضرت عمر فرماتے ہیں میں اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ بعد از
وفات یہ خلافت مجھکو نفع پہنچائے نہ نقصان سوائے ازیں کتاب حجج الکرامہ
فی آثار القیامہ مطبوعہ مطبع شاہ جہانی واقع بھوپال کے صفحہ (۱۹۶) پر بھی مضمونِ بالا
درج ہے۔ حقیر کہتا ہے کہ خلیفہ صاحب اپنے اعمال و کردار کی جزا یا سزا سے
ہرگز نہ بچیں گے بھلا یہ کب ممکن ہے کہ جو شخص بہ نیابتِ نبیؐ مہماتِ خلایق کو انجام
دے۔ دیت و وراثت کے مقدمات کا فیصل کرے۔ شریعت کے قوانین بنائے
مسجد میں بیٹھکر فصل قضایا کرے سزائے تازیانہ۔ قید و جلاوطنی و پھانسی کے فارم
پر مہر لگائے تمام حقوقِ بندگانِ خدا کا ذمہ دار ہوا۔ پھر بازداشتِ اعمال سے محفوظ ہے

عقلائے اہل سنت کو اس جگہ عقل سلیم سے کام لینا چاہئے۔ ہرگاہ یہ خلافت الٰہی
جلیل المرتبہ تھی کہ عملِ صالح کے معاوضہ میں عطا کی گئی تھی تو حضرت عمر نے یہ خواہش
کیوں کی تھی کہ یہ خلافت اُن کے لئے عقبےٰ میں غیر مؤثر و بےنتیجہ رہے تفضلات ایزدی
کی یہی توقیر کی جاتی ہے جو کہ حضرت عمر نے فرمائی اگر سب او وزیر صاحب اپنی کتب
پر بہ امعان نظر فرمائیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ جناب عمر تو اپنی ذات کے لئے
لفظ خلافت کو بھی ناپسند فرماتے تھے تاریخ الخلفاء مطبوعہ میمنیہ مصر کے صفحہ ۴۵
و ۴۹ پر لکھا ہے (ابن عساکر معاویہ بن قرہ سے ناقل ہے کہ ابوبکر اپنے زمانہ میں خلیفہ
رسول لکھے جاتے تھے جب عمر کا وقت آیا تو لوگوں نے اُن کو خلیفہ خلیفہ رسول لکھنا چاہا
عمر نے کہا کہ یہ عبارت طویل ہو جائے گی اُس وقت لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے
حضور کو اپنا امیر بنایا ہے پس آپ ہمارے امیر ہیں۔ عمر نے کہا کہ اس میں کچھ مضائقہ
نہیں تم سب مومن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ لہٰذا مجھکو امیر المومنین کہا کرو)
یہ واقعہ بالکل بتلا رہا ہے کہ وہ اپنی خلافت کو من عند اللہ والرسولؐ نہ جانتے تھے۔
ورنہ صحابہ سے کہتے کہ بھائیو ابوبکر صاحب سے غلطی ہوئی جو اُنہوں نے اپنے آپ کو
خلیفہ رسولؐ لکھایا وہ تو بروئے آیۂ استخلاف خلیفۃ اللہ تھے۔ لہٰذا میں ایسے
شخص کا خلیفہ ہونا نہیں چاہتا جس نے اس درجہ پستی مرتبت و انحطاط منزلت
کو گوارا کیا کہ خدا کو چھوڑ کر نبیؐ کی نیابت اختیار کی مجھکو آج سے خلیفۃ اللہ کہا کرو
حقیقت واقعی یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے بااقبال تھے کہ گھر بیٹھے بلا زحمت عہدے پا جاتے
تھے کوئی صدیق بنا۔ کوئی فاروق بنا۔ کوئی خلیفہ رسولؐ پکارا گیا۔ کوئی بہ تجویز خود
امیر المومنین بن بیٹھا۔ جو لقب پسندِ خاطر ہوا اُس کو اختیار کر لیا۔ سُنی صاحب
زبردستی چاہتے ہیں کہ شیعہ ایسے یاد رہو اخلفاء کو منصوب کردۂ خداوندی سمجھیں
سو یہ بجبر ہم تو یہی کہے جائیں گے کہ یہ لوگ چابھلے مانسوں کے سقر کیے ہوئے مہتر تھے۔ ہم
سچ کہتے ہیں شیخ صاحبان نے کبھی مسلمانوں سے یہ استدعا و نہ کی تھی کہ ہم بروئے
آیۂ استخلاف مسندِ خلافت کو دبائے ہوئے ہیں وہ بزرگوار تو ایسے صاف گو تھے

کہ غایت دینداری سے ہمیشہ برسرِ عام اپنی اندرونی اور کچی حالت کا اظہار کرتے رہتے
تھے چنانچہ ابنِ حجرِ مکی نے صواعقِ محرقہ کی فصل پہلی باب اول میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے فرمایا
ایہاالناس آگاہ ہو کہ مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے جو کہ راہِ صواب سے ہٹا کر مجھکو خراب
راستے پر ڈالدیتا ہے اگر تم لوگ مجھکو راستی پر دیکھو تو میرا اتباع کرو اور کجی پر
میری رائے دیکھو تو سیدھی راہ پر لاؤ۔ تحفہ کے صفحہ (۴۲۸) پر ابوبکر کے طعن ہشتم کے
جواب میں شاہ صاحب نے بھی مضمونِ بالا کو نقل فرمایا ہے۔ اگر بقولِ اہلِ سنت خلفاء
کے جمیع اعمال صالح تھے اور دین اُن کا پسندیدہ تھا تو کبھی خلیفہ صاحب ایسا کلمہ زبان
سے نہ نکالتے۔ امرِ صحیح یہ ہے کہ ان لوگوں کی حکومت بلا حکمِ نبوی محض دھینگا مشتی
سے بہ تقویت چند مخالفینِ اہلِ بیتؑ وقوع پذیر ہوئی تھی اس کی خبر بہ تفصیل تمامتر
پہلے آنحضرتؐ دے گئے تھے جنابِ باری نے اُن کو خواب میں آگاہ کردیا تھا
کہ بعد آپ کے اِس منبر پر لوگ بندروں کی طرح اُچھل کود کرکے خلایق کو راہِ صحیح سے
ہٹا کر بادیۂ غوایت وضلالت کی سیر کرائیں گے اہلِ سنت اُس حدیث کو تسلیم فرما کر
کہتے ہیں کہ جو لوگ مثل میمون حرکاتِ نامیموں کریں گے وہ قوم بنی امیہ ہے شیخین وغیرہ
اس سے مراد نہیں ہوسکتے حقیر عرض کرتا ہے کہ ہمارا اس میں بھی کوئی حرج نہیں حضرت
عثمان و امیر معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک وغیرہم جو کہ خلفائے دوازدہ گانہ
میں عند السنیہ معدود ہیں یہ کل بنی امیہ ہیں۔ اگر اہلِ سنت مناسب سمجھیں تو ان سب
اولادِ امیہ کے سر پر کسی بندر والے سے ایک ٹوپی لیکر رکھدیں۔ ہمارے نزدیک
حضراتِ شیخین اور اُن کے دمساز معہ تمام بنی امیہ حدیثِ نبوی کے تحت میں داخل
ہیں بخاری و مسلم میں جو چند احادیث متعلق بہ حوض وارد ہوئی ہیں وہ تمام بندروں کی
دم کا پتہ دینے والی ہیں اُن سب کا صاف و صحیح یہ مطلب ہے کہ آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ میں حوضِ کوثر پر کھڑا ہوں گا فرشتگانِ عذاب میرے اُن اصحاب کو جن کا
میں شناسا ہوں گا پکڑ کر لائیں گے میں کہوں گا کہ اے فرشتو تم انہیں پکڑے
لئے جاتے ہو یہ تو وہ لوگ ہیں جو کہ آٹھوں پہر میرے گرد و پیش رہتے تھے۔

میں اِن کو خوب پہچانتا ہوں - بجواب فرشتے عرض کریں گے کہ حضور آپ کے
بعد اِن لوگوں نے ڈُند مچا کر زمین کی دھول آسمان پر پہنچا دی تھی - احداثِ بدعات
سے شریعت کو کایا پلٹ کر دیا حضرتؐ فرمائیں گے کہ اچھا ان بد شعاروں کو اوندھے منہ
جہنم میں ڈالدو میں اِن سے بیزار ہوں - حضرتؐ کے ارشاد سے بخوبی تمام واضح
ہو گیا کہ منبرِ نبوی پر مثل بوزینہ جست و خیز کرنیوالے اور احداثِ بدعت سے دینِ نبوی
کو پلٹ کر حوضِ کوثر پر موئے کشاں پہنچنے والے آنحضرتؐ کی جان پہچان والے حضرات
ہوں گے وہ بزرگوار سوائے شیخین یا اُن کے اتباع کے اور کوئی نہیں ہو سکتے
آنحضرتؐ نے کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھا ظاہر کر کے فرما دیا تاکہ امت میں دھوکا
اور اختلاف نہو سب سے بڑا محدثِ بدعت آپ نے خلیفۂ اول کو فرمایا ہے - اکثر کتب
اہل سنت اور خصوص مؤطاء امام مالک میں لکھا ہے کہ حضورِ انورؐ نے شہدائے
اُحد کے حق میں فرمایا کہ خدایا میں ان رہروانِ راہِ نیک کے حسنِ انجام و خاتمہ بخیر
ہونے کی گواہی دیتا ہوں - حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ ہم بھی مثل ان ہی شہیدوں کے
ہیں ہمارے باب میں بھی آپؐ فرما سکتے ہیں - جنابؐ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ
بعد میرے تم دین میں کیا کیا خرابی ڈالو گے؟ یہ سنکر ابو بکر رونے لگے - تاریخ واقدی و
مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ مضمون درج ہے - علاوہ بریں اگر غور کیا جائے تو بنی امیہ
حدیثِ حوض کے اصلِ اصول قرار نہیں پا سکتے - وہ لوگ تو تابع سنتِ سلاطینِ
اولین ہیں جو راہ اُن پہلوں نے نکالی اُسی کو ان پچھلوں نے اپنا شعار قرار دیکر عمل کیا
البتہ اُن کے خیالات اور منصوبوں اور پیش بینیوں کو ترقی دیکر درجۂ تکمیل پر پہنچایا - جو
بنیاد وہ قایم کر گئے تھے اُس کو مضبوط کر دیا - میں ایک اور علامت بتلاتا ہوں جس سے
محدثین پورے طور پر امتیاز پا سکتے ہیں حدیثِ حوض و شہدائے اُحد کے وقت
کا ارشاد اور منبر پر بندروں والی خواب کا نتیجہ سب مل ملا کر یہ پتہ بتلاتا ہے کہ مراد آپ کے فرمانے
کی یہ تھی کہ وہ بد شعار ایسی راہ پر لوگوں کو چلائیں گے جو کہ ہمارے طریقے کے خلاف ہو گی
اُس راستے پر گام فرسا ہونیوالے منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے پل صراط سے

و ونیم ہو کر قعر جہنم میں جا رہیں گے۔ پس ضرور ہوا کہ حوضِ کوثر پر روکے جانے والے کسی ناجائز طریقہ کے بانی ہوں۔ بنی امیہ جن میں معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک وغیرہم داخل ہیں کسی سنت یا سیرت کے موجد نہیں اُن کا جاری کیا ہوا کوئی مسئلہ سنیوں میں معروف نہیں۔ البتہ اہلِ سنت کے مذہب میں سوائے سنتِ الٰہی و رسالت پناہی ایک تیسری شاخ معروف بہ سیرتِ شیخین ہے جس پر عمل کرنے سے حضرت امیرؑ نے بوقتِ مجلسِ شوریٰ عبد الرحمٰن ابنِ عوف کے سامنے انکار کر دیا تھا بحمد اللہ بہ آسانی پتہ لگ گیا کہ حوضِ کوثر پر جو لوگ روکے جائیں گے وہ آنحضرتؐ کے نہایت شناسا حضرات شیخین ہونگے۔ بنی امیہ کے سر پر جو حضرات اہل سنت یہ بلا ڈالتے ہیں۔ ممکن نہیں یہ بھی واضح ہو کہ یہ احادیث معمولی نہیں ہیں جن کا انکار کر دیا جائے۔ بلکہ وہ نہایت صحیح و با اعتبار ہیں امامِ نووی نے کتاب منہم شرحِ صحیح مسلم کی جلد دوم میں بہ صفحہ (۲۴۹) و (۲۵۰) لکھا ہے کہ احادیث حوض صحیح ہیں اُن پر ایمان لانا فرض ہے اور اُن کی تصدیق کرنی ایمان ہے سوائے ظاہری معنی کے اُن کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی وہ حدیثیں متواتر النقل ہیں۔ کیونکہ ایک جماعت صحابہ نے بلا اختلاف اُن کو نقل کیا ہے۔ **لمؤلفہ** اہلِ سنت جو شیخین کو ہر تیر مطاعن سے بچاتے ہیں اور جو بلا نازل ہوتی ہے اُس کو دوسروں کے سر چپکاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اُن بزرگواروں سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں کسی عیب کو اُن کی شایانِ شان نہیں سمجھتے قرآن و کتبِ احادیث میں ہر قسم کی آیات و اخبار متعلقہ بہ غضب و عتاب دیکھتے ہیں مگر ہرگز طبیعت پر زور دیکر یہ نتیجہ نہیں نکالتے کہ آخر ان مذمت بھری خبروں کو علاقہ کس سے ہے خدا و رسولؐ نے صاف صاف فرما دیا کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھا سورہ محمدؐ میں ارشاد باری ہوا ہے (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ الی اخرہا) یعنی اے حاضرانِ دربارِ محمدی تم عنقریب متولی امر اسلام ہو کر زمین خدا میں فساد برپا کروگے اور درپے قطع رحم ہوگے۔ لعنت خدا اُس پر جو ایسا کرے۔ صاحبِ روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ قریب بہ زمانۂ

وفات آنحضرت نے صحابہ کو جمع کر کے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا ازاں بعد تنبیہاً و تادیباً
آیہ موصوفہ بالا سنا کر وعیدِ شدید مندرجہ آیت سے صحابہ کو خوف دلایا دوسرے
مقام پر اپنے بعد آنے والی حکومتوں کے حالات سے خبردار کیا چنانچہ صحیح مسلم جلد دوم
کے صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بعد ہمارے عنقریب ایسے آدمی
جلوہ فرمائے تختِ حکومت ہوں گے جن کے دل شیطان کے ہوں گے اور صورتیں انسان
کی وہ خلایق کو راہِ ناصواب پر ڈال دیں گے۔ حضرات سنیہ بلا جنبۂ مذہب انصاف
سے فرمائیں کہ اگر آیہ (فَهَلْ عَسَيْتُمْ) موصوفۂ بالا کا تعلق صحابۂ موجود الوقت سے
نہ تھا تو حضورِ انور نے اپنے مصاحبانِ خاص کو اُس کے نتایج و مفاد سے متنبہ فرمایا
اور خود جناب نے اپنے بعد کے حکام کو کس لئے ہم مزاجِ شیطان ہونے کا خطاب
دیا۔ معلوم ہوا کہ بعدِ آنحضرتؐ جو لوگ بہ محرومیِ اصلی حقداران نار وا طریقہ سے پامال کنِ
سندِ اسلام ہوئے وہی بندر تھے اور وہی حوضِ کوثر پر روکے جائیں گے۔ اُنہی
کو خدا و نبی نے مفسد و قاطعِ رحم و شیطان سیرت فرمایا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے لوگ
خلعتِ استخلاف کو زیبا طریقہ سے اپنے بدن پر آراستہ نہیں کر سکتے۔ جملۂ (اِذْ تَفْضُلُهُمْ)
مندرجۂ آیہ اُن پر کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔ اہلِ سنت پر لازم ہے کہ آیات قرآنی کو
سمجھ کر پڑھیں لفظ خلافت دیکھ کر خواہ مخواہ جامہ سے باہر نہوں۔

جملۂ ہفتم

(وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا)

یعنی خوف و ہراس اُن سے اُٹھالیا جائیگا وہ باامن بسر کرینگے

واضح رائے اربابِ دانش ہو کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ سے قبل آنحضرت کی حیات
میں اہلِ اسلام سے خوف مرتفع ہو چکا تھا۔ تمام مسلمان بے خوف و تردد آزادانہ بسر
کرتے تھے کفار اُن کے نام سے خوف زدہ ہو کر خواب میں چونک پڑتے تھے فقرۂ پنجم
کی توضیح میں امن و امان کی حالت کو واضح کر کے دکھلایا گیا ہے بضرورت موقع اجگہ

بھی کچھ عرض کرتا ہوں۔ تفسیر بیضاوی جلد دوم مطبوعۂ مطبع نولکشور لکھنؤ کے صفحہ (۱۰۸) پر ہے (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم وَاَصْحَابُهٗ مَكَثُوْا بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِيْنَ خَائِفِيْنَ ثُمَّ هَاجَرُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَكَانُوْا يُصْبِحُوْنَ فِى السِّلَاحِ وَيُمْسُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى اَنْجَزَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ فَاَظْهَرَهُمْ عَلَى الْعَرَبِ) یعنی جناب سرورِ کائنات اور اُن کے صحابہ نے بحالت خوف دس سال مکہ میں بسر کیے ازاں بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہ لوگ فرطِ بیم و ہراس سے ہر وقت ہتھیار بند رہتے تھے۔ صبح و مسا لوہے کے جال میں جکڑے نظر آتے تھے تا اینکہ خدا نے اپنا وعدہ وفا کیا اور مسلمانوں کو تمام عرب پر غالب کر دیا علاوہ بریں جلدِ دوم تفسیر کشاف مطبوعۂ مطبع محمد آفندی کے صفحہ (۱۰۹) پر ہے (وَعَدَهُمُ اللّٰهُ اَنْ يَنْصُرَ الْاِسْلَامَ عَلَى الْكُفْرِ يُوْرِثُهُمُ الْاَرْضَ وَيَجْعَلُهُمْ فِيْهَا خُلَفَاءَ كَمَا فَعَلَ بِبَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى اٰخِرِهٖ) عبارت طویل تھی اُس کے ابتدائی فقرات حوالہ قلم کیے گئے۔ مگر ترجمہ کل مضمون کا لکھتا ہوں وھو ہذا۔ (وعدہ کیا خدا نے اپنے نبی اور مسلمانوں سے کہ غلبہ دے اسلام کو کفر پر اور وارث کرے اُن کو زمین کا اور خلیفہ گردانے مثل بنی اسرائیل جس طرح کہ بعد ہلاکت سرکشوں اور جابروں کے ملکِ مصر و شام کا اُن کو حاکم کیا تھا اور دین مرتضےٰ کو تمکین دے کر قایم کرے اور نفوسِ مومنین سے اُس خوف کو زائل کر دے جس میں وہ مبتلا تھے اور وہ رنج و ابتلا یہ تھا کہ مسلمان دس برس تک پرخطر حالت میں رہے ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ بھی پہنچ گئے۔ مگر شدتِ ہراس سے ہر وقت مسلح رہتے تھے۔ ناچار ہو کر ایک شخص نے کہا کہ خدایا کبھی وہ دن بھی آئے گا کہ ہم اس قلعۂ آہنی سے باہر ہو کر کھلے بند پھرا کریں گے۔ آنحضرتؐ نے یہ مضطربانہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ انشاء اللہ تھوڑے دنوں میں یہ تشویش رفع ہو جائے گی۔ تم میں سے ہر شخص بایں اطمینان کو چہ ہائے مدینہ کی سیر کرے گا کہ سوائے کپڑے کے آلاتِ حربی سے کوئی چیز اُس کے جسم پر نہ ہوگی۔ پس خدا نے اپنا وعدہ وفا کیا اور رسول صلعم اور اُن کے ہمراہیوں کو جزیرۂ عرب پر غالب کر دیا پھر کوئی حالتِ اضطراب باقی نہ رہی۔ سب مسلمان بے کھٹکے

استراحت فرمائے بستر عافیت ہو گئے۔ مولوی صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے
بھی تفسیر فتح البیان مطبوعہ بولاق مصر کی جلد ششم میں صفحہ (۲۴۴) پر حسب مضمون بالا
لکھا ہے۔ جو لوگ کہ اس بات کے قائل ہیں کہ شیخین کے زمانہ میں مسلمانوں کو امن بلا
اور خوف برطرف ہو گیا وہ حضرات بالکل غلطی پر ہیں اپنی معتبر تفسیروں کو دیکھیں کہ خدا نے
تمام وعدے مندرجہ آیہ آنحضرتؐ کے سامنے پورے کر دئے اسلام کو غلبہ تمام حاصل
ہو گیا سب بطفیل سرور عالم بہ امن و آسایش رہنے لگے خلفائے ثلاثہ یا دیگر اہل اسلام
کسی بدامنی میں نہ تھے۔ بلکہ ہتھیار کھولے ہوئے چاروں شانے چت پلنگ کی چولیں ہلایا
کرتے تھے ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض خاصان خدا شیخین کے زمانہ میں آسایش دنیاوی
سے برکنار ہو کر غریق دریائے تفکرات و لقمۂ نہنگ آفات ہو گئے تھے بطور مختصر بعض
مصیبت زدگاں کا رونا روتا ہوں۔ مالک بن نویرہ مرد مسلمان اور ایک قبیلۂ اسلام کا
سرگروہ خلیفۂ اول کے حکم سے زبردستی بہ الزام ردت قتل کیا گیا۔ خالد ابن ولید نے
جو کہ سیف اللہ کہے جاتے ہیں اُسی شب بلا انتظار عدہ اُس کی زوجہ سے ناجائز عمل کیا
حضرت امیرؑ پر بصیغۂ بیعت طلبی ہر طرح کا جبر کیا گیا۔ یہاں تک زیادتی کی کہ دروازہ سیدہؑ
پر آگ لیکر گئے فدک اہل بیت چھین لیا حقوق شرعی یعنی ارث پدری سے جناب سیدہؑ
کو محروم کیا۔ خمس جو آل نبیؐ کا حصہ تھا وہ بند کیا گیا اسلامی سلطنت میں کوئی عہدہ
از قسم دیوانی و فوجداری و جنگی وہاں بنی ہاشم کو نہ دیا گیا اصحاب رسول سر دربار چوبوں
سے پٹوائے گئے (عمار یاسرؓ) کی ہڈی پسلی توڑی گئی (ابن مسعودؓ) بصد عقوبت
مدینہ سے نکلوا دیا گیا (ابوذر غفاریؓ) صدہا قرآن چیر پھاڑ کر جلائے گئے وغیرہ وغیرہ ایسے
اوقات کو پُرامن کہنا اُن ہی لوگوں کا شیوہ ہے جو کہ عقل و دانش کے بازار میں کبھی
دوکان لگا کر نہ بیٹھے ہوں۔ ہائے جناب سیدہ باپ کے غم میں رونے سے منع کی جائیں
گھر میں بیٹھکر اپنے باپ کو نہ رو سکیں بیرون مدینہ بیت الحزن بنا کر مصروف آہ و نالہ ہوں
اور سنی صاحب فرمائیں کہ وہ زمانہ نہایت اطمینان کا تھا۔ واقعات بالا کتب اہل سنت
میں درج ہیں جس کو تحقیق حق منظور ہو وہ صرف ایک کتاب تشئید المطاعن دیکھ لے

میں تسلیم کرتا ہوں کہ سوائے خاندانِ رسالت اور اُن کے ہوا خواہوں کے باقی جملہ اہل
اسلام کے لئے جو کہ شیخین و ثلاثہ کے جاں نثار تھے وہ وقت گہوارۂ عافیت تھا
چونکہ سنیوں کو خاندانِ نبوت سے قطعی بے تعلقی ہے اور اُن کے مصائب و تکالیف
اُن کی نظر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے لہٰذا بے تکلف لکھدیا کہ وہ زمانہ نہایت امن و امان
کا تھا میں اُس وقت کی بعض حوادث سے ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔ شاید اہلِ دل
کی طبیعت پر کوئی اثر پیدا ہو اور بجائے خود امتیاز دے لیویں کہ وہ وقت ایسا ہی تھا
جس کی آیۂ استخلاف میں خبر دی گئی ہے یا اُس کے خلاف؟ اکثر علمائے اہلِ سنت نے
واقعۂ ذیل کو اپنی اپنی تالیفات میں بہ تغیرِ الفاظ و اتحادِ مطلب درج کیا ہے۔ مگر میں
بہ نظرِ اختصار ابنِ قتیبہ کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ سے ایک مضمون نقل کرتا ہوں۔
عبارت عربی طولانی ہے اُس کا مختصر اُردو ترجمہ یہ ہے عالم موصوف بمقام قصۂ بیعت
مرتضوی لکھتے ہیں (ابوبکر کو خبر پہنچی کہ چند آدمی میری بیعت سے منحرف ہو کر علیؑ کے
پاس آمد و شد رکھتے ہیں اُنہوں نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ تم جا کر اُن لوگوں کو اس
حرکتِ بیجا سے روک دو۔ جس وقت کہ وہ گئے معلوم ہوا کہ سب آدمی فاطمہؑ کے
گھر میں جمع ہو کر مشورہ کر رہے ہیں۔ عمر نے اُن لوگوں کو ڈانٹا کہ باہر نکلو مگر وہ نہ آئے
تب خلیفۂ دوم نے لکڑیاں منگوائیں اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تم باہر نہ آؤ گے تو میں اس گھر کو
پھونک دونگا۔ لوگوں نے کہا یہاں سیدہؑ و حسنینؑ بھی ہیں کہا مجھکو کچھ پروا نہیں ہے
اُسوقت سب لوگوں نے بیعت کر لی صرف علیؑ رہ گئے اُنہوں نے قسم کھائی تھی کہ
میں اپنے گھر سے باہر نہ نکلوں گا اور نہ چادر اپنے کاندھے پر ڈالوں گا جب تک
قرآن جمع نہ کر لوں۔ اُس ہنگامۂ شورافزا میں جنابِ فاطمہؑ پسِ در کھڑی ہو کر کہنے لگیں
کہ تم لوگ اس وقت میرے گھر پر دترانہ و بے ادبانہ آئے ہو ایسے لوگوں سے میرا
کوئی عہد نہیں ہے۔ تم نے جنازۂ رسولؐ کو چھوڑ دیا اور خلافت کا با خود فیصلہ کر لیا ہم کو
نہ امارتِ اسلام دی اور نہ کوئی حق تجویز کیا یہ سنکر عمر واپس آئے اور خلیفۂ اوّل سے
عرض کیا کہ حضور یہ موقعہ چشم پوشی کرنے کا نہیں ورنہ بھیجکر علیؑ کو گرفتار کیجئے۔ بزورِ بیعت

یعنی خیر خواہ دوست کی رائے میں مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ابوبکر نے اپنے غلام
سے جس کا نام قنفذ تھا کہا کہ تو جا اور علیؑ کو بُلا لا۔ غلام مذکور نے جا کر آواز دی کہ اے
علیؑ تم کو خلیفۂ رسولِ خدا یاد فرماتے ہیں۔ بجواب حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ کیا جلد افترا کیا تم نے
نبیؐ پر کہ اپنے آپ کو اُن کا خلیفہ ظاہر کرتے ہو حالانکہ یہ غلط ہے۔ قنفذ واپس آیا اور
سنی ہوئی بات کو دوہرایا۔ ابوبکر سنکر بہت روئے۔ عمر نے پھر اصرار کر کے دوبارہ شخصِ
مذکور کو بھجوایا اِس وقت اُس نے دوسرا فقرہ کہا کہ امیر المومنین آپ کو طلب کرتے ہیں
آپ نے فرمایا سبحان اللہ! وہ دعویٰ کیا جاتا ہے جس کا اُن کو حق نہیں۔ یہ جواب
سنکر طیش و غضب سے حضرت عمر کو تاب ضبط باقی نہ رہی اور وہ معہ ایک
جماعت کے دروازۂ فاطمہ پر آئے اور اُس کو کھٹکھٹایا۔ جناب فاطمہؑ نے یہ ہنگامہ
دیکھ کر ایک چیخ ماری اور رو رو کر کہنے لگیں کہ اے بابا! آپ دیکھتے ہیں کہ پسرانِ قحافہ
و خطاب ہم کو کس طرح آزار دے رہے ہیں۔ بعض آدمی گریۂ فاطمہؑ سے متاثر ہو کر چلے
گئے قریب تھا کہ اُن کے کلیجے پھٹ جائیں اور دل شق ہو جائیں۔ جو لوگ کہ ہمراہیانِ
عمر رہ گئے تھے اُنھوں نے علیؑ کو گھر سے نکالا اور ابوبکر کے پاس لے گئے وہاں جا کر کہا
کہ بیعت کرو علیؑ نے جواب دیا کہ اگر نہ کروں تو کیا کرو گے؟ طرفدارانِ ابوبکر نے قسم
کھا کر کہا کہ اگر تم نے مخالفت کی تو ہم قتل کر ڈالیں گے۔ آپ نے کہا کہ اللہ کے بندے
اور رسولؐ کے بھائی کو تم مار ڈالو گے۔ عمر نے کہا کہ خدا کے بندے تو تم ضرور ہو۔ مگر نبیؐ
کا بھائی ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ابوبکر یہ باتیں چپکے بیٹھے ہوئے سُن رہے تھے۔ عمر نے
جھنجلا کر کہا کہ آپ بولتے کیوں نہیں؟ حکم دیجئے کہ ان کا فیصلہ کر دیا جائے۔ ابوبکر نے
کہا کہ ان کو چھوڑ دو جب تک فاطمہؑ زندہ ہیں میں ان پہ جبر نہیں کر سکتا اُس وقت
حضرت علیؑ جناب رسولِ خدا کی قبر سے جا کر لپٹ گئے اور چلا چلا کر روتے تھے اور
پکارتے تھے (یَا ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ) یعنی اے میرے
بھائی قوم نے مجھ کو ضعیف کر دیا اور قریب تھا کہ مار ڈالیں) خیال کیا جاتا ہے کہ بعض
اہلِ دل و خدا ترس سُنی یہ مضمون دیکھ کر فرما دیویں کہ توبہ استغفراللہ یہ کب ممکن ہو سکتا ہے

کہ ابو بکر و عمر باوصف دعویٔ غلامی خاندانِ نبوت پر ایسی زیادتی کرتے کہ اُن کا گھر پھونکدینے کے لئے سامانِ آتش زنی منگاتے اور اُن کو رُلا رُلا کر بے حالی کرتے یہ کتاب کسی رافضی کی ہوگی نظر براں مناسب سمجھا گیا کہ اول ابن قتیبہ کا اقتدار بہ نگاہِ اہل سنت دکھایا جائے زاں بعد اس واقعہ کو دیگر کتب سے ثابت کیا جائے

اسمائے کتبِ اہل سنت جنمیں ابن قتیبہ کی تعریف اور عالم ثقہ ہونیکا مضمون درج ہے

(۱) کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر جلد اول صفحہ ۲۵۱

(۲) میزان الاعتدال علامۂ ذہبی مطبوعہ مطبع انوارِ محمدی لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۷۰

(۳) کتاب محاضرات علامہ ابو الحجاج یوسف بن محمد البلوی مطبوعہ مطبع وہبیہ مصر جلد اول صفحہ ۴۱۶ و ۴۱۷

(۴) تاریخ بغداد جلد اول

(۵) تاج المکلل مولفہ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالی مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال صفحہ ۲۹

(۶) اتحاف النبلاء مطبوعہ مطبع نظامی کانپور صفحہ ۲۷

سوائے ازیں اگر ابن قتیبہ کا زیادہ اقتدار و اعتبار معلوم کرنا مدِ نظر ہو تو مجلدات عبقات سے حدیث منزلت کی جلد مطبوعہ مطبع نور لکھنؤ کو از صفحہ ۴۱۲ لغایت ۴۴۰ دیکھو انشاء اللہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ کا منسوب بہ ابن قتیبہ ہونا و نیز اُن کا اعتماد درجۂ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔ غرضکہ جناب عمر کا سیدہؑ کے گھر پر آگ لیجانا اور اُن کو دھمکانا کہ مَیں مع حسنینؑ کے تمہارا گھر جلا دونگا۔ اہلِ سنت کی ۱۶ کتابوں میں لکھا ہے۔ جملہ کتب کی کی عبارات تشئید المطاعن میں درج ہیں جس کو ضرورت ہو دیکھ لیوے۔ اگر اہلِ سنت مناسب سمجھیں تو ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی کا مقصد دوم مآثر ابی بکر ملاحظہ فرمائیں بہ الفاظِ صریح واقعۂ بالا کو شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ احتیاطاً تاریخ طبری مطبوعہ برن پریس لندن انگلستان کی جلد اول حصۂ چہارم صفحہ (۱۸۱۸) کی عبارات نقل کئے دیتا ہوں

(ثنا ابن حمید قال ثنا جابر بن یزید عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر ابن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ وزبیر ورجال من المہاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتاً بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ) خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ عمر ابن الخطاب علیؑ کے گھر پر گئے اُس میں طلحہ و زبیر و دیگر مہاجرین تھے عمر نے کہا کہ اس گھر سے باہر نکلو اور بیعت کرو ورنہ تمپر یہ گھر جلا دوں گا۔ یہ سنکر زبیر تلوار کھینچے ہوئے نکلے ٹھوکر کھائی اور تیغ ہاتھ سے چھوٹ گئی لوگوں نے اُن کو پکڑ لیا علاوہ بریں کتاب المختصر فی اخبار البشر یعنی تاریخ ابو الفداء جلد ثانی مطبوعہ لیڈن کے صفحہ (۴۰۴) لغایت (۴۰۶) پر ایک طولانی عبارت بزبان عربی لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ تمام بنی ہاشم و زبیر و عتبہ بن ابی لہب و خالد بن سعید و مقداد و سلمان و ابو ذر و عمار ابن یاسر و براء ابن عازب و اُبی بن کعب وغیرہ ابو بکر کی بیعت سے منحرف ہو کر علیؑ کی طرف مائل ہوئے پس عمر نے دروازہ سیدہؑ پر جاکر دھمکی دی کہ میں تمہارا گھر جلا کر خاک کر دوں گا ورنہ بیعت ابو بکر اختیار کرو مولوی شبلی نے بھی الفاروق میں لکھا ہے کہ (بنی ہاشم سوائے علیؑ کے اور کسی کے سامنے گردن نہ جھکاتے تھے مگر عمر نے بزور بیعت لی) اِن واقعات دردانگیز کو جو نیک سرشت سنی سُنے گا وہ ہرگز حسب مفاد آیہ شیخین کے زمانے کو عافیتِ اسلام کا وقت نہ بتلائے گا بلکہ اُن بزرگواروں کے باایمان ہونے کا بھی کامل یقین نہ کرے گا۔ کیونکہ ایماندار سے کبھی نہیں ہو سکتا کہ جس گھر سے فیض پائے اُسی کے جلانے کو آگ منگائے۔ کیوں جناب سب اُوور سیر صاحب خوف کا بدل یہی امن ہوتا ہے جو عہد شیخین میں خاندان نبوت و بعض اصحاب کو حاصل ہوا۔

جملہ ہاشتم

(یعبدوننی لایشرکون بی شیئاً)

(جو لوگ کہ خلیفہ کئے جائیں گے اپنے خلوص وحسن عقیدت سے عبادت کریں گے کہ سوائے خدا کے اور کسی کو لایق پرستش نہ سمجھیں گے)

چونکہ حسبِ عقیدۂ اہلِ سنت ایک کثیر التعداد گروہِ صحابہ سے خدا نے تین آدمیوں کو منتخب کرکے بجلدوئے بجا آوریِ خدماتِ اسلام وکردارِ نیک خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا لہٰذا بے تکلف سمجھا گیا کہ ثلاثہ ہی نے خدائے تعالیٰ کو واحد ویکتا سمجھکر بلا شراکتِ غیرے پرستش کی۔ باقی جو صحابہ رہے وہ تمام مشرک وملحد وناخداشناس تھے اگر ان میں بوئے شرک نہ ہوتی تو منصبِ خلافت سے محروم نہ کئے جاتے۔ سنیوں نے ثلاثہ کی کیا خوب طرفداری کی تمام اصحابِ رسولؐ کی عبادت کو مملو از شرک اعتقاد فرمالیا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صرف تنہا سیالکوٹی صاحب ہی کا یہ خیال ہے کہ محض ثلاثہ بلا شرکت عبادت کریں گے۔ بلکہ کل اہلِ سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ جن کو خلافت ملی وہی خدا کے خالص بندے تھے باقی سب کافر ومشرک۔ چنانچہ ایک عالمِ پنجاب لکھ رسالہ مسمّٰے بہ مجمع الاوصاف لکھا ہے جس کا جواب منتخبِ شیعہ (قواضب الاسیاف) ہوا ہے پنجابی صاحب فرماتے ہیں (یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ) کے فاعل اس آیت میں اس وعدہ کے موعود لہم ہیں اور حق تعالےٰ انہیں کی خبر دیتا ہے کہ وہ میری عبادت بہ اخلاص وخشوع اپنی خلافتِ پاکیزہ کے مبارک اور خجستہ زمانہ میں کریں گے اور میرے ساتھ کوئی شریک نہ پکڑیں گے پس یَعۡبُدُوۡنَ لَا یُشۡرِکُوۡنَ سے کل لوگ مراد لینا بالکل خلافِ ظاہر ہے اور قرآن کی آیات کے ساتھ افترا پردازی ہے۔ علاوہ بریں تفسیرِ بیضاوی وتفسیرِ مدارک میں یہ عبارت ہے اِنَّ هٰذِهِ الۡاٰیَةَ اَوۡضَحُ دَلِیۡلٍ عَلٰی صِحَّةِ خِلَافَةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیۡنَ لِاَنَّ الۡمُسۡتَخۡلَفِیۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ هُمۡ یعنی یہ آیت واضح تر دلیل ہے خلفاء کی صحتِ خلافت پر کیونکہ مستخلفین سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کئے وہ یہی ہیں۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے لاکھوں آدمیوں میں سے صرف مستخلفین ایماندار اور عمل صالح کرنے والے اور موحد ثابت ہوئے۔ چونکہ فخر رازی صاحب وشاہ ولی اللہ نے بوجہ انسدادِ بابِ جہاد وعدمِ تمکن حضرت امیرؑ کو بھی خارج از بشارتِ آیت کہا ہے۔ لہٰذا وہ بھی تمام صفاتِ مندرجۂ آیہ سے باہر کئے گئے۔ حضرات اہلِ سنت اور سیالکوٹی صاحب سے التماس ہے کہ میرے کہنے سے

نہیں بلکہ خود منصفانہ فیصلہ فرمائیں کہ آپ حضرات کی بحق ثلاثہ یہ طرفداری اسلام کو کس حد تک خرابی میں ڈالنے والی ہے۔

جملہ نہم

(وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ)

اور جو لوگ کہ اس نعمت کا کفران کریں وہی ہیں اصلی فاسق اطاعت سے نکلے ہوئے
حضرات اہلِ سنت فرماتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو جو جائز نہ سمجھے اُس نے نعماتِ خدا کی کچھ قدر نہ کی چنانچہ شاہ صاحب نے تحفہ میں فرمایا ہے (کہ منکرین خلافتِ شیخین را خدا در آیہ استخلاف کافر فرمودہ) یہ عجب تماشہ ہے جو لوگ ایسے خلفاء کی خلافت سے انکار کریں (جن کو نبی نے اپنا خلیفہ نہ بنایا تھا اور جنہوں نے زبردستی متمکن بہ سریرِ خلافت ہو کر حسبِ صراحتِ بالا خاندانِ نبوت پر ابوابِ ظلم کشادہ کئے) وہ کافر کیسے جائیں۔ میں سب ورسیر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ابتدائے قصۂ خلافت میں جن لوگوں نے اطاعتِ صدیق سے انکار کیا اور بعد بیعت سے دست کشی کی کہ جب تک اپنے گھر پر آگ روشن نہ دیکھ لی سیدھی انگلیوں حلقہ بگوش نہ ہوئے وہ کافر تھے یا مسلمان؟ عمار یاسر و ابن مسعود و ابو ذر غفاری وغیرہ جو عہدِ خلیفۂ ثالث میں سر دربار پٹوائے گئے اور جلا وطن ہوئے یہ لوگ بہ مخالفتِ خلیفہ کس نمبر کے کفار میں شمار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی جس نے فرطِ غضب سے تاحیات خود صدیقِ اکبر سے کلام نہ کیا اور بوقتِ معافی طلبی عفو نہ فرمایا بلکہ حضور شیخین کو جنازہ سے روک دیا یہ صاحبزادی بالزامِ نافرمانی دنیا سے معاذ اللہ کافر ہو کر اٹھیں یا کیا ہے۔ بے سمجھے قرآن کے معنی اپنی طرف سے گھڑ دینے اہلِ ایمان کا کام نہیں۔ ہم سے سنئے (مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ) کے صحیح معنی کیا ہیں؟ قرآن پاک میں خدا نے خود اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ سورۂ فاطر میں خدا فرماتا ہے (هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ کَفَرَ فَعَلَیْهِ کُفْرُهٗ) مطلب یہ ہے کہ مخلصین بعد اس نعمتِ نامتناہی کے کہ ان کا خوف امن کے ساتھ بدل دیا جائے گا بلا دغدغہ خدائے واحد کی عبادت کریں گے

تمکن دین بوجہ اتم ہو جائے گا۔ پھر کفران نعمت کرکے حدودِ الٰہی سے باہر قدم رکھیں گے
تو اُن کا شمار اہلِ طغیان میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ کفران کا علاقہ اُن خلفائے ثلاثہ سے ہے
نہ کہ حسبِ خیال سنیہ خلافتِ ثلاثہ کے منکرین سے۔ سورۂ یونس میں ارشاد باری ہوا ہے
(وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي
الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ) خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ البتہ ضرور ہلاک
کیا ہم نے بہت سے اگلے زمانہ والوں کو جبکہ اُنہوں نے نافرمانی کی اور آئے اُن کی
پاس اُن کی قوم کے رسول معہ علاماتِ ظاہری کے۔ مگر وہ ایمان لانے والے نہ تھے
اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم گنہگاروں کی قوم کو پھر قرار دیا ہم نے تم کو غالب اور قائمقام
اگلوں کا زمین میں تاکہ دیکھیں ہم کہ تم کیونکر عمل کرتے ہو۔ صاحبانِ عقل غور فرمائیں کہ حسبِ مفاد
آیہ وہی لوگ ذمہ دارِ اعمالِ نیک کئے گئے ہیں جن کو یہ قائمقامیِ گزشتگان خلافت یعنی
تمکن حاصل ہوا نہ وہ کہ جن کو اُن کی قائمقامی سے انکار ہو۔ اسی طرح سورۂ انعام میں
ارشاد ہوا ہے (هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ) وہ اللہ ایسا ہے
کہ خلیفہ کیا زمین میں تم کو اور بلند کئے مراتب بعض کے بعض سے تاکہ امتحان لے تمہارا
اُس چیز میں جو کہ تم کو عطا کی گئی ہے تحقیق کہ خدا جلد عقاب کرنے والا ہے۔ یہاں بھی
امتحان اُنہی جانشینانِ سابقین کا تجویز ہوا نہ کہ اُن کے منکرین کا۔ نہایت شکریہ کا موقع
ہے کہ جو دھوکہ آیۂ استخلاف سے اہلِ سنت جہلاء کو دیا کرتے ہیں بہ این عنوان دھو دیا گیا
کہ تا قیامت انشاء اللہ استدلالِ حقیر کے مقابلے میں کسی کو جرأت جواب نہ ہوگی۔ تعجب ہے
اہلِ سنت پر کہ خلافت کو اجماعی اعتقاد کرکے پھر بخلافِ کلیۂ مقرر کردہ خود آیت قرآن سے
استدلال کرتے ہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مصنفہ رسالہ اعتقادیہ میں
کہ جس کا نام تکمیل الایمان ہے صفحہ (۱۴۱) پر تحریر فرماتے ہیں (و مختار نزد اہلِ تحقیق
آن ست کہ در ہیچ جانب یعنی در خلافتِ ابوبکر و نہ در خلافت علی نص قطعی از پیغمبر واقع

نہ شدہ) ایسا ہی شاہ صاحب تحفہ مطبوعہ لکھنؤ مطبع نول کشور کے صفحہ (۲۶۲) پر فرماتے ہیں (باید دانست کہ اول مسائلِ خلافیہ این باب (بابِ ہفتم) آن ست کہ اہلِ سنت گویند کہ بر ذمۂ مکلفین واجب است کہ شخصے را از میانِ خود رئیس گردانند و اتباع او در آنچہ موافقِ شرع است لازم گیرند و اور ادر امورِ مشروعہ ممد و معاون باشند) نہایت تعجب ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں بقول مولوی عبد الحق صاحب کوئی ارشادِ نبوی نہ ہو اور حسبِ تسلیم شاہ صاحب جن کا تقرر مکلفین کے ذمے ہو اُن کی خلافت کے انکار سے کلمہ گو کافر ہو جائیں۔ رسالۂ ہذا کے دیباچہ میں حقیر نے بہت شرح کے ساتھ کتبِ اہلِ سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن سے مستدل بخلافت ہونیکا سنیوں کو بقول خود انہی کے کوئی حق نہیں ہے۔ اے حضراتِ ناظرین خدارا یہ انصاف نظر فرمائیے کہ میں نے کیونکر آیت کے ہر ہر جملہ پر گفتگو کر کے ثلاثہ کا غیر مستحقِ خلافت ہونا ثابت کیا ہے۔ اہلِ سنت کو حقیتِ خلفائے ثلاثہ اور بالخصوص شیخین کے لئے یہ بڑا غرہ ہے کہ اُن کے زمانۂ حکومت میں فتوحاتِ عظیمہ لاحقِ اسلام ہو کر توسیعِ مملکت ہوئی اس نازِ بیجا کا مفصل جواب آخر رسالۂ الہادی میں حقیر نے حوالۂ قلم کر دیا ہے۔ یہاں مختصر بطرزِ دیگر عرض کرتا ہوں کہ اگر صرف فتوحات باعث وجہ حقیت سمجھی جائیں تو سوائے ثلاثہ کے جن دیگر اہلِ اسلام نے فتحِ ممالک کر کے ترقی کو حدِ غایت پر پہنچایا عرب سے بڑھتے بڑھتے ہندوستان میں پہنچ گئے اُن بیچاروں کو بشارتِ آیۂ استخلاف سے کیوں محروم کیا اگر نگاہ انصاف سے اہلِ سنت دیکھیں تو ثلاثہ سے معاویہ و یزید و مروان و عبد الملک وغیرہم کو زیادہ فتاح و جہانگیر و قلعہ کشا پائیں گے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ خلفائے متذکرہ صدر کیوں مستثنےٰ از وعدہ آیت کئے گئے صحاحِ اہلِ سنت کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد بارہ خلفاء کی خبر دی تھی چنانچہ بخاری و مسلم و دیگر صحاح میں متعدد و متکثر مقامات پر وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ اَوْ یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِّنْ قُرَیْشٍ یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ دینِ اسلام ہمیشہ قایم رہے گا تا اینکہ قیامت آ جائے

اور تمہارے اوپر بارہ شخص خلیفہ ہوں گے اور وہ سب قوم قریش سے ہونگے سیوطی تاریخ الخلفاء کے صفحہ (۷) پر یہ عبارت لکھتے ہیں (عَنِ النَّبِیِّ صلعم قَالَ لَا یَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ عَزِیْزًا یَنْصُرُوْنَ عَلٰی مَنْ عَادَاھُمْ عَلَیْہِ اِثْنٰی عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ اَخْرَجَہُ الشَّیْخَانِ وَغَیْرُھُمَا) یعنی جناب سرورِ عالم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا اور وہ لوگ مظفر و منصور رہیں گے اُن لوگوں پر جو کہ اُنسے اُس دین پر عداوت کریں گے اور وہ سب قوم قریش سے بارہ بزرگ ہوں گے بخاری و مسلم وغیرہ نے اس مضمون کو نقل کیا ہے کتاب مذکور سے اُسی صفحہ پر ابن حجر مکی سے اتنا مضمون زیادہ نقل ہوا ہے (کُلُّھُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْہِ النَّاسُ) یعنی سب آدمی اُن بارہ خلفاء کی خلافت پر اجتماع کریں گے کسی کو اُن سے اختلاف نہوگا علمائے متاخرین سے جناب مولوی خلیل احمد صاحب نے ہدایات الرشید میں تسلیم فرمایا ہے کہ جن بارہ خلفاء کی احادیث میں خبر وارد ہوئی ہے وہ اپنے اعداء پر غالب رہیں گے اور دینِ نبوی کو اُن کے زمانہ میں عروج ہوگا اور اُن کے اوقات میں فتنہ نہ ہوگا اہلِ نظر خلفائے ثلاثہ کو ملا کر ان سب بارہ پر نگاہ ڈالیں کہ باہم کیا فرقِ مدارج رکھتے ہیں خلفائے ثلاثہ اور باقی نَو خلفاء میں مطلق تفاوت نہیں سب ایک درجہ کے ہیں جس طرح ثلاثہ کے اوقات میں توسیعِ سلطنت ہوئی وہی باقی خلیفوں نے کی وہ تینوں بھی اجتماع سے ہوئے اُن پر بھی اُمت مجتمع ہوئی۔ سنیوں کی نا انصافی پر تعجب آتا ہے کہ جن تین کے باب میں نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث اُن کو خلیفۂ حق بتلاتے ہیں اور جن بارہ کے باب میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں گو کہ بدل اُن کی خلافت کے معتقد ہیں مگر بظاہر آنکھ چُراتے ہیں وہ اولو العزم دیندار بارہ خلیفہ جن کا مژدہ آنحضرتؐ نے اُمت کو دیا تھا تاریخ الخلفاء کے صفحہ (۷ و ۸) پر یہ بزرگ لکھے ہیں۔ ۱۔ ابوبکر۔ ۲۔ عمر۔ ۳۔ عثمان۔ ۴۔ علیؑ۔ ۵۔ معاویہ۔ ۶۔ یزید۔ ۷۔ عبدالملک ۸۔ ولید۔ ۹۔ سلیمان۔ ۱۰۔ یزید۔ ۱۱۔ ہشام۔ ۱۲۔ عمر ابن عبدالعزیز۔ خلفائے موصوف میں نمبر ۴ کے خلیفہ کو خارج کر کے لکھا ہے کہ بعدِ وقوعِ قضیۂ حکمین اُن کی جگہ امیر معاویہ مستقل خلیفہ ہو گئے۔ ابنِ حجر نے شرحِ بخاری میں اسی دل کو قوت دی ہے کہ یہ جملہ خلفاء

اپنے اپنے زمانۂ خلافت میں ملک کو ترقی دیتے رہے اگر سب کی فتوحات لکھوں تو طوالت ہوگی بہ نظرِ خیر و برکت صرف دو خلیفوں کا حال لکھتا ہوں اُن میں ایک حضرت معاویہؓ اور دوسرے حضرت ولید ہیں سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے سنہ ۴۳ھ میں ملکِ رخج و سجستان و ودان و کوزائی وغیرہ فتح کئے اور سنہ ۴۵ھ میں قیقان اور سنہ ۵۰ھ میں قہستان اور اسی سال میں اہل شام سے یزید کے لئے بیعت حاصل کی اور اپنے بعد اُس کو مستقل خلیفہ لوگوں سے تسلیم کرایا وہ بڑے صاحب صولت و شوکت خلیفہ تھے خلفائے ماسبق میں یہ حشمت و سطوت جو کہ اُن کو حاصل ہوئی کسی کو نہ تھی تاریخ مذکور میں اُن کی نسبت یہ جملہ لکھا ہے (عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ مَا مَلَكَ أَحَدٌ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مَا مَلَكَ مُعَاوِيَةُ) یعنی مثلِ معاویہ کسی کو تسلط فی الارض حاصل نہیں ہوا۔ اُسی تاریخ کے صفحہ (۱۵۲) پر ولید کی نسبت جو کہ آٹھواں خلیفہ تھا بایں عنوان تحریر ہوا ہے کہ سنہ ۹۱ھ میں بیکند۔ بخارا۔ سروانیہ۔ مطمورہ۔ قمیم۔ بحیرۃ الفرسان فتح ہوئے سنہ ۸۸ھ جرثومہ طوانہ سنہ ۸۹ھ میں جزیرہ منورقہ۔ میورقہ سنہ ۹۰ھ میں نسف۔ کش۔ شیروان۔ مداین اور چند قلعے متعلق آذربیجان سنہ ۹۲ھ میں کل ملک اندلس۔ شہر ارمائیل۔ قزبون سنہ ۹۳ھ میں دیبل کرخ۔ برہم باجا۔ بیضا۔ خوارزم۔ سمرقند۔ سغد سنہ ۹۴ھ میں کابل۔ فرغانہ۔ شاش سندھ وغیرہ سنہ ۹۵ھ میں موقان۔ شہر الباب سنہ ۹۶ھ میں طوس اسی سن میں یہ نامور خلیفہ مرگیا۔ اُسی صفحہ پر ولید موصوف کی نسبت تحریر ہے (أَقَامَ الْجِهَادَ فِي أَيَّامِهِ وَفُتِحَتْ فِي خِلَافَتِهِ فُتُوحَاتٌ عَظِيمَةٌ) اُسی موقعہ پر یہ بھی لکھا ہے (قَالَ ابْنُ أَبِي عَبْلَةَ رَحِمَ اللّٰهُ الْوَلِيدَ وَأَيْنَ مِثْلُ الْوَلِيدِ افْتَتَحَ الْهِنْدَ وَالْأَنْدَلُسَ وَبَنَى مَسْجِدَ دِمَشْقَ) ابن ابی عبلہ نے کہا کہ خدا رحم کرے ولید پر اور کہاں ہوسکتا ہے کوئی مثل ولید کے اُسنے ہندوستان و اندلس کو فتح کیا اور دمشق میں مسجد بنائی صفحہ (۱۵۳) پر ہے (قَالَ الذَّهَبِيُّ عَاشَ الْجِهَادُ فِي أَيَّامِهِ وَفُتِحَتْ فِيهِ الْفُتُوحَاتُ الْعَظِيمَةُ كَأَيَّامِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ) ذہبی کہتے ہیں کہ ولید کے زمانہ میں جہاد زندہ ہوگیا اور ایسی فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں جیسی کہ عمر ابن الخطاب کے وقت میں ہوئی تھیں جن دو بزرگ (امیر معاویہ و ولید)

کا حقیقی ذکر کیا دل چاہتا ہے کہ ان ہر دو بزرگانِ اہلسنت کے کچھ فضائل بھی بیان کر دوں تاکہ عام طور پر معلوم ہو جائے کہ اہلِ سنت نے حسبِ خبرِ معتبر مندرجہ صدر جو ۱۲ خلیفہ تجویز فرمائے ہیں وہ کیسے تھے!

حالاتِ امیر معاویہ

حضرت امیر معاویہ کے حالات اسلام کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ خلیفۂ برحق کا مقابلہ کیا محض طمعِ دُنیا سے بلا استحقاقِ جائز میدانِ جنگ میں ہزارہا بندگانِ خدا کا خون کرایا۔ منبرِ نبوی پر بیٹھکر خاندانِ نبوت کو بُرا کہا امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اُن کے مرنے پر اظہارِ سرور و بشاشت کیا بی بی عائشہ کو ایک گڑھے میں ڈالکر ہلاک کیا وغیرہ۔

حالاتِ حضرت خلیفہ ولید

اہلسنت کے بارہ خلفا میں سے ولید آٹھواں خلیفہ ایسا آٹھواں گذرا ہے جو عجیب ہی تھا کہ جس کے حالات لکھنے سے قلم کو حجاب معلوم ہوتا ہے۔ مولوی صدیق حسن خاں کتابِ حجج الکرامہ کے صفحہ (۱۹۶ و ۱۹۷) پر ولید کے متعلق ایک طولانی عبارت لکھتے ہیں جسکا بعض حصہ یہ ہے (از ولید فسق و کفر بابت لب یا رانا آنکہ این است کہ روزے در مجلس آمدہ دختر خود را دید کہ نزد دایۂ خود نشستہ است برجست و بکارتش را زائل کرد دایہ گفت این دینِ مجوس است ایں بیت بر خواند۔ بیت

مَن رَاقَبَ النَّاسَ غَمّاً　　وَفَازَ بِاللَّذَّةِ الجَسُور

یعنی جو شخص خوفِ ملامت کرتا ہے وہ رنج اُٹھاتا ہے، اور دلیر و جسور لذت و مراد حاصل کرتا ہے۔ پھر اُسی صفحہ پر تحریر ہے (روزے مصحف را کشاد این آیت برآمد وَ خَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیدٍ گفت مرا مے ترسانی مصحف را بند کرد و تیرے کہ در دست داشت بدان قرآن را زدن و پارہ کردن گرفت تا آنکہ دریدہ شد بعدہٗ این ابیات بخواند۔ اَتُوعِدُ کُلَّ جَبَّارٍ عَنِیدٍ * فَہَا اَنَا ذَاکَ جَبَّارٌ عَنِیدٌ

اِذَا لَاقَیْتَ رَبَّكَ یَوْمَ حَشْرٍ　　فَقُلْ یَا رَبِّ مَزَّقَنِی الْوَلِیْدُ

ولید قرآن سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ تو ہر جبار و سرکش کو ڈراتا ہے پس آگاہ ہو کہ وہ سرکش میں ہوں جبکہ تو خدا سے ملاقات کرے تو کہدینا کہ مجھکو ولید نے پھاڑ ڈالا تھا پھر اُسی موقع پر درج ہے۔ (روزے اذان شد نزدش جاریہ بود کہ بادے شراب میخورد برآوازِ اذان برخاست و ورا وطی کرد و سوگند خورد کہ جز آن جاریہ دیگرے ایں وقت با مردم نماز نہ گزارد پس آں جاریہ ہمچناں بدمست برخاست و لباس آں ناپاک برخود پوشیدہ و تبدیلِ صورت نمودہ با مردم نماز کرد و ہم چنیں بہ امہات اولاد پدر خود وطی میکرد) روضۃ الصفا میں درباب ولید لکھا ہے کہ یہ دو بیت آنحضرت صلعم کے متعلق اُس کی طبیعت کا نتیجہ ہیں

تَلَعَّبَ بِالْخِلَافَةِ هَاشِمِیٌّ　　بِلَا حَقٍّ اَتَاهُ وَلَا كِتَابٍ

فَقُلْ لِلّٰهِ یَمْنَعُنِیْ طَعَامِیْ　　وَقُلْ لِلّٰهِ یَمْنَعُنِیْ شَرَابِیْ

ایک ہاشمی (مراد از رسولِ خدا) بغیر کسی حق کے خلافت سے کھیلا تھا اُس پر کوئی کتاب نہ آئی تھی کہو خدا سے کہ مجھکو کھانے اور شراب پینے سے روکدے پھر اُسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ (ولید ارادہ کردہ بود کہ بمکۂ معظمہ رفتہ بربام کعبہ بشربِ خمر پردازد و شقاوت خود را از آنچہ بود روشن تر سازد۔ اما پیش از وقوعِ آں عزرائیل علیہ السلام بحکمِ جبارِ شدید الانتقام بقبض روحش پرداخت و بدرک الاسفل روانہ ساخت)۔

یہ ہیں وہ بارہ خلفاء جو حضراتِ اہلِ سنت نے حسب خبر آنحضرتؐ تجویز فرماکر وقعتِ اسلام بڑھائی ہے۔ بصلۂ فتوحات و ملک گیری جناب ولید حسب تصریح امام ذہبی مندرجۂ صدر بمرتبہ حضرت فاروق اعظم سمجھے گئے ہیں شیخ احمد حسن صاحب بجنوری المتخلص بہ رُسوا اپنے مؤلفہ رسالہ الحقیقت میں (جس کا جواب حقیر نے اصل الحقیقت) لکھا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں جو یزید یا مثل اُس کے اور لوگ خلیفۂ رسولؐ تسلیم کئے گئے ہیں وہ صرف اِس وجہ سے کہ اُن کو حکومت فی الارض حاصل ہوئی کفار کو تباہ کر کے مملکتِ اسلام کو بڑھایا شیعہ نے اولادِ رسولؐ کو جو کہ

بارہ امام طیب و طاہر ہیں رسول اللہ کا جانشین و قائم مقام سمجھا اور ہم نے یزید وغیرہ کو نبی کا
خلیفۂ برحق اعتقاد کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تین خلیفوں پر بشارات آیت محمود و فرمانے سے اہلِ سنت
سخت نا انصافی کرتے ہیں اُن کو چاہیے کہ خلفائے دوازدہ گانہ کی خلافت کے منکر کو کافر
اعتقاد فرمائیں جیسا کہ ثلاثہ کو جانتے ہیں ایسا ہی یزید و معاویہ و ولید وغیرہ کو سمجھیں اُن پر بھی
اجماع ہوا یہ بھی مجمع علیہ خلیفہ ہو کر فتوحات میں ہمپایہ ثلاثہ سمجھے گئے اگر تابعانِ یزید و ولید وغیرہ
خلافت کو کچھ اور وسیع کرنا چاہیں تو سلطان محمود و سلاطینِ لودیہ و چغتائیہ و تیموریہ سب کو تحتِ
آیۂ استخلاف کر دیویں۔ کیونکہ جو کام ثلاثہ سے وقوع پذیر ہوا وہی ان بادشاہوں سے
روئے ظہور لایا۔ بلکہ ان لوگوں نے دامنِ سلطنت کو ایسی وسعت دی کہ قندھار و ہرات
سے برہما تک پھیلا دیا سب کے اوقاتِ حکومت میں تمکین دین پوری ہوئی۔ امن امان
بہت اچھا رہا ہزارہا بتخانے توڑ کر مسجدیں بنیں جن میں عبادتِ خدا بلا امتزاجِ شرک
کی۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معاویہ و یزید و ولید وغیرہ و دیگر سلاطینِ مابعد کی حالت
ثلاثہ سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ طبقۂ آخر الذکر فطرتِ اسلام پر پیدا ہوا اور
ثلاثہ نے مدتِ مدید تک بتوں کی پرستش کی کافر عورتوں کے دودھ سے نشو و نما
پایا حرام چیزوں کو کھاتے پیتے رہے مرتے دم تک بوئے شرک طبیعت سے نہ گئی
حسب تسلیم شاہ ولی اللہ متذکرۂ اوراقِ بالا چیونٹی کی چال شرک خلیفہ اول کے رگ
و پے میں گھوم گشت کرتا رہا۔ پس مسلم فطری و مسلم ملتی میں بڑا فرق ہے۔ تعجب ہے
کہ مسلمانانِ فطری جو کہ مشرکانہ طریقہ سے قطعاً بری ہے نعمتِ استخلاف سے محروم
سمجھے جائیں۔ اور جن لوگوں نے دائرۂ کفر کی گود میں پرورش پائی وہ موحّد و خدا پرست
کہے جائیں۔ دیدہ باید سب اوور سیر اور دیگر اہلِ سنت توجیہاتِ حقیر کا کیا جواب دینگے
بحمد اللہ ہر پنج آیات کی توضیح سے جن کو اہلِ سنت نے مایۂ ناز سمجھ رکھا تھا فراغت
پائی۔ تمام ہندوستان میں انشاء اللہ کوئی عالمِ اہلِ سنت وجوہاتِ پیش کردہ
حقیر کے ابطال پر قادر نہ ہوگا بعد ازیں سب اوور سیر صاحب کی دیگر
توجیہات پر قلم اٹھاتا ہوں۔

سوائے پانچ آیات موصوفہ صدر تہذیب سبّ اور ویر صاحب کی کتاب تنویر کے بعض مقامات ضروریہ کا جواب

(عبارتِ تنویر العینین از سطر ۱۱ صفحہ ۶ تا سطر ۳ صفحہ ۷)

پس اگر کوئی شیطان (اس جگہ با تہذیب سبّ اور ویر نے شیعہ کی طرف اشارہ کیا ہے) آکر وسوسہ کرے کہ بیچ سورۂ انفال کے قصہ بدر میں نازل ہوا ہے قولہ تعالیٰ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ) ترجمہ۔ اے لوگو جو کہ ایمان لائے ہو جب کفار سے ملاقات کرو پس پیٹھ نہ دو کفار کی لڑائی سے یعنی ہرگز بھاگو نہیں۔ قولہ تعالیٰ (وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ) اور جو کہ پیٹھ دیوے کافروں کی لڑائی سے مگر اس حالت میں کہ پھرنے والا ہو لڑائی کے لئے یا پناہ لینے والا ہو طرف ایمان والوں کی پس تحقیق وہ لوٹا خدا کے غصہ کے ساتھ اور اُسکا ٹھکانا جہنم ہے اگر کوئی کہے کہ صحابہ اُحد اور حنین کی لڑائی میں بھاگے تھے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ جنگِ بدر میں جو کہ مقام آیت کے نازل ہونے کا ہے کوئی نہیں بھاگا بلکہ سب ثابت قدم رہے (اگر ثابت قدم رہے تھے تو جہنمی کیوں کہے گئے خدا کی معاذ اللہ بڑی بے انصافی ہے کہ ثابت قدموں کو مغضوب و دوزخی قرار دیا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ) بیشک تمہاری مدد کی اللہ تعالیٰ نے بدر میں حالانکہ تم ذلیل و خوار تھے کافروں کی آنکھ میں بسبب کمی کے اور قصہ بدر میں فرمایا (اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ) یاد کیجئے اے حبیب ہمارے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وحی کرتا تھا تمہارا پروردگار فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ہمراہ ہوں قولہ تعالیٰ (فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) ترجمہ۔ پس ثابت رکھو ایمانداروں کو اور آیت مذکورہ کفر پر دال نہیں ہے بلکہ اس امر پر دال ہے کہ بھاگنا کفار کی لڑائی سے حرام ہے اور حق اللہ تعالے ہی

اگر اللہ تعالے چاہے بخشدیوے چاہے عذاب کرے اور اسی وجہ سے جب اعدا کی
لڑائی میں فرار واقع ہوا تو حق تعالے نے اُس کو صاف کر دیا جیسا کہ قولہٗ تعالیٰ وَلَقَدْ
عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ سے مفہوم ہوتا ہے۔

جواب

الحمد للہ کہ شاہصاحب اور اُن کے مترجم سب اودھیر صاحب نے تسلیم فرما لیا
کہ صحابۂ رسولؐ میدانِ جنگ سے ضرور بھاگے اور اُن بھگوڑوں کو خدا نے جہنمی فرمایا
ہے۔ چونکہ مابین سنّی و شیعہ درباب گریز و فرار شیخین گفتگو چلی آتی ہے اور کتبِ احادیث
و تاریخ سے ہر جنگ میں ان کا گرم پوئیہ ہونا بلکہ دیگر بھگوڑوں کا امام بنجانا ثابت ہوچکا ہی
لہذا اُن تمام وعید کا اثر جو کہ آیت میں پشت بہ میدان ہونے والوں کے حق میں کیئے گئے
ہیں ثلاثہ اور اُن کے ساتھ والوں پر ہوگا۔ جنگِ بدر میں جو خدا نے اپنی امداد کا ذکر فرمایا
ہے بیشک وہ غیبی مدد لاحقِ حالِ صحابۂ کرام ہوئی اس میں ہم کو کبھی کلام ہوا نہ اب ہی۔ ہاں
یہ کہتے ہیں کہ وہ نصرتِ غیبی اُن بزرگواروں سے علاقہ رکھتی ہے جو کہ وہاں جی توڑ کر لڑے
اور جو لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے کھڑے رہے جیسے کہ حضرات شیخین تھے اُن کو اُس تفضّلِ
الٰہی سے کوئی حصّہ نہیں پہنچ سکتا ممکن نہیں کہ جنگ آزما بہادر میدان میں جائے اور پھر نہ
کسی کو مارے نہ خود زخم کھائے صرف اپنی پیاری جان سلامت لیکر واپس چلا آئے
بہ نظرِ اطمینانِ سب اودھیر صاحب بعض محاربہ کا نقشہ پیش کر کے دکھلائے دیتا ہوں
کہ ممدوحینِ اہلِ سنّت یعنی شیخ صاحبان نے لڑائیوں میں کیا دادِ جوانمردی دی۔ واضح
ہو کہ باتفاقِ اربابِ سیر آنحضرت سے (۴۴) لڑائیاں ہوئیں از آنجملہ (۹) میں تلوار چلی
اور (۱۵) میں صلح ہوئی جنابِ امیر علیہ السّلام کے ہاتھ سے ان (۹) لڑائیوں میں (۹۴)
سردارانِ کفّار واصلِ جہنم ہوئے مگر حضرات شیخین کے دستِ مبارک سے ایک شخص کا
بھی قتل ہونا کسی محدث و مؤرخ نے نہیں لکھا اور نہ یہ خوشے کیا گیا ہے کہ ان نازپروردہ
لوگوں نے کسی جنگ میں اپنے نازک اندام پر کوئی زخم کھایا۔ اہلِ تاریخ نے ہر ایک صحابی
کے کشتوں کا نام لکھا ہے مگر ان کے نام کے سامنے ہر جگہ صفر لگا ہوا ہے۔ سب اودھیر

صاحب انصاف فرمائیں کہ آیاتِ بالا میں جو وعدۂ نصرت فرمایا ہے وہ نکمے اور نا کارہ لوگوں سے نہیں کیا گیا جو کہ صرف مالِ غنیمت میں حصہ لینے کے لئے شماری نمبر کے تحت میں آ سکتے تھے بلکہ یہ بشارتِ عظمیٰ اُن بہادرانِ صفِ ہیجا کے سر پر تو لگن ہے جو کہ محض خوشنودیٔ خدا کے لئے دینِ اسلام کی بنیاد قائم کرنے والے تھے۔ چنانچہ ابن روزبہان ابطال الباطل میں لکھتے ہیں کہ (اِسْتَوَی الْاِسْلَامُ بِسَیْفِ عَلِیٍّ) یعنی علیؑ کی تلوار سے اسلام مستوی ہوا۔ افسوس ہے علمائے اہلِ سنت پر کہ حسبِ تصریحِ اوراقِ بالا حضرت امیرؑ کی ایسی توہین کریں کہ اُن کے زمانہ کو خالی از برکاتِ الٰہی بتلائیں اور ذوالفقارِ حیدری کی چمک سے جو اثر پڑا اُس سے چشم پوشی فرمائیں اور شیخین کے درم ناخریدہ غلام بنجائیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مزدوری بقدرِ خدمت ملا کرتی ہے۔ جس نے جہاد میں استحکامِ دینِ خدا کے لئے جانبازی کی وہ تمام نعماتِ الٰہی و بشاراتِ ربانی کا مستحق ہے اور جنہوں نے ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ کے سیاہ داغ چوتڑوں پر کھائے وہ اُن عقوبات و عتاب کے لائق ہیں جس کو ترجمہ میں سب او ور سیر صاحب نے واضح بیان فرمایا ہے۔ چونکہ سب او ور سیر صاحب کو شیخین کی خدماتِ جنگی کا خوب اندازہ ہے اور وہ اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں کہ اُن بزرگوارانِ ملتِ سنیہ نے میدانِ کارزار میں کیسے کیسے کار نمایاں کئے ہیں۔ لہذا اُن کا بچاؤ مدنظر کر کے سب او ور سیر صاحب نے ترجمۂ متذکرہ میں ظاہر فرمایا ہے کہ جہاد سے بھاگنا کفر پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ارتکابِ حرام کا ثابت کرنے والا ہے۔ اس تفریق سے اُن کا منشا یہ ہے کہ جو لوگ حروب سے بھاگے وہ بجرم فرار کافر تو نہیں ہوئے البتہ فعلِ حرام کے مرتکب ہوئے۔ سب او ور سیر صاحب جو فرماتے ہیں کہ بھاگنا کفر پر دلالت نہیں کرتا وہ مدارج النبوۃ کو ہاتھ میں لیکر واقعاتِ جنگِ اُحد کو ملاحظہ فرمائیں۔ انشاءاللہ یہ لکھا ہوا پائیں گے کہ جب سب مسلمان اپنے پیشوا کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تو آنحضرتؐ نہایت طیش و غضب سے اِدھر اُدھر نگراں ہوئے جانبِ راست دیکھا کہ علیؑ کھڑے ہوئے ہیں تعجباً حضرتؐ نے فرمایا کہ (یا علیؑ چوں شد کہ بہ یارانِ دیگر ملحق نہ شدی) آپ نے دستِ ادب باندھ کر عرض کیا (اَ اَکْفُرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ)

آیا کافر شوم بعد ایمان (اِنَّ لِیْ بِکَ اُسْوَۃً) مجھکو آپ کے ساتھ تعلق جاں نثاری و پیروی ہے یہ کب ہو سکتا تھا کہ حضور کو چھوڑ کر چلا جاتا کیا بعد ایمان کفر اختیار کرتا۔ سنیؔ اوور سیر صاحب نے جو ترجمہ میں لکھا ہے کہ بھاگنا کفر پر دلالت نہیں کرتا وہ حضرت امیرؑ کے ارشاد سے جو کہ اُنہیں کی معتبر کتاب میں درج ہے سبق حاصل کریں ہرگاہ بہ اعتقادِ مرتضوی وہ بھاگنا کفر تھا تو سنیؔ اوور سیر صاحب کفر و حرام کی تفریق کا کیا حق رکھتے ہیں اگر بھاگنا کفر نہ ہوتا اور صرف میدانِ حرام کاری میں انکی گھوم گشت ہوتی تو جسوقت حضرت امیرؑ نے فرمایا ماکہ کیا بھاگ کر میں کافر ہو جاتا تا آنحضرتؐ ارشاد فرماتے کہ یا علیؑ اِس بھاگنے کو کفر سے تعبیر نہ کرو بلکہ یہ کہو کہ بھاگنے والے بڑے پکے اور سخت مسلمان ہیں اُن کی بھاگ دوڑ نے میدانِ کفر کی سیاحت اُن کو نہیں کرائی صرف فعلِ حرام کا ارتکاب وقوع پذیر ہوا ہے۔ چونکہ مابین سنیؔ و شیعہ حضراتِ شیخین کے متعلق گفتگو ہے لہٰذا ان کی نسبت دکھلایا جاتا ہے کہ بعد فرار یہ لوگ محض مرتکبِ حرام ہوئے یا کہ حدودِ حرمت توڑ کر کچھ آگے بڑھ گئے تھے رسالہ مشعلِ ہدایت معروف بجواب رامپوری میں حقیر نے کتبِ اہلِ سنّت سے ثابت کر دیا ہے کہ جب معرکۂ احد میں مسلمان جن میں شیخین کرام بھی داخل تھے حضور پرنور کو چھوڑ کر گریزپا ہوئے تو حضرت ابوبکر و عمر نے فرمایا کہ نبی تو شہید ہو گئے اب اپنے پرانے گھروں کو آباد کر کے بھائی بندوں میں ملجانا چاہیئے۔ مگر جب اُن کو معلوم ہوا کہ حضرتؐ قتل نہیں ہوئے تو فرطِ ندامت سے ایک ایک قدم ہزار ہزار من کا بنائے ہوئے واپس آئے اور حضرت امیرؑ سے جناب عمر معافی خواہ ہوئے کہ یا علیؑ اِس ترکِ رفاقت کے جرم سے ہمکو بری فرمایا جائے جناب نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے نہیں کہا تھا کہ رسولؐ تو کام آئے ہم کو قدیم مذہب پر لوٹ جانا چاہیئے عمر صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو نہیں ابوبکر نے ایسا کہا تھا۔

دیدہ باید سنیؔ اوور سیر صاحب اب شیخین کو کفر شعار فرمائیں گے یا حرام کار ہی کہے جائیں گے اہلِ سنت اگر کلامِ الٰہی کو سچا جانتے ہیں تو یقین فرمالویں کہ خدا نے

اس (انقلاب علی الاعقاب) یعنی کفر کی طرف اُلٹے پاؤں پھر جانے کی پہلے خبر دیدی تھی۔ قرآن میں یہ آیت وارد ہوئی ہے کہ جناب احدیت نے فرمایا ہے کہ اگر محمد قتل ہو جائیں یا اپنی موت سے مر جائیں تو تم لوگ کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ احکامِ قرآن غلط نہیں ہو سکتے خبر قتل سنکر بھی مسلمان کافر ہوئے یا کفر قدیم اختیار کرنیکا ارادہ کیا اور بعد وفات بھی مرتد ہوئے تعجب ہے حضرات اہل سنت کے انصاف پر جن لوگوں نے جہاد سے روگردانی کر کے کفر اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا اُن کو یہ عزت دیں کہ خلفائے راشدین کے زینہ میں اول درجہ پر بٹھائیں اور حضرت امیرؑ کو جنہوں نے حلال کام کیا اور دینِ نبوی کی بنیاد کو مستحکم فرمایا وہ پست درجہ پر پھینکے جائیں اور وہاں بھی بطور رسمی خلیفہ کہے جائیں کسی مسئلہ میں اُن کی متابعت نہ کی جائے بلکہ اُن کی خلافت اور اُن کی اولاد کو سرچشمۂ مفاسد و باعثِ ضعفِ اسلام کہا جائے اگر کسی غیر مذہب والے کو حکم کر کے پوچھا جائے کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ارتکاب حلال کیا اور دوسرے چند شخصوں نے وہ راہ اختیار کی جسپر چلنا حرام تجویز ہوا تھا آپ کے نزدیک اِن میں اچھا کون تھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ منصف مزاج ثالث حرام کاروں کو فردِ اسلام سے خارج کر کے نظری کو دیگا سب او ور سیر صاحب جو لکھتے ہیں کہ بحکم (وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ) یعنی خدا نے جرم گریز پائی سے بھاگنے والوں کو پروانۂ معافی دیدیا۔ اِس میں ہم کچھ چون وچرا نہیں کرتے صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ ایک جنگ اُحد کے لئے معافی ہوئی ہے وہ بھی مومنینِ صحابہ کے لئے نہ کہ منافقین کے واسطے۔ ثلاثہ چونکہ حسب صراحت رسالہ نفاق شیخین در رسالۂ سجادیہ وغیرہا متذکرہ بالا اہلِ نفاق سے تھے اُن پر اُس چشم پوشی کا کچھ اثر نہو گا کیونکہ یہ بزرگوار ہمیشہ پشت بہ میدان ہوتے رہے۔ اگر بعد معرکۂ اُحد پھر کبھی نہ بھاگتے تو بشرطِ ایمان آیۂ عفو سے مستفید ہو سکتے تھے۔ مگر ایک خطا و خطا تیسری خطا قابلِ فروگذاشت نہیں ہو سکتی میں عقلائے اہلِ سنت سے پوچھتا ہوں بلا جنبۂ مذہب جواب دیں کہ جنگِ اُحد میں آنحضرتؐ پر وہ صدمۂ عظیم پہنچا کہ پایاں نہیں حضرت امیر حمزہ علیہ السلام شہید ہوئے۔ دندانِ مبارک پر صدمہ پہنچا ایسے موقع سے باوصف یاریگانگی و محبتِ روحانی شیخین کا ہٹ جانا اور اپنے

سپہ دار کو صفوف معاندین میں تنہا چھوڑ دینا سخت تعجب دلانے والا ہے کہ یہ لوگ نبی کے کیسے سچے دوست تھے؟ سنی صاحب جو آنحضرتؐ کا اِن لوگوں کو یار بتلاتے ہیں کیا وفادار و غمگسار یار ایسے ہی ہوتے ہیں؟ جیسے کہ شیخین وغیرہ تھے۔ سوائے رفاقت و صحابیت دونوں صاحب نبیؐ کے سسرے بھی تھے۔ کیا حسبِ رواج زمانہ سسر صاحبوں کو یہ زیبا تھا کہ داماد کی خبر نہ لیں اور بھاگ کھڑے ہوں حضرت عثمان کو بھی اہلِ سنت داماد کہتے ہیں ظاہر ہے کہ خویش من بعض الوجوہ فرزند سے افضل ہوتا ہے اگر بیٹا باپ کو اور خسر داماد کو نرغۂ اعدا میں گھرا ہوا دیکھکر اپنی جان بچانے کی فکر کرے تو کبھی شرفا کے نزدیک ذی عزت نگاہوں سے دیکھے جانے کی قابلیت نہ پیدا کرے گا۔ اگر تائیدِ خدا سے حضرت امیرؑ اُس طوفانِ بے تمیزی کو فرو نہ کرتے تو فرجام کار کیا نتیجہ ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ شیخین نے دینِ خدا کی کوئی مدد نہیں کی ہمیشہ جنگ سے مُنہ پھرا کے دستِ قدرت سے تازیانۂ کفر کھاتے رہے۔ اہلِ سنت کو اُن فتوحات پر بڑا ناز ہے جو کہ اُن کے عہدِ خلافت میں واقع ہوئیں۔ اہلِ دانش کو خیال فرمانا چاہیئے کہ اصل فتاح و بہادر وہ ہے جس نے اُسوقت اسلامی بنیاد کو مضبوط کیا جبکہ وہ کسی جگہ پر مستقل نہ تھی آنحضرتؐ کے زمانۂ کرامت نشانہ میں بابِ فتوح مفتوح ہو کر اکثر بلاد کفار محروسۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جسقدر مسلمانوں کو قوت ہوتی رہی خونخوار جامہ پہنکر بہ طمعِ توسیعِ سلطنت قدم بڑھاتے رہے جس سے بزورِ شمشیر اشاعتِ اسلام کا بدنما دھبہ قبائے اسلام پر لگ گیا حقیر نے رسالۂ الہادی میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے جسقدر خونریزی کی وہ بہ طمع ملک و دولت تھی محض خوشنودی خدا کے لئے خالصاً لوجہ اللہ نہ تھی اسی واسطے زمانۂ حال کے محقق کامل سر سید مرحوم نے خلفاء کی کار آزمائیوں کو حدِ جہاد سے خارج بتلا کر ملکی جنگ جیسی کہ سلاطینِ دنیا طلب کیا کرتے ہیں تجویز فرمایا ہے خیریت ہے شیخین بذاتِ خود کسی جنگ میں نہیں گئے سپاہ کام کرتی تھی اور نام اِن کا ہوتا تھا۔ مابین سنی و شیعہ اُن کی ذاتی بہادری میں گفتگو ہے سو وہ کسی طرح شیخین کو حاصل نہ تھی ابتدائے اسلام میں جبکہ جہاد کی شدید ضرورت تھی شیخین سے

کوئی نمایاں کام ظہور پذیر نہیں ہوا جس لڑائی میں دیکھو ان کی ناکامی تاریخ کے پہلے ورق پر نظر آجائے گی آیۂ پنجم کی توضیح میں اوراق بالا پر میں نے ناظرین کو دکھلا دیا ہے کہ باعتبار فتوحات ولید بد اطوار و شرابخوار و زناکار و حضرت عمر ایک درجہ میں شمار کئے گئے ہیں جو شخص کہ ہمتائے ولید ہو اُس کی بہادری پر فخر کرنا سوائے اہل سنت کے کسی دوسرے کا کام نہیں جسقدر آیات توصیفات مجاہدین میں وارد ہوئی ہیں اُن سے ثلاثہ کا بوجہ روگردانی از جہاد کوئی تعلق نہیں وہ جملہ آیات سرخیل مجاہدین حضرت امیرؑ سے علاقہ رکھتے ہیں یا کہ اُن صحابہ اخیار سے جو کہ دادِ مردانگی دیکر شہید ہوئے۔ اسیواسطے حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جتنی آیتیں قرآن میں مشتمل بہ توصیف ہیں اُن سب کے امیر و شریف و اعلےٰ مالک حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ دیکھو قرآن پاک میں صاف آیت موجود ہے آغاز اسلام میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ ایک مسلم دس کافروں سے مقابلہ کرے۔ جب تک جماعت اسلام تھوڑی رہی اسی طرح جہاد ہوتا رہا اور جب اُن کی قوت بڑھی اور مال غنیمت سے محتاج غنی ہونے لگے حکم سابق منسوخ ہو کر یہ فرمان نازل ہوا کہ ایک مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے جس شخص نے ایسے وقت میں اسلام کی کمک کی جبکہ ایک برابر دس کے کیا گیا تھا وہ بہرحال لائق ستایش ہے نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ممدوحین اہل سنت نے نہ دس کے سامنے تلوار کا ڈورا کھولا اور نہ دو کے۔ چونکہ سبحاودہ پیر صاحب نے تحریر بالا میں جنگ بدر کو پیش فرما کر ظاہر فرمایا ہے کہ خدا نے مومنوں کی امداد کا فرشتوں کے بھیجنے اور قلوب اہل ایمان کو نزول سکینہ سے سکن فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بات کو کھول کر دکھایا جائے کہ حضرات شیخین کو فرشتوں کے آنے اور سکینہ کے نازل ہونے سے کیا فائدہ پہنچا۔ یہ بزرگوار اُس جنگ میں محض شماری نمبر بنائے ہوئے تھے نہ خود لڑے اور نہ کسی لڑنے والے کا گھونسا کھایا پھر خدا ان نکمے لوگوں کی مدد فرشتگان ملاءِ اعلیٰ سے کیوں فرماتا اور کیلئے سکینہ نازل فرماتا۔ یاد رکھو ہمیشہ کمک اُسی لشکر کے لئے بھیجی جاتی ہے جو کہ اپنے غنیم سے جی توڑ جنگ کر کے غلبہ کے پہلو ڈھونڈا کرتا ہے۔ حضرات ثلاثہ وغیرہا نے شروع سلسلۂ جہاد

سے کبھی کسی لڑائی میں اپنے دست و بازو کو حرکت نہیں دی وہ ہمیشہ اس بات کے تجسس میں رہتے تھے کہ اور لوگ لڑیں اور مال غنیمت میں غنیمت کے حصہ دار ہم بھی بن جائیں بصورت دیگر روئے غلبہ مفقود دیکھ کر چلتے پھرتے نظر آئیں اور اگر زیادہ دباؤ پڑے تو اپنے کنبہ قبیلہ سے جا ملیں سب او ور پر صاحب غور فرمائیں کہ ایسے ناکارہ لوگوں کی مدد کے لئے خدا کیونکر فرشتوں کو بھیج سکتا تھا یہیں واضح ہو گیا کہ غیبی امداد بہادران صف ہیجا کے لئے تھی مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ نظر کو دکھلا دیا جائے کہ جنگ بدر میں تنہا جس شخص نے (۱۴) کافر قتل کئے وہ مستحق مدد تھا تاریخ واقدی و سیرتِ ابنِ ہشام و تاریخ خمیس وغیرہ میں حضرت امیرؑ کے مقتولوں کے نام لکھے ہیں اُن کو بالتفصیل عرض کیا جاتا ہے تاکہ ناواقفوں کو پوری واقفیت ہو جائے۔

نام اُن اکتالیس ۴۱ کافروں کے جو کہ جنگ بدر میں حضرت امیر علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوئے

(۱) ولید بن عتبہ
(۲) عاص بن سعید بن عاص بن امیہ
(۳) حنظلہ بن ابو سفیان برادر معاویہ
(۴) نوفل بن خویلد
(۵) عمیر بن عثمان بن عمر بن کعب
(۶) مسعود بن امیہ بن مغیرہ
(۷) قیس بن فاکہ
(۸) عاص بن منبہ بن حجاج
(۹) ابو العاص بن قیس بن عدی
(۱۰) عبداللہ بن منذر بن ابی رفع
(۱۱) حاجب بن سائب بن عویمر
(۱۲) عامر بن عبداللہ
(۱۳) عقیل بن اسود
(۱۴) حرملہ بن عمر بن ابی عتبہ
(۱۵) طعمہ بن عدی بن نوفل
(۱۶) زمعہ بن اسود بن مطلب
(۱۷) ابو قیس بن ولید بن مغیرہ
(۱۸) عبیدہ بن الحارث

(۱۹) اوس بن جمجی	(۲۰) عتبہ بن ابی معیط
(۲۱) حارث بن زمعہ	(۲۲) عتبہ بن حجاج
(۲۳) یزید بن ہلیص	(۲۴) یزید بن تمیم تمیمی
(۲۵) نضر بن حارث بن بکرہ	(۲۶) عمر بن عرف
(۲۷) اوس بن مغیرہ بن لوذان	(۲۸) معاویہ بن عامر بن عبدالقیس
(۲۹) و (۳۰) عثمان و مالک برادران طلحہ	(۳۱) مغیرہ بن عمر بن مخزوم
(۳۲) منذر بن ابی رفع	(۳۳) علقمہ بن بکرہ
(۳۴) معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص	(۳۵) لوذان بن ربیعہ
(۳۶) عاصم بن ابی عرف	(۳۷) سعید بن وہب
(۳۸) عبداللہ بن جمیل بن زہیر	(۳۹) سائب بن سعید بن مالک
(۴۰) ابوالحکم بن قیس	(۴۱) ہشام بن امیہ

کشتگان بدر کی فہرست میں اکثر وہ لوگ داخل ہیں جو کہ حضرت امیر معاویہ کے بھائی بھتیجے عزیز قریب تھے۔ انہیں مقتولین کو یزید جوش کفر سے اُسوقت یاد کرتا تھا جبکہ اہلبیت رسول اُس کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ فخریہ کہتا تھا کہ کہاں ہیں میرے خاندان کے وہ جوان جو کہ بدر کی لڑائی میں علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے تاکہ وہ دیکھتے کہ میں نے کیونکر اُن کے دشمنوں سے بدلا لیا۔ یزید کے یہ الفاظ کہہ رہے ہیں کہ اُس کا دل کفر و نفاق سے بھرا ہوا تھا اور اسلام میں اُس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ جنگ کربلا کو جو بعض ناواقف اہل سنت ملکی تنازعہ تبلاتے ہیں جیسا کہ مرزا حیرت دہلوی نے رسالہ خلافت شیخین میں بیان کیا ہے وہ سمجھ لیں کہ یہ نزاع ملک پر نہ تھا بلکہ پرانے اُبھرے ہوئے دل کے آبلوں کو قتل سیدالشہدا سے توڑا تھا۔ الحاصل جبکہ حضرت امیرؑ نے بدر میں ایسی جوانمردی دکھلائی کہ (۴۱) آدمی نبرد آزما قتل کر ڈالے اُسوقت کم سن تھے۔ قبل ازیں کسی جنگ میں تلوار اُٹھانے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ ایک ناآزمودہ کار بچہ اتنے آدمی واصل جہنم کرے اور شیخین پرانے لڑے

بھڑے بچا ہوں میدان دیکھے ہوئے دشمن کا ایک بال نہ کوچ سکیں۔ بدر میں جو خدا نے (بجنود لم تروہا) فرمایا ہے (نہ دیکھے جانیوالے لشکر اپنی فرشتوں سے امداد فرمانا) وہ مدد انصافاً اُن بہادران اسلام کی تھی جو کہ صف قتال میں اپنی جانوں پر کھیل کر جھما جھم تلواریں مار رہے تھے نہ اُن کی جن کا ساٹ بالشت لمبا تیغا کمبختی نیام میں منہ چھپائے سو رہا تھا۔ حقیر اول یہ بات دکھا چکا ہے کہ آنحضرت سے کلہم ۲۸ لڑائیاں ہوئیں نہ بدرہ میں صلح اور نوئیں تلوار سے فیصلہ ہوا۔ مگر کسی جنگ میں سوائے پیچھے ہٹنے کے ثلاثہ سے کوئی کام قابل یادداشت نہیں ہوا۔ اب سرایا کی نسبت تحقیقات کی جاتی ہے کہ اُن میں حضرات ثلاثہ نے کیا صفائی دکھلائی کل سریات کی تعداد (۵۴) ہے ازآنجملہ ایک سریہ میں حضرت ابوبکر وعمر سے جنگ ہوئی اور تین میں حضرت امیر علیہ السلام سے۔ دونوں بزرگان اہل سنت نے اُسی قاعدہ کی پابندی کی جس کے وہ عادی تھے۔ مگر حضرت علیؑ نے (۲۱) آدمی قتل کئے حضرت ابوبکر تو ایک نرم طبیعت ورقیق القلب کہے جاتے ہیں۔ مگر جناب فاروق اعظم عندالسنیہ بڑے پرجگر وجرنیل اسلام مانے ہوئے ہیں۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ ۔۔۔ ا ودرسیر صاحب کو اُن کی ذاتی بہادری کے کچھ واقعات دکھلادوں۔ تاکہ آیندہ وہ اُن کی نسبت فضول ولاطائل وخلاف واقعہ خیالات کرنے سے رُک جائیں اور اُس اپنے بزرگ کو ایسا ہی سمجھیں جیسے کہ وہ فی الواقع تھے۔ تاریخ خمیس ودیگر کتب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کو خندق کے کھودنے میں سخت تکلیف ہوئی اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضور اتو رمعہ صحابہ کے شدت گرسنگی سے پیٹ پر پتھر باندھکر کادین زمین میں مصروف تھے ۲۴-۲۵- روز تک جانبین سے تیر اندازی ہوتی رہی طرفین سے کوئی مغلوب نہ ہوا۔ آخر کفار کا نامی بہادر وسپہ سالار عمران عبدوُد ایک روز گھوڑے کو مہمیز کرکے خندق کے اس پار یعنی روبروے لشکر اسلام

آگیا اور مبارز طلب کیا۔ سوائے علی مرتضیٰؑ کسی نے تہیہ مقابلہ نہ کیا اُس کے
ساتھ اور بھی چند بہادرانِ عرب تھے جن کے نام یہ ہیں۔ عکرمہ ابنِ ابی جہل عبداللہ
ابنِ مغیرہ۔ ضرار ابنِ خطاب۔ نوفل ابنِ عبداللہ وغیرہ یہ لوگ نہایت جوش سے
بار بار شور مچا کر کہہ رہے تھے کہ لشکرِ محمدؐ میں کوئی ایسا جوانمرد ہے جو ہمارے مقابلہ پر آئے
علیؑ بار بار اُٹھتے تھے اور نبیؐ بازو تھام تھام کر بٹھا لیتے تھے۔ تمام سرانِ اسلام سر
جھکائے ہوئے اُن لوگوں کے پرخشونت آوازے سُن رہے تھے مگر جواب کی
جرأت نہ تھی یہ بے ہمتی دیکھکر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کوئی مقابلے پر نہیں جاتا
اُسوقت جنابِ عمر نے فرمایا کہ حضور کوئی آدمی ہو تو اُس کے مقابلہ کو جائیں یہ تو دیو زاد
اسفندیار نژاد ہے ایک حکایت اِس کی جرأت کی سناتا ہوں اُس پر اِس کی طاقت کا
قیاس فرمایئے ایک قافلہ مالِ تجارت لیئے شام کو جا رہا تھا فدوی بھی ساتھ تھا اتفاقات
سے یہ پہلوان بھی ایک منزل سے شامل ہو گیا۔ راہ میں قافلہ پر ڈاکہ پڑا ہزار ہا خونخوار
لٹیرے آن پڑے۔ سب کو بے حواس کر دیا۔ اِس بہادر نے شترِ مثلِ سپر ہاتھ میں
اُٹھا کر ایک دم میں سب کو بھگا دیا بعض کو قتل اور اکثر کو زخمی کیا بندہ اِسکو خوب
جانچے ہوئے ہے میدان کی طرف قدم نہیں اُٹھا سکتا رہے باقی سپاہی کس کی مجال
ہے جو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ عمر جیسے نامور آدمی سے یہ بودی
باتیں سنکر اہلِ لشکر جو پہلے ہی سے نیم جان ہو رہے تھے اور بھی مردہ ہوگئے۔ آنحضرت
بہ نگاہ تحیر عمر صاحب کو دیکھکر کہہ رہے تھے کہ کس خوبی سے فوج کا دل توڑ
رہے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ ایسے وقت میں اُن کلمات کا بمصلحت استعمال
کرتے ہیں جن کے سُننے سے طبیعت میں سرسراہٹ (جوش جنگ) پیدا ہو
نہ یہ کہ دشمن کے بھاٹ ہوجائیں۔ جب سب سپاہ نے ہتھیار کھول کر
رکھ دیئے۔ تب آنحضرتؐ نے حضرت امیرؑ کو رخصت دی آپ نے بمدد خدا
وو عائے نبویؐ اُس ممدوحِ عمر کو ایک ضرب میں واصل جہنم کیا۔ سب اور سر
توجہ فرمائیں کہ اگر حضرت امیرؑ مقابلے پر نہ جاتے تو اسلام وہیں خندق میں پڑ سسکتے

کر کے خدا نے لیتا اور عمر صاحب گرفتار ہو کر نہ معلوم کس جزیرہ میں پھینکے جاتے ولایت مآب نے اسلام پر بڑا احسان کیا ڈوبتی ہوئی کشتی کو ورطۂ ہلاکت سے نکال لیا۔ اس خدمتِ نمایاں کی جزا سوائے خدا اور رسولؐ کے اور کون علیؑ کو دے سکتا تھا۔ آنحضرتؐ نے بحکم وحی فرما دیا کہ علیؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت پر فضیلت رکھتی ہے۔ اللہ اکبر حضرت امیرؑ کی ایک ضربت کو خدا نے یہ عزت دی کہ تمام امت کے اعمالِ حسنہ سے جو کہ قیامت تک کئے جائیں گے ہزاروں درجہ بڑھا دیا۔ اس عزت افزائی کا سبب یہ ہے کہ اگر جنابِ امیرؑ اعانت نہ فرماتے تو مسلمان گرفتارِ پنجۂ کفار ہو کر ذلیل و خوار ہو جاتے۔ آپ نے اسلام کو صدمۂ عظیم سے بچا لیا۔ قرآنِ پاک میں ان مجاہدین کی تعریف ہے اور جسقدر آیاتِ مدحت درج قرآن ہیں وہ سب کی سب ثابتین سے علاقہ رکھتی ہیں نہ کہ فارین سے۔

بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ ممدوح فی القرآن حضرت علیؑ و دیگر صحابۂ اخیار ہیں نہ کہ ثلاثہ و امثالہم فرار شعار آیات سے جو جہلا کو دھوکا دیا تھا وہ بعنایتِ الٰہی صاف ہو گیا۔

عبارتِ تنویر العینین از سطر ۴ صفحہ ۸ تا سطر ۱۰ صفحہ ۹۔

طول سمجھکر عبارت نقل نہیں کی مطلب سطور تحتی میں بیان کر دیا ہے جس کو ضرورت ہو حسبِ نشان بالا دیکھ لیوے۔

سب او ور سیر صاحب نے اپنی تقریر میں زیادہ تر زور اس بات پر دیا ہے کہ بعد آنحضرتؐ منافقین کا وجود معدوم ہو گیا تھا ایک شخص باقی نہ رہا تھا ثلاثہ اگر بقولِ شیعہ منافق ہوتے تو مومنین اُن کی مدد نہ کرتے خدا اُنکو بے ولی و نصیر اچھوڑ دیتا۔ اس کا مقصد و مشرح جواب آیہ (وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ) کی توضیح میں دیا گیا۔ چند ورق اُلٹ کر ملاحظہ فرما لیا جائے اس جگہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعد وفاتِ حضور منافقین ضرور گشت فرمائی ملک عرب

رہے اور اُنھوں نے اسلام میں وہ خرابی ڈالی جس کا اثر قیامت تک جانیوالا
نہیں ہے سب اور ریسیر صاحب نے حمایتِ اہلِ نفاق جو توجیہات پیدا کی
ہیں وہ سب یکسر باطل ہیں۔ ناظرینِ تحریرِ حقیر کو بہ نگاہِ توجہ ملاحظہ فرمائیں۔ معلوم
ہونا چاہیئے کہ مؤمنین و منافقین کا طرزِ عمل بہ مثلِ ادائے نماز و روزہ و حج و زکوۃ
وجہاد وغیرہ ایک عنوان سے تھا۔ لہذا تمیز نہ ہوسکتی تھی کہ کون منافق ہے اور کون
مومن حتی کہ رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام بھی اُن کو نہ پہچان سکتے تھے سورۂ توبہ
کے رکوع (۱۳) کی یہ آیت جس کو سب اور ریسیر صاحب نے بھی لکھا ہے شاہد
ہے (وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ)
یعنی بعض اہلِ مدینہ کا دل نفاق سے بھرا ہوا ہے اے محمدؐ تم ان منافقوں کو
نہیں جانتے ہم سب کے حالاتِ قلبی سے آگاہ ہیں۔ اربابِ نفاق کی بحدے
کثرت تھی کہ آنحضرتؐ کو حکم ہوا کہ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
إِلَى آخِرِهِ) ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے منافقین سے جنگ نہیں کی بلکہ حسبِ تصریح
رسالۂ مشعلِ ہدایت مولفہ حقیر اُسکو دستِ مرتضوی پر چھوڑ دیا تھا پھر نہ معلوم اس گروہ
کا کیونکر خاتمہ ہوگیا نہ وبا پھیلی نہ ہیضہ ہوا نہ طاعون کی جھٹنی ہوئی چونکہ مومن و منافق میں
امتیاز مشکل تھا لہذا قدرت نے ایک کسوٹی قائم کردی تھی محبِ علی مومن
کہا جاتا تھا اور دشمن منافق صحیح ترمذی میں جابرؓ انصاری اور ابو دجانہ سے روایت
ہے کہ عداوتِ مرتضوی آنحضرتؐ کے زمانہ میں صحیح علامتِ نفاق تجویز ہوگئی تھی
اگر بعدِ نبیؐ دنیا میں کوئی دشمنِ اہلبیتؑ تھا تو ضرور ماننا پڑیگا کہ منافق بھی تھے سو یہ ایسی
بات ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ میں خود مترجم صاحب کے بیان سے
ثابت کیئے دیتا ہوں کہ۔ وجودِ منافقین ضرور تھا۔ وہ خود تحریرِ بالا میں تسلیم فرماتے ہیں
کہ حضرت حذیفہ کو آنحضرتؐ نے اسمائے منافقین بتلا دیئے تھے۔ لمؤلف۔
حضرت عمر جناب حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام تو تمہاری فہرست میں
نہیں ہے۔ اگر اُس وقت بقولِ سب اور ریسیر صاحب تخمِ نفاق دنیا سے اُٹھ گیا

تھا تو عمر صاحب کیوں دریافت فرمایا کرتے تھے عمر صاحب اپنے نفاق پر بجاے
متیقن تھے کہ حسب اندراج کتاب مغنی بہ روایت امام ذہبی خود حضرت عمر نے
فرمایا (باللہ یا حذیفۃ انا من المنافقین) یعنی خدا کی قسم اے حذیفہ میں منافقوں میں سے
ہوں۔ سب او ور سیر صاحب نے جو ترجمہ میں یہ بات دکھلائی ہے کہ جن صحابہ پر
اہل سنت فریفتہ ہیں اُن میں ایک بھی منافق نہ تھا اگر ہم اُن کے ارشاد کو مان بھی لیویں
تو تبلانا پڑیگا کہ حضرت دوم اپنے ایمان و نفاق کی جانچ حذیفہ سے کیوں کرایا کرتے
تھے اور حسب تصریح امام ذہبی واللہ باللہ سے اپنی منافقت کو کیوں موثق
کیا کرتے تھے۔ میں انشاء اللہ صحاح اہل سنت سے ثابت کر دونگا کہ بعد وفات آنحضرت صلعم
مدینہ ارباب نفاق و شقاق سے بھرا ہوا تھا۔ اور اخر الثلثہ بالضرور منافق تھے۔
صحیح مسلم جلد ۲ کے صفحہ (۱۲۷) پر لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب حذیفہؓ سے
فرمایا کہ ہماری وفات سے بہت ہی قریب تر ایسے لوگ فرمانروائے ملک
اسلام ہونگے۔ جنکے دل شیطان کے ہونگے اور صورت انسان کی۔ وہ راہ حق
سے لوگوں کو ہٹا کر بادیہ غوایت و ضلالت کی سیر کرائینگے۔ اُنکے احکام کو ماننا
اور اطاعت کرنا۔ اگرچہ وہ کیسے ہی ظلم کریں۔ علی ہذا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ
کو خبر دیگئی تھی کہ لوگ مال خدا کو کھا جائینگے۔ اور ظلم و بدعت اختیار کرینگے حضرت
امیرؑ سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ عنقریب وہ لوگ حکومت کرنیوالے
ہونگے۔ جو کہ دین سے متنفر ہو کر دنیا کو لپٹ جائینگے۔ میراث کو کھا جائینگے۔ اور
صفحۂ دنیا کو تختۂ مکاری بنائینگے۔ اُسوقت پر آفت میں تم کیا کرو گے؟ آپنے
عرض کی کہ میں اُن مصائب و بلیات پر صبر کرونگا۔ اور جس چیز کو وہ اپنا مایۂ
ناز سمجھینگے بالکل چھوڑ دونگا۔ کنز العمال کی چھٹی جلد کے صفحہ (۹۹) پر یہ واقعہ
بعبارت عربی لکھا ہے۔ اُسی کتاب کے صفحہ (۲۷) پر درج ہے۔ آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ بعد ہمارے ایسے امام ہونگے کہ اگر تم اُنکی اطاعت کرو گے
تو کافر بنا دینگے۔ بصورت انحراف قتل کرا دینگے۔ بخاری شریف میں ہے

(تَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَکُوْنُ نَدَامَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ) حضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ حرص امارت کروگے اور وہ قیامت میں تم کو ندامت دینے والی ہوگی۔ جملہ اخبار متذکرہ بالا پر حنیف نے رسالہ مشعل ہدایت میں بحث کرکے ثابت کر دیا ہے کہ جن شیاطین دنیا پرست لوگوں کی مخبر آنحضرت نے حذیفہ وابوذر و حضرت امیرؑ کو دی تھی وہ سوائے ثلاثہ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگر سب اوور سیر صاحب اپنے مذہب کو مستحکم سمجھتے ہیں تو بہ رد مضامین رسالہ مذکور ہم کو سمجھا دیویں کہ جن لوگوں کی خبر دار د احادیث ہوئی ہے وہ ثلاثہ نہ تھے بلکہ اور لوگ تھے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں حضرت حذیفہ کا بھی اعتقاد دکھادیا جائے۔ بخاری کی کتاب الفتن میں صفحہ (۱۰۵۹) پر لکھا ہے (عَنْ حُذَیْفَةَ اِنَّمَا کَانَ النِّفَاقُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَاِنَّمَا هُوَ الْکُفْرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ) حذیفہ کہتے ہیں کہ عہد نبیؐ میں لوگ منافق تھے لیکن اب اس سے گزر کر میدان کفر کی سیر کر رہے ہیں۔ کیوں جناب سب اوور سیر صاحب آپ تو فرماتے تھے کہ بعد نبیؐ کوئی منافق باقی نہ رہا تھا حذیفہؓ کے اظہار کی باضابطہ نقل جو ہم نے پیش کی ہے اس کو کیونکر رد فرماییے گا۔ بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ جیسے آنحضرتؐ کے زمانہ میں منافق تھے وہی صورت آپ کے بعد رہی۔ بلکہ بقول حذیفہؓ حدود نفاق سے باہر نکلکر مملکت کفرستان میں لوگ پہنچ گئے تھے جو لوگ شیطان سیرت وانسان صورت تھے جنہوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی مال خدا و میراث کو کھایا جن کی بدعملیوں پر حضرت امیرؑ نے صبر کیا وہ سب منافق بلکہ کلمہ گو کافر تھے۔

سب اوور سیر صاحب میں آپ کو روح انصاف کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ قیود مذہبی سے جدا ہو کر ذرا سوچئے کہ جن لوگوں کو آنحضرتؐ نے حسب اندراج بخاری ومسلم وکنز العمال حریص حکومت دین سے متنفر دنیا کا بندہ مکار فریبی انسان صورت شیطان سیرت بتلایا تھا وہ کون لوگ تھے؟ مال خدا کون ہضم کر گیا؟ میراث کس کے گلے میں اتر گئی حضرت امیرؑ نے کن لوگوں کے اوقات حکومت میں

صبر سے کام لیا اور اُن کے معاملات میں تعرض نہ کیا حضرت امیرؑ پر وہ مصیبت کب اور کس طرح سے پڑی تھی جس کے واقع ہونے پر آپ نے صبر کا وعدہ کیا تھا میں یقین کرتا ہوں کہ اگر چشم تحقیقات وحق بیں سے سب اوورسیر صاحب کام لیں گے تو سیدھے ثلاثہ کے دروازہ پر اس طرح بے تکلف جا کھڑے ہونگے کہ جیسے پنجاب کے کھوجی المعروف قدم پہچاننے والے اچور کے گھر پہنچ جاتے ہیں شاید سیدھا راستہ چھوڑ کر پگڈنڈی پر گزر کر کے بنی اُمیہ کے دروازہ کی زنجیر جا ہلائیں۔ اور یہ کہکر اپنا دل خوش کر لیویں کہ جن لوگوں کی خبر آنحضرتؐ نے دی ہے وہ ثلاثہ نہیں بلکہ معاویہ و عائشہ وغیرہ محاربین حضرت امیرؑ ہیں۔ ہم کو اس میں اگرچہ بہت سے عذرات ہیں مگر بخاطر داشت اہل سنت اِن لوگوں کے لے لینے میں بھی چنداں مضایقہ نہیں۔ بسم اللہ سب لوگوں کو ہمارے حوالے کر کے تحریری اجازت نامہ دے دیویں کہ جس طرح چاہیں اُن سے پیش آئیں۔ لیکن قبل از تحویل اتنا خیال فرمالیویں کہ اُن لوگوں کے زمانہ میں حضرت امیرؑ نے سکوت نہیں کیا تلوار سے کام لیا ہے اور آپ نے وعدہ صبر کیا تھا ثلاثہ کے وقت میں مال میراث لٹتے ہوئے دیکھکر حضرت علیؑ کا اُف نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ اُنہوں نے ارشاد نبیؐ کی پوری تعمیل کی اگر تائید خدا شامل حال نہ ہوتی تو ایسے مواقع پر چون و چرا نہ کرنا جیسا کہ حضرت علیؑ سے وقوع پذیر ہوا نہایت مشکل تھا۔ یہ چند باتیں کتب اہل سنت سے ایسی پیش کی گئی ہیں کہ جنکے ابطال پر کسی کو قدرت نہ ہوگی سب اوورسیر صاحب شاید کتب متذکرہ کی بہم رسانی میں کوشش نہ فرمائیں۔ لہذا اُن سے التماس کیا جاتا ہے کہ اگر فی الواقع تحقیق مدنظر ہو تو حقیر یا کسی دوسرے شیعہ سے استدعا فرمائیں انشاء اللہ جملہ کتب دکھادی جائیں گی۔ لیکن قبل ازیں کہ سب اوورسیر صاحب اپنے دفتر کا ملاحظہ فرمائیں۔ ایک اور سندی کتاب کا نشان دیتا ہوں جو کہ بلا دقت ہر جگہ مل سکتی ہے۔ وہ مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے بمقام وصایائے آنحضرتؐ یہ عبارت اُس میں لکھی پائیں گے۔ حضور پر نورؐ نے ہنگام رحلت فرمایا کہ (یا علیؑ

بعد از من بسے مکروہاتِ زمانہ بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و چوں بینی کہ مردم دنیا دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری (اودو رسیر صاحب پر فرض ہے کہ ہم کو بتلائیں کہ بعدِ آنحضرتؐ وہ کون لوگ تھے جو کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے پڑ گئے جناب والا توجہ فرمائیں جن بزرگواروں نے بہ استحقاقِ ناجائز دین کو ترک کر کے دنیا کو جائے قرار بنایا تھا وہ بالکل دنیا کے بندے تھے دین سے اُن کو مطلق سروکار نہ تھا۔ حضرت امیرؑ نے اُن کے اوقاتِ حکومت میں صبر و سکوت سے کام لیا اور اُن کی بیجا دست اندازیوں پر کبھی تعرض نہ کیا۔ اگر اہلِ سنت ہزار کوشش کریں سوائے ثلاثہ کے کسی کو نہ بتلا سکیں گے۔ بہ نظرِ تسکینِ حضراتِ ناظرین حقیر ایک صاف و صریح نشان بتلاتا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کی خبر مخبرِ صادق نے دی تھی وہ سوائے ثلاثہ کے اور کوئی نہ تھا علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ جب دجال خروج کریگا تو اُس کے رفقا، و دمسازوہ لوگ ہوں گے جو کہ عثمان کے دوست اور اُن کے تابعین سے ہوں گے عبارت یہ ہے۔ (عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِذَا خَرَجَ الدَّجَّالُ تَبِعَہٗ مَنْ کَانَ یُحِبُّ عُثْمَانَ) جمیع اہلِ سنت بالیقین احباب و تابعینِ جنابِ عثمان میں داخل ہیں افسوس ہے کہ اسلام کا اتنا بڑا گروہ دجال کے گدھے کی دم پر ہاتھ رکھے ہوئے (ھٰذَا اِمَامُنَا) کہتا ہوا ساتھ ہوگا۔ چونکہ جناب عائشہ صدیقہ طالبِ خونِ عثمان ہو کر حضرت امیرؑ سے بر سرِ مخاصمہ ہوئی تھیں لہٰذا وہ بھی اُس گروہ میں ضرور رونق افزائے محبانِ عثمان ہو کر تقویت بخشِ سنیاں ہوں گی۔ اگر بدانستِ سب اودو رسیر صاحب بعدِ آنحضرتؐ دنیا میں کوئی منافق نہ رہا تھا اور ممدوحینِ اہلِ سنت سب کے سب خوش کردار و وفا شعار تھے تو تعریضاتِ حقیر کا جواب ضرور عنایت فرمائیں۔ تحریراتِ بالا میں کتبِ اہلِ سنت سے ظاہر کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو موردِ آلام و بلیات ہونے

درہجوم تفکرات کی خبر دیکر مامور بہ صبر فرمایا تھا لہٰذا یہ امر قابلِ غور ہے کہ آیا حضرت
علیؑ کو بعدِ رسول کچھ امور مکروہہ پیش آئے اور آپ نے عامل بہ وصیتِ نبویؐ ہوکر
صبر و تحمل فرمایا لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مصائب کا ذکر کردیا جائے
تاکہ تصدیق قولِ نبویؐ ہوجائے۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی معمولی شخص کے
گھر میت واقع ہوجاتی ہے تو اہلِ محلہ جمع ہوکر پس ماندگان کے شریکِ گریہ
و بکا ہوتے ہیں گاڑنے دابنے میں اُس کی مدد کرتے ہیں۔ صاحبِ عزا کو
تسلی و دلاسا دیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کوئی معمولی و بے وقار شخص
نہ تھے دین و دنیا کے بادشاہ تھے کل مسلمانوں کی گردن پر اُن کا حقِ احسان
تھا ایسے جلیل القدر سلطان کے مرنے پر مدینہ کے در و دیوار ہل جاتے ہر گھر
میں شورِ ماتم برپا ہوجاتا۔ جمیع صحابۂ اہلِ سنت کی دل نہادی و خاطر داری
کو مقدم جانتے حسنینِ شریفین کو مثلِ یتیم بچوں کے گود میں لئے بہلاتے پھرتے
حضرت علیؑ کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرکے صفِ ماتم پر بیٹھتے۔ جنابِ سیدہ
علیہا السلام سے عرض کرتے کہ بے شبہ آپ کے سر پر کوہِ مصیبت گر پڑا
تقدیراتِ الٰہی میں کسی کا اختیار نہیں۔ نعماتِ الٰہی جو دمبدم نازل ہوتی تھیں
وہ دفعۃً سلب ہوگئیں۔ میکائیلؑ و سرافیلؑ کا اُترجاتا رہا بہشتی میووں کا آنا
بند ہوگیا۔ آپ صبر فرمائیں اور اِس صدمۂ جانگسل سے کاہیدہ نہوں ہم سب
لوگ آپ کے دروازہ کے سلامی ہیں۔ جناب کے والدِ ماجد نے ہم کو چاہِ
ضلالت سے نکالکر چشمۂ ہدایت سے سیراب فرمایا فقیر سے امیر بنایا۔ اہلِ عرب
پہلے ہم کو بہ ذلت و حقارت دیکھتے تھے حضور کے پدرِ بزرگوار کی برکت سے
اب ہم معزز گروہ میں شمار ہوتے ہیں حضور کے والد کی تبلیغِ رسالت کا معاوضہ آپکی
محبت بحکمِ قرآن ہم پر فرض کی گئی ہے بہ مفادِ حدیثِ ثقلین مثلِ قرآن تم ہماری حاکم
ہو۔ نہایت سچائی سے عرض کرتے ہیں کہ مثلِ عہدِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کے احکام
کی جوکہ سراسر واجب الاذعان ہوں گے تعمیل کریں گے در دولت پر غلامانہ

طریقہ سے جیسے سابق کو اپنا فخر سمجھیں گے اجرائے اسلام میں نیک نیتی سے
کوشاں رہینگے فدویانہ وفاداری وغلامانہ سلیقہ شعاری کی شرائط کو حتی الامکان
بجالائیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ اسوقت کے سربرآوردہ مسلمانوں نے نبیؐ
کے وفات پاتے ہی بالکل کجروی اختیار کی۔ صفِ ماتم پر بیٹھکر دردرسیدوں کا
دل بڑھانا تو کجا جنازہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ دفنِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
شریک نہ ہوئے سقیفۂ بنی ساعدہ میں جو کہ بقولِ صاحبِ غیاث اللغات مفسدوں
کے جماؤ کا موقع تھا تین دن تک دربابِ حصولِ حکومت باہم گر لڑتے جھگڑتے
رہے۔ علی علیہ السلام بچشمِ حسرت دیکھ رہے تھے کہ ہائے دفعۃً زمانہ نے کیا پلٹا
کھایا کہ قبر کھودنے کو آدمی نہیں ملتا۔ بالآخر انہی مصیبت زدہ بنی ہاشم نے سارے
وہ کام کیے جو کہ میت سے متعلق ہوتے ہیں۔ سقیفہ سے نکلکر جو بے ادبیاں
خاندانِ نبوت سے کیں وہ آگ کے قصہ سے ہویدا ہیں غرضکہ حضرت امیر
علیہ السلام کے ساتھ وہ کج ادائیاں کیں جنکا بیان طوالت رکھتا ہے جمع بین الصحیحین
میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حیات تک کچھ تکریم خاندانِ رسالت
کی لوگ کرتے تھے اور بعد وفات اسکو بھی چھوڑ دیا تھا۔ حضرت امیرؑ اُن لوگوں کی
بے اعتنائی سے بحدے مضطر ہوئے کہ ناچار ہوکر ابوبکر سے صلح کرلی۔ مگر وہ بھی فائدہ
رساں نہ ہوئی۔ حضرت علی علیہ السلام کو کبھی کسی ملکی معاملہ میں دخل نہ دینے دیا
ہائے افسوس ملتا ہوا ذلیل وحقیر گروہ بنی اُمیہ عہد خلفاء میں یہ وقار پائے
کہ معاویہ گورنرِ شام ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشیرہ تمامتر معطل ہوکر
یہودیوں کی مزدوری کرے ایسے مواقعِ مکروہہ پر عامل بہ وصیت نبوی ہوکر
پابندِ سلسلۂ شکیبائی رہنا سوائے حضرت امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے
کا کام نہ تھا۔ کیوں جناب سب اودور سیر صاحب اگر بقول جناب وغیات
تخمِ نفاق سوختہ ہو گیا تھا تو یہ کون لوگ تھے۔ جنہوں نے نبیؐ کے جنازہ کو بے گور وکفن
چھوڑ کر خاندانِ رسالت کی اذیت دہی پر مضبوط کمر باندھ لی تھی؟

التماسِ آخری

بخدمت سب اوورسیر صاحب

جناب نے رسالہ تنویر میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے کوئی تازہ اور جدید بات آپکی بکرِ فکر سے پیدا نہ ہوئی تھی۔ پُرانی رد شدہ کتابوں کے مضامین حوالۂ قلم فرمائے تھے جن کا جواب ایسی توضیح و تشریح سے دیا گیا ہے کہ ناظرین خود انصاف فرمائیں گے اور آپ کا قلبِ صافی بھی انشاء اللہ مان لیگا قرآن سے آپ کے استدلال کی غلطی بطرزِ واجب ثابت کر دی گئی۔ یاد رکھیے جبکہ آیاتِ قرآن آپ کی مدد دہی سے قاصر ہیں تو دیگر مقامات سے آپ کی کیا تائید ہو سکتی ہے۔ فدک و خلافت کے لیے جو آپ نے قلم فرسائی کی ہے اُسکے لیے صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ آپ کے علمائے اعلام سے

بیت

بساکیں دریں رہ فرس راندہ اند　　بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند

تحفہ کے بابِ ہفتم کا جواب جسکا تعلق امامت سے ہے قابلِ ملاحظہ ہے فدک کی بحث کے لئے تشئید المطاعن کافی ہے۔ سوائے ازیں اُردو میں اُس کا پورا جواب رسالہ سجادیہ و تقریرِ دلپذیر و آفتابِ خلافت میں مفصّل درج ہے مطبع مقبول پریس دہلی سے منگا کر ملاحظہ فرمالیجیے۔ اگر اپنے ذی حق ہونے کا یقین ہے تو جواب تحریر فرمائیے

والسّلام علی من اتبع الہدےٰ

تمت

سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر اینڈ پبلشر

سید معین الحسن مکلت رقم کاتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل ما شهدت به الاعداء

(فضیلت [illegible] وہی ہے جسکی گواہی دشمن بھی دیں)

مندرجۂ بالا فقرہ جسقدر [illegible] صداقت - سچائی اور راستی کے پہلو لئے [illegible] ن قدر ان لوگوں نے اس سے فائدہ حاصل [illegible] جنہوں نے ابتدا سے جہاد لسانی کو اپنا معمول بہ بنائے رکھا [illegible] ہوں نے گردنیں کٹوا دیں - خون وقف کر دئے فولاد کے خنجروں - چمکدار برچھوں [illegible] نکیلے اور جگر دوز تیروں کو استقلال - سکون - طمانیت - بشاشت اور نہایت مسرت سے [illegible] کے ساتھ اپنے گلوں پر - اپنے سینے میں اپنے دل میں جگہ دی - ان کی تکلیف برداشت [illegible] ہنستے کھیلتے اس دنیا سے سدھارے - مگر ہاں دشمنان کے جرگے کچھ اس رنگ [illegible] ے دست سے گئے کہ مد مقابل آج تک مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے - تدبیریں ہو رہی ہیں مرہم پٹی کی جا رہی ہے - لیکن کچھ ایسا زخم ہے کہ جسکا اندمال نہ آج تک ہو سکا نہ آئندہ ہونے کی امید کی جا سکتی ہے -

اصل مایہ النزاع

شیعہ اور سنیوں میں اگر دیکھا جائے تو یہی ہے کہ آخر الذکر فرقے نے ابتدا سے تنقیص اہلبیت پیغمبر پر کمر باندھی اور شیعوں نے ان کی زبان سینے کا الزام کیا لیکن کس طرح؟ انہی کے اقوال سے - انہی کی تحریروں سے - ان ہی کی روایات سے - انہی کی احادیث سے - انہی کی کتابوں سے شیعہ متکلمین کا ہمیشہ سے یہی عملدرآمد رہا - یہی ہے - اور یہی رہے گا - کیونکہ ان کا زبردست فلسفہ ہمیشہ اسی کا متقاضی رہا ہے - کہ فضیلت دشمن کی ہی گواہی سے ثابت کی جانی چاہئے - اسی دعوے کی دلیل میں ہم آپکے سامنے

ایک لاجواب رسالہ

قول دشمن

پیش کرتے ہیں۔ یہ اُس رسالہ کا نام ہے جو صواعق محرقہ [illegible] کے باب ہفتم کا ترجمہ ہے۔ ائمۂ اطہار کا یہ معجزہ دیکھنے کے قابل ہے کہ کتاب [illegible] موضوع خصوصیت کے ساتھ رد شیعہ میں لکھی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے [illegible] کی کہ ثلاثہ کے فضائل [illegible] ثابت کرنے [illegible] قدرت کا ایک [illegible] تسلیم کرایا جائے۔ لیکن مصنف کی [illegible] مل ہو کر رہ گئی ہیں یہ وہ تحریر ہے جو ایک زبردست قدرت نے اس کے [illegible] نکلوا دی ہے اور جس کا ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

مصنف نے اس تحریر میں گو بتقاضائے فطرت [illegible] کی نسبت کچھ کان کھڑے کئے ہیں مگر مترجم کی مزیدار تمچیوں نے بالکل سیدھا کر دیا ہے۔

یہ کتاب ہر پہلو سے اس قابل ہے کہ ہر شیعہ اس سے مستفید ہو اور وہ اندازہ کر سکے کہ لائق مترجم کی نظر انتخاب نے نہایت سلیس فصیح شستہ و رفتہ اور بعض جگہ دل پسند شوخی کا رنگ دکھانے والے الفاظ میں وہ کار آمد چیز آپ کے سامنے پیش کر دی ہے جس کا خود آپ کو کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا۔

اس کتاب میں آپ ائمۂ اثنا عشر علیہم السلام کے حالات بھی ملاحظہ فرمائیں گے جنہیں مصنف نے قلمبند کیا ہے اور جو ہر طرح سے خصم کے سامنے قابل احتجاج ہیں۔

یہ کتاب ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر جو خوشخط اور کاغذ کی صفائی کے ساتھ حسن طبع کا ایک عمدہ پہلو لئے ہوئے ہے۔ آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲)

المشتہر منیجر جوہر اینڈ کمپنی نئی قبر۔ شہر دہلی